

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

جلد ۲

رقم ۱۰۰

حضرت مولانا صفی عبدالحق صاحب سوائے

خطیب جامع مسجد نور کو حیدر آباد

طبع سولہ

(جملہ حقوق بحق انجمن محفوظ ہیں)

معارفہ عرفان فی دین القرآن (سورۃ البقرہ و آیتہ ۱۵۵)	نام کتاب
حضرت مولانا صوفی محمد انیس سہیل، خطیب جامع مسجد دارالعلوم	مکتبہ
الکائنات، علی بن ابی طالب، ص ۱۵۵	مترجم
۳۹۹ صفحات	تکلیف
پائی سو (300)	تعداد نسخہ
سید انیس سہیل، حضرت شہداء نعیم، نعیم، نعیم	سہ ماہی
محمد انیس سہیل، کوثر، کوثر	تاریخ
تکثیرہ دین القرآن، فاروقی، کوثر، کوثر	زبان
۱۵۵	قیمت

دسمبر ۲۰۰۷ء بمطابق ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ

طبع کے پتے

- (۱) حق دین القرآن، محمد فاروقی، کوثر، کوثر (۵) (کتاب خانہ شیعہ، مدینہ، دارالعلوم، کوثر، کوثر)
- (۲) حق دین القرآن، محمد فاروقی، کوثر، کوثر (۶) (کتاب خانہ شیعہ، مدینہ، دارالعلوم، کوثر، کوثر)
- (۳) حق دین القرآن، محمد فاروقی، کوثر، کوثر (۷) (کتاب خانہ شیعہ، مدینہ، دارالعلوم، کوثر، کوثر)
- (۴) حق دین القرآن، محمد فاروقی، کوثر، کوثر (۸) (کتاب خانہ شیعہ، مدینہ، دارالعلوم، کوثر، کوثر)
- (۵) حق دین القرآن، محمد فاروقی، کوثر، کوثر (۹) (کتاب خانہ شیعہ، مدینہ، دارالعلوم، کوثر، کوثر)
- (۶) حق دین القرآن، محمد فاروقی، کوثر، کوثر (۱۰) (کتاب خانہ شیعہ، مدینہ، دارالعلوم، کوثر، کوثر)

فہرست مضامین

دوسرے القسّم کے بارے میں جلد ۱

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۲	اسلامیت کی خصوصیت	۱۵	پیش نظر: القرآن میں ایک ہی نظام کا بیان
۳۳	تنبیہ	۱۹	مذہب کے فلسفے کی وضاحت اور اس کے مقاصد کا بیان
۳۴	سورہ	۲۱	قرآن کی اہمیت
۳۵	اسلام کی اہمیت	۲۲	سورہ النور کی تفسیر
۳۶	اسلام کی مختلف صفات	۲۳	سورہ النور کی تفسیر
۳۷	اسلام کی مختلف صفات	۲۴	سورہ النور کی تفسیر
۳۸	اسلام کی مختلف صفات	۲۵	سورہ النور کی تفسیر
۳۹	اسلام کی مختلف صفات	۲۶	سورہ النور کی تفسیر
۴۰	اسلام کی مختلف صفات	۲۷	سورہ النور کی تفسیر
۴۱	اسلام کی مختلف صفات	۲۸	سورہ النور کی تفسیر
۴۲	اسلام کی مختلف صفات	۲۹	سورہ النور کی تفسیر
۴۳	اسلام کی مختلف صفات	۳۰	سورہ النور کی تفسیر
۴۴	اسلام کی مختلف صفات	۳۱	سورہ النور کی تفسیر
۴۵	اسلام کی مختلف صفات	۳۲	سورہ النور کی تفسیر
۴۶	اسلام کی مختلف صفات	۳۳	سورہ النور کی تفسیر
۴۷	اسلام کی مختلف صفات	۳۴	سورہ النور کی تفسیر
۴۸	اسلام کی مختلف صفات	۳۵	سورہ النور کی تفسیر
۴۹	اسلام کی مختلف صفات	۳۶	سورہ النور کی تفسیر
۵۰	اسلام کی مختلف صفات	۳۷	سورہ النور کی تفسیر

۳۵	۴	ہجرت کی غرض	۴۰	۱۰	شیخین عربی کا قول
۳۶	۵	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات	۴۱	۱۱	تاریخ ہندی کا قول
۳۷	۶	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ	۴۲	۱۲	میرزا محمد علی کا قول
۳۸	۷	میرزا یحییٰ کا قول	۴۳	۱۳	نعت حسنہ
۳۹	۸	درس سوم کا (تاریخ و ادب)	۴۴	۱۴	نقد و بحث کی نکتہ
۴۰	۹	نقد و تہذیب کا مضمون	۴۵	۱۵	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر
۴۱	۱۰	مفتی کے لیے دریافت	۴۶	۱۶	نقوی کی تقریر
۴۲	۱۱	نقوی کے تین رجعت	۴۷	۱۷	نقوی کے تین رجعت
۴۳	۱۲	مفتی گری	۴۸	۱۸	ایمانی و غیب
۴۴	۱۳	تاریخ صلوٰۃ	۴۹	۱۹	افتادہ کی دلیل
۴۵	۱۴	کتب جاری پر بیان	۵۰	۲۰	جہاں باخبریت
۴۶	۱۵	بیت ہندوگ	۵۱	۲۱	درس چہارم کے (تاریخ و ادب)
۴۷	۱۶	ہجرت کی غرض	۵۲	۲۲	شیخین عربی کا قول
۴۸	۱۷	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات	۵۳	۲۳	تاریخ ہندی کا قول
۴۹	۱۸	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ	۵۴	۲۴	میرزا محمد علی کا قول
۵۰	۱۹	میرزا یحییٰ کا قول	۵۵	۲۵	نعت حسنہ
۵۱	۲۰	درس سوم کا (تاریخ و ادب)	۵۶	۲۶	نقد و بحث کی نکتہ
۵۲	۲۱	نقد و تہذیب کا مضمون	۵۷	۲۷	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر
۵۳	۲۲	مفتی کے لیے دریافت	۵۸	۲۸	نقوی کی تقریر
۵۴	۲۳	نقوی کے تین رجعت	۵۹	۲۹	نقوی کے تین رجعت
۵۵	۲۴	مفتی گری	۶۰	۳۰	ایمانی و غیب
۵۶	۲۵	تاریخ صلوٰۃ	۶۱	۳۱	افتادہ کی دلیل
۵۷	۲۶	کتب جاری پر بیان	۶۲	۳۲	جہاں باخبریت
۵۸	۲۷	بیت ہندوگ	۶۳	۳۳	درس چہارم کے (تاریخ و ادب)
۵۹	۲۸	ہجرت کی غرض	۶۴	۳۴	شیخین عربی کا قول
۶۰	۲۹	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات	۶۵	۳۵	تاریخ ہندی کا قول
۶۱	۳۰	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ	۶۶	۳۶	میرزا محمد علی کا قول
۶۲	۳۱	میرزا یحییٰ کا قول	۶۷	۳۷	نعت حسنہ
۶۳	۳۲	درس سوم کا (تاریخ و ادب)	۶۸	۳۸	نقد و بحث کی نکتہ
۶۴	۳۳	نقد و تہذیب کا مضمون	۶۹	۳۹	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر
۶۵	۳۴	مفتی کے لیے دریافت	۷۰	۴۰	نقوی کی تقریر
۶۶	۳۵	نقوی کے تین رجعت	۷۱	۴۱	نقوی کے تین رجعت
۶۷	۳۶	مفتی گری	۷۲	۴۲	ایمانی و غیب
۶۸	۳۷	تاریخ صلوٰۃ	۷۳	۴۳	افتادہ کی دلیل
۶۹	۳۸	کتب جاری پر بیان	۷۴	۴۴	جہاں باخبریت
۷۰	۳۹	بیت ہندوگ	۷۵	۴۵	درس چہارم کے (تاریخ و ادب)
۷۱	۴۰	ہجرت کی غرض	۷۶	۴۶	شیخین عربی کا قول
۷۲	۴۱	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات	۷۷	۴۷	تاریخ ہندی کا قول
۷۳	۴۲	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ	۷۸	۴۸	میرزا محمد علی کا قول
۷۴	۴۳	میرزا یحییٰ کا قول	۷۹	۴۹	نعت حسنہ
۷۵	۴۴	درس سوم کا (تاریخ و ادب)	۸۰	۵۰	نقد و بحث کی نکتہ
۷۶	۴۵	نقد و تہذیب کا مضمون	۸۱	۵۱	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر
۷۷	۴۶	مفتی کے لیے دریافت	۸۲	۵۲	نقوی کی تقریر
۷۸	۴۷	نقوی کے تین رجعت	۸۳	۵۳	نقوی کے تین رجعت
۷۹	۴۸	مفتی گری	۸۴	۵۴	ایمانی و غیب
۸۰	۴۹	تاریخ صلوٰۃ	۸۵	۵۵	افتادہ کی دلیل
۸۱	۵۰	کتب جاری پر بیان	۸۶	۵۶	جہاں باخبریت
۸۲	۵۱	بیت ہندوگ	۸۷	۵۷	درس چہارم کے (تاریخ و ادب)
۸۳	۵۲	ہجرت کی غرض	۸۸	۵۸	شیخین عربی کا قول
۸۴	۵۳	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات	۸۹	۵۹	تاریخ ہندی کا قول
۸۵	۵۴	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ	۹۰	۶۰	میرزا محمد علی کا قول
۸۶	۵۵	میرزا یحییٰ کا قول	۹۱	۶۱	نعت حسنہ
۸۷	۵۶	درس سوم کا (تاریخ و ادب)	۹۲	۶۲	نقد و بحث کی نکتہ
۸۸	۵۷	نقد و تہذیب کا مضمون	۹۳	۶۳	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر
۸۹	۵۸	مفتی کے لیے دریافت	۹۴	۶۴	نقوی کی تقریر
۹۰	۵۹	نقوی کے تین رجعت	۹۵	۶۵	نقوی کے تین رجعت
۹۱	۶۰	مفتی گری	۹۶	۶۶	ایمانی و غیب
۹۲	۶۱	تاریخ صلوٰۃ	۹۷	۶۷	افتادہ کی دلیل
۹۳	۶۲	کتب جاری پر بیان	۹۸	۶۸	جہاں باخبریت
۹۴	۶۳	بیت ہندوگ	۹۹	۶۹	درس چہارم کے (تاریخ و ادب)
۹۵	۶۴	ہجرت کی غرض	۱۰۰	۷۰	شیخین عربی کا قول
۹۶	۶۵	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات			
۹۷	۶۶	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ			
۹۸	۶۷	میرزا محمد علی کا قول			
۹۹	۶۸	میرزا یحییٰ کا قول			
۱۰۰	۶۹	نعت حسنہ			
	۷۰	درس سوم کا (تاریخ و ادب)			
	۷۱	نقد و بحث کی نکتہ			
	۷۲	نقد و تہذیب کا مضمون			
	۷۳	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر			
	۷۴	مفتی کے لیے دریافت			
	۷۵	نقوی کی تقریر			
	۷۶	نقوی کے تین رجعت			
	۷۷	مفتی گری			
	۷۸	ایمانی و غیب			
	۷۹	تاریخ صلوٰۃ			
	۸۰	افتادہ کی دلیل			
	۸۱	کتب جاری پر بیان			
	۸۲	جہاں باخبریت			
	۸۳	بیت ہندوگ			
	۸۴	درس چہارم کے (تاریخ و ادب)			
	۸۵	ہجرت کی غرض			
	۸۶	شیخین عربی کا قول			
	۸۷	تدوین مصطلحات مجرمہ و سہرہ کائنات			
	۸۸	تاریخ ہندی کا قول			
	۸۹	کتاب اولیٰ مشرق کا مقدمہ			
	۹۰	میرزا محمد علی کا قول			
	۹۱	میرزا یحییٰ کا قول			
	۹۲	نعت حسنہ			
	۹۳	درس سوم کا (تاریخ و ادب)			
	۹۴	نقد و بحث کی نکتہ			
	۹۵	نقد و تہذیب کا مضمون			
	۹۶	روزنامہ صبح اللہ کی تقریر			
	۹۷	مفتی کے لیے دریافت			
	۹۸	نقوی کی تقریر			
	۹۹	نقوی کے تین رجعت			
	۱۰۰	مفتی گری			

۹۰	مناظریں کی مثال	۷۱	گزشتہ سے پورے
۹۱	مذہبوں کی مختلف قسمیں	۷۲	مناظریں کا کردار
۹۳	مناظریں کی بدعتی	۷۳	مناظریں کی قسمیں
۹۵	دوسری قسم * (آیت ۱۲۰۹)	۷۴	مناظریں کی بدعتی
۹۶	گزشتہ سے پورے	۷۵	مناظریں کی دوسری قسم
۹۷	مناظریں کی دوسری قسم	۷۶	مناظریں کی بدعتی
۹۸	مناظریں کی بدعتی	۷۷	مناظریں کی بدعتی
۹۹	مناظریں کی بدعتی	۷۸	مناظریں کی بدعتی
۱۰۰	مناظریں کی بدعتی	۷۹	مناظریں کی بدعتی
۱۰۱	مناظریں کی بدعتی	۸۰	مناظریں کی بدعتی
۱۰۲	مناظریں کی بدعتی	۸۱	مناظریں کی بدعتی
۱۰۳	مناظریں کی بدعتی	۸۲	مناظریں کی بدعتی
۱۰۴	مناظریں کی بدعتی	۸۳	مناظریں کی بدعتی
۱۰۵	مناظریں کی بدعتی	۸۴	مناظریں کی بدعتی
۱۰۶	مناظریں کی بدعتی	۸۵	مناظریں کی بدعتی
۱۰۷	مناظریں کی بدعتی	۸۶	مناظریں کی بدعتی
۱۰۸	مناظریں کی بدعتی	۸۷	مناظریں کی بدعتی
۱۰۹	مناظریں کی بدعتی	۸۸	مناظریں کی بدعتی
۱۱۰	مناظریں کی بدعتی	۸۹	مناظریں کی بدعتی
۱۱۱	مناظریں کی بدعتی	۹۰	مناظریں کی بدعتی

۱۳۱	گوشہ سے برون	۱۱۰	دوئی توجہ
۱۳۲	حصہ بچوں کی کتابیں	۱۱۱	اہل اہل لکھنؤ کا جواب
۱۳۳	یہاں کی مختلف قسمیں	۱۱۲	جہاد کیوں ضروری ہے
۱۳۴	ہدایت اور لکھنؤ	۱۱۳	جہاد کے دینی معنی و احکام ہیں
۱۳۵	فہم کا معنی	۱۱۴	زمین کے لئے
۱۳۶	بہار و ناخوشی کی علامتیں	۱۱۵	آسمان و مہمان کی خدمت
۱۳۷	قیام رومی	۱۱۶	نقطہ کا معنی
۱۳۸	سلاطین	۱۱۷	نہ ختم ہونے کی مختلف صورتیں
۱۳۹	نادر علی	۱۱۸	شرک کی اشیاء
۱۴۰	ناخوشی کی کتاب	۱۱۹	شرک کی اعدائے
۱۴۱	درس چہار و گہم (آیت ۱۰۱ تا ۱۰۲)	۱۲۰	شرک کی دوسری قسمیں
۱۴۲	گوشہ سے برون	۱۲۱	شرک کی غلطی
۱۴۳	مشرقیوں کے ساتھ کفر	۱۲۲	احادیث غیر حشر
۱۴۴	سنت و احادیث تعریف النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۳	درس دو روزہ گہم (آیت ۱۰۳ تا ۱۰۴)
۱۴۵	کتابچہ کامل	۱۲۴	گوشہ سے برون
۱۴۶	سنت و احادیث کے احکام	۱۲۵	قرآن کی خاص بکری ہے
۱۴۷	تمام چیزیں اللہ کے لئے ہیں	۱۲۶	مہربانیت و احکام
۱۴۸	سنت و احادیث کی صورت ہے	۱۲۷	قرآن مجید
۱۴۹	شیاء میں اس بات ہے	۱۲۸	سکھنے والی قرآن کی سزا
۱۵۰	آمان کی تحفہ	۱۲۹	ایسا فائدہ کے لئے بنات
۱۵۱	مہم لکھنؤ و مہم لکھنؤ کی حالت ہے	۱۳۰	بچوں میں مشابہت
۱۵۲	جہاد الی فہم ہے	۱۳۱	آیت و آیات
۱۵۳	درس پانچ روزہ گہم (آیت ۱۰۵ تا ۱۰۶)	۱۳۲	درس سیزدہ گہم (آیت ۱۰۷ تا ۱۰۸)

۱۷۰	جنت سے خروج	۱۳۸	گوشہ سے بیعت
۱۷۱	زمین میں اسل ٹھکانا ہے	۱۳۹	سورج
۱۷۲	وردی ہفتہ و گھم (آیت ۲۸:۲۹)	۱۴۰	ہر جنی بادشاہ ہرگا
۱۷۳	گوشہ سے بیعت	۱۴۱	تحقیق انسانی سے قبل کے روز
۱۷۴	حضرت آدم علیہ السلام کا رعب	۱۴۲	قرشوں کا دور تحقیق
۱۷۵	حضرت آدم علیہ السلام کی صحبت آدم علیہ السلام کی انیت	۱۴۳	بنات اور شہین
۱۷۶	زمین پر اترنے کا حکم	۱۴۴	انسان کا دور تحقیق
۱۷۷	حضرت آدم علیہ السلام ہوا کی مہابت	۱۴۵	حضرت آدم علیہ السلام خلیفہ اللہ ہے
۱۷۸	جنت کے قلعے	۱۴۶	مستند حقائق
۱۷۹	حضرت آدم علیہ السلام کا دستم خدول	۱۴۷	وردی شانزہ و گھم (آیت ۳۰:۳۱)
۱۸۰	بہن اویہ جسم اللہ کے پیشے	۱۴۸	گوشہ سے بیعت
۱۸۱	آواز کی قربت	۱۴۹	آدم علیہ السلام کان پیروں کے نام تک آئے گئے
۱۸۲	آواز کی ناز و سلا	۱۵۰	ہوا کا امتحان
۱۸۳	آواز کی ناز و سلا کی سخت	۱۵۱	آدم علیہ السلام کی کامیابی
۱۸۴	نوں ناز کی سخت	۱۵۲	وردی جہنم جسم (آیت ۳۲:۳۳)
۱۸۵	آیت کے تبیین	۱۵۳	قرشوں کی جہد ویدی
۱۸۶	گناہ و گنہ گری	۱۵۴	حق تعالیٰ کے کواکب ہر جہد وادی
۱۸۷	وردی فہرہ و گھم (آیت ۳۴:۳۵)	۱۵۵	قرشوں کے جہد کی بعض آریات
۱۸۸	تشریح بنی اسرائیل	۱۵۶	وہیں کا کعبہ
۱۸۹	بنی اسرائیل کی صفات	۱۵۷	جہد اویہ گناہ ہے
۱۹۰	بنی اسرائیل کی صفات	۱۵۸	حضرت آدم علیہ السلام ہوا کی انیت ہے
۱۹۱	بنی اسرائیل کی صفات	۱۵۹	شجر لوز
۱۹۲	بنی اسرائیل کی صفات	۱۶۰	شیطان دوسرے

۲۱۲	دنیا کی محبت	۱۵۹	غفلت خاص غفلت ہے	۲۱۲
۲۱۳	نہیں اور کائنات	۱۶۰	سودا پائیس کی زمینیت	۲۱۳
۲۱۴	دوسری ہستہ (آیت ۲۳ تا ۲۶)	۱۶۱	بنی اسرائیل کی کڑواہی	۲۱۴
۲۱۵	گنہگار سے بچو	۱۶۲	مکتبہ کتب کے ایک حصہ کی حالت	۲۱۵
۲۱۶	قبول ہونے کے بعد کی وجوہات	۱۶۳	سکھانے	۲۱۶
۲۱۷	مستعمل دواؤں کی بیماریاں	۱۶۴	مستعمل دواؤں کی بیماریاں	۲۱۷
۲۱۸	بیلوں کی حالت	۱۶۵	بیلوں کے پھولوں کا کھانا	۲۱۸
۲۱۹	غذایہ اجناس کی حالت ہے	۱۶۶	دوسری ہستہ (آیت ۲۷ تا ۳۰)	۲۱۹
۲۲۰	غذایہ اجناس	۱۶۷	دوسری ہستہ (آیت ۳۱ تا ۳۴)	۲۲۰
۲۲۱	قرآن مجید میں تصدیق	۱۶۸	دوسری ہستہ (آیت ۳۵ تا ۳۸)	۲۲۱
۲۲۲	مصر و مصر کی برکت	۱۶۹	دوسری ہستہ (آیت ۳۹ تا ۴۲)	۲۲۲
۲۲۳	دوسری ہستہ (آیت ۴۳ تا ۴۶)	۱۷۰	دوسری ہستہ (آیت ۴۷ تا ۵۰)	۲۲۳
۲۲۴	دوسری ہستہ (آیت ۵۱ تا ۵۴)	۱۷۱	دوسری ہستہ (آیت ۵۵ تا ۵۸)	۲۲۴
۲۲۵	دوسری ہستہ (آیت ۵۹ تا ۶۲)	۱۷۲	دوسری ہستہ (آیت ۶۳ تا ۶۶)	۲۲۵
۲۲۶	دوسری ہستہ (آیت ۶۷ تا ۷۰)	۱۷۳	دوسری ہستہ (آیت ۷۱ تا ۷۴)	۲۲۶
۲۲۷	دوسری ہستہ (آیت ۷۵ تا ۷۸)	۱۷۴	دوسری ہستہ (آیت ۷۹ تا ۸۲)	۲۲۷
۲۲۸	دوسری ہستہ (آیت ۸۳ تا ۸۶)	۱۷۵	دوسری ہستہ (آیت ۸۷ تا ۹۰)	۲۲۸
۲۲۹	دوسری ہستہ (آیت ۹۱ تا ۹۴)	۱۷۶	دوسری ہستہ (آیت ۹۵ تا ۹۸)	۲۲۹
۲۳۰	دوسری ہستہ (آیت ۹۹ تا ۱۰۲)	۱۷۷	دوسری ہستہ (آیت ۱۰۳ تا ۱۰۶)	۲۳۰
۲۳۱	دوسری ہستہ (آیت ۱۰۷ تا ۱۱۰)	۱۷۸	دوسری ہستہ (آیت ۱۱۱ تا ۱۱۴)	۲۳۱
۲۳۲	دوسری ہستہ (آیت ۱۱۵ تا ۱۱۸)	۱۷۹	دوسری ہستہ (آیت ۱۱۹ تا ۱۲۲)	۲۳۲
۲۳۳	دوسری ہستہ (آیت ۱۲۳ تا ۱۲۶)	۱۸۰	دوسری ہستہ (آیت ۱۲۷ تا ۱۳۰)	۲۳۳
۲۳۴	دوسری ہستہ (آیت ۱۳۱ تا ۱۳۴)	۱۸۱	دوسری ہستہ (آیت ۱۳۵ تا ۱۳۸)	۲۳۴
۲۳۵	دوسری ہستہ (آیت ۱۳۹ تا ۱۴۲)	۱۸۲	دوسری ہستہ (آیت ۱۴۳ تا ۱۴۶)	۲۳۵
۲۳۶	دوسری ہستہ (آیت ۱۴۷ تا ۱۵۰)	۱۸۳	دوسری ہستہ (آیت ۱۵۱ تا ۱۵۴)	۲۳۶
۲۳۷	دوسری ہستہ (آیت ۱۵۵ تا ۱۵۸)	۱۸۴	دوسری ہستہ (آیت ۱۵۹ تا ۱۶۲)	۲۳۷
۲۳۸	دوسری ہستہ (آیت ۱۶۳ تا ۱۶۶)	۱۸۵	دوسری ہستہ (آیت ۱۶۷ تا ۱۷۰)	۲۳۸
۲۳۹	دوسری ہستہ (آیت ۱۷۱ تا ۱۷۴)	۱۸۶	دوسری ہستہ (آیت ۱۷۵ تا ۱۷۸)	۲۳۹
۲۴۰	دوسری ہستہ (آیت ۱۷۹ تا ۱۸۲)	۱۸۷	دوسری ہستہ (آیت ۱۸۳ تا ۱۸۶)	۲۴۰
۲۴۱	دوسری ہستہ (آیت ۱۸۷ تا ۱۹۰)	۱۸۸	دوسری ہستہ (آیت ۱۹۱ تا ۱۹۴)	۲۴۱
۲۴۲	دوسری ہستہ (آیت ۱۹۵ تا ۱۹۸)	۱۸۹	دوسری ہستہ (آیت ۱۹۹ تا ۲۰۲)	۲۴۲
۲۴۳	دوسری ہستہ (آیت ۲۰۳ تا ۲۰۶)	۱۹۰	دوسری ہستہ (آیت ۲۰۷ تا ۲۱۰)	۲۴۳
۲۴۴	دوسری ہستہ (آیت ۲۱۱ تا ۲۱۴)	۱۹۱	دوسری ہستہ (آیت ۲۱۵ تا ۲۱۸)	۲۴۴
۲۴۵	دوسری ہستہ (آیت ۲۱۹ تا ۲۲۲)	۱۹۲	دوسری ہستہ (آیت ۲۲۳ تا ۲۲۶)	۲۴۵
۲۴۶	دوسری ہستہ (آیت ۲۲۷ تا ۲۳۰)	۱۹۳	دوسری ہستہ (آیت ۲۳۱ تا ۲۳۴)	۲۴۶
۲۴۷	دوسری ہستہ (آیت ۲۳۵ تا ۲۳۸)	۱۹۴	دوسری ہستہ (آیت ۲۳۹ تا ۲۴۲)	۲۴۷
۲۴۸	دوسری ہستہ (آیت ۲۴۳ تا ۲۴۶)	۱۹۵	دوسری ہستہ (آیت ۲۴۷ تا ۲۵۰)	۲۴۸
۲۴۹	دوسری ہستہ (آیت ۲۵۱ تا ۲۵۴)	۱۹۶	دوسری ہستہ (آیت ۲۵۵ تا ۲۵۸)	۲۴۹
۲۵۰	دوسری ہستہ (آیت ۲۵۹ تا ۲۶۲)	۱۹۷	دوسری ہستہ (آیت ۲۶۳ تا ۲۶۶)	۲۵۰

۲۵۰	آیت التو کا انکار	۲۳۱	مگر خداوندی میں تبدیلی
۲۵۱	تجوار موسم السهم کا نقل	۲۳۲	مکی قریش اور بنی مضر
۲۵۲	افرائی سر سے تہذیب	۲۳۳	رشتہ میں ملکی کا صبر
۲۵۳	درسی بست و بخت (آیت ۶۰)	۲۳۴	طہر کا حشر
۲۵۴	قاری بخت	۲۳۵	نہیں کی آبادی اور بدادلی
۲۵۵	نہیب عالم	۲۳۶	درسی بست و بخت (آیت ۶۰)
۲۵۶	ابی بیان	۲۳۷	رابطہ آیات
۲۵۷	ہذا الذی کا مضمون	۲۳۸	جی مسوئل کا طلب آب
۲۵۸	بیرو کی دہائیہ	۲۳۹	استہ کی حقیقت
۲۵۹	بیرو کی حقیقت	۲۴۰	استہ کا درجہ
۲۶۰	نصاری کی دہائیہ	۲۴۱	غریب لہجہ
۲۶۱	نصاری کے عقائد اور	۲۴۲	بانی کی انجمن
۲۶۲	صوبہ کی کرنی	۲۴۳	ایک مقررہ دوسرا کا جواب
۲۶۳	صوبہ کے عقائد	۲۴۴	پہلے اور کثرت
۲۶۴	ضیعی بہت بدیہی	۲۴۵	ہر صفت پر اللہ تعالیٰ کا شکر
۲۶۵	ایمانی واقعہ	۲۴۶	قاری کا بیان
۲۶۶	بیان واقعہ	۲۴۷	درسی بست و بخت (آیت ۶۰)
۲۶۷	امالی کا ذکر	۲۴۸	رابطہ آیات
۲۶۸	درسی بست و بخت (آیت ۶۰)	۲۴۹	خودی کے اثرات
۲۶۹	جی مسوئل کا صبر	۲۵۰	طہر کی تبدیلی
۲۷۰	ارتقاء طہر	۲۵۱	کاشتکار پر بخت طلب کا صبر
۲۷۱	ایمانی پر برکتیں	۲۵۲	پختہ بھلا غنیمت
۲۷۲	ایمانی کا کتاب	۲۵۳	بیرو کی دہائیہ اور دہائی

۱۰۰	۲۶۹	مصلحت منی	قرینہ پانڈی
۱۰۱	۲۷۰	آئی کی پانی	جی سریش کی سریش
۱۰۲	۲۷۱	آؤ کی پانی	دوسری پست ڈاکٹر (دیکھتے ۱۶۶)
۱۰۳	۲۷۲	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۰۴	۲۷۳	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۰۵	۲۷۴	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۰۶	۲۷۵	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۰۷	۲۷۶	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۰۸	۲۷۷	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۰۹	۲۷۸	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۰	۲۷۹	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۱	۲۸۰	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۲	۲۸۱	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۳	۲۸۲	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۴	۲۸۳	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۵	۲۸۴	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۶	۲۸۵	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۷	۲۸۶	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۸	۲۸۷	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۱۹	۲۸۸	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۰	۲۸۹	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۱	۲۹۰	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۲	۲۹۱	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۳	۲۹۲	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۴	۲۹۳	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۵	۲۹۴	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۶	۲۹۵	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۷	۲۹۶	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۸	۲۹۷	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۲۹	۲۹۸	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست
۱۳۰	۲۹۹	آؤ کی پانی	بیرونی کاغذ کی پست

۳۰۱	۳۰۱	فقرینہ اور مہمان	درس کی روشنی میں تفسیر
۳۰۲	۳۰۲	فقرینہ کے نئے دواؤں کو دیکھو	گزشتہ سے بہتر
۳۰۳	۳۰۳	درس کی روشنی میں (تفسیر ۱۰۰)	غنی نواح و جہان
۳۰۴	۳۰۴	یورپیوں کے اصل عقائد	عقائد مسیحی کے بارے میں
۳۰۵	۳۰۵	عہدہ خاندانی	یورپیوں کی کئی کتابیں
۳۰۶	۳۰۶	داخل عقائد کی بنیاد	سندوں کے مابین
۳۰۷	۳۰۷	عسکریوں کے اصل عقائد	عقائد نام جنسیت
۳۰۸	۳۰۸	قادیانیت	درس کی روشنی میں (تفسیر ۱۰۰)
۳۰۹	۳۰۹	کافر اور شرک والی مہمیں ہیں	تفسیر اور عقائد
۳۱۰	۳۱۰	جنت کی مثال	تفسیر اور عقائد
۳۱۱	۳۱۱	درس کی روشنی میں (تفسیر ۱۰۰)	تفسیر اور عقائد
۳۱۲	۳۱۲	دہلی نویت	تفسیر اور عقائد
۳۱۳	۳۱۳	آرمیہ کے دربار	تفسیر اور عقائد
۳۱۴	۳۱۴	عقائد مسیحی کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۱۵	۳۱۵	سورج اور مہم	تفسیر اور عقائد
۳۱۶	۳۱۶	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۱۷	۳۱۷	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۱۸	۳۱۸	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۱۹	۳۱۹	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۰	۳۲۰	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۱	۳۲۱	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۲	۳۲۲	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۳	۳۲۳	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۴	۳۲۴	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۵	۳۲۵	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۶	۳۲۶	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۷	۳۲۷	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۸	۳۲۸	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۲۹	۳۲۹	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد
۳۳۰	۳۳۰	یورپیوں کے عقائد	تفسیر اور عقائد

کو نو پے طاغوتوں میں بجاتے ہیں۔ کیونکہ یہی خدا سے ملی کر جیتے، جس قرأت کی انھیں بھی جیتے ہیں۔ اعلیٰ کو بھی ہے
قرآنی نہیں۔ یعنی کو قرآن پاک سے درجہ نہ کریں کہ تیرے زوال کو متصہ کیا ہے، جیسا کہ اس پر ہے
کہ جو یہی زمرہ ذی قرآن پاک کے سب و احترام تک ہی محدود ہے۔ اس کو کچھ کہیں اس پر عمل کرنا ہی دور
قوم کا کام ہے۔ یہ دیکھئے۔ مگر آج ہم نے قرآن پاک کو جیتنے سے زائل و غائب کر دیا۔ اب حضرت میری مکتی دانت
و دیوانی اٹھانے کے لیے جب غور و فکر سے لکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ قرآن پاک کو غائب کر دیا۔
خداوند تعالیٰ نے اس کو ہماری قوم سے قرآن پاک کو غائب کر دیا۔

قرآن پاک کو جیتنا ہم کو جیتنے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے ہر نہ سے میں اپنی ذمہ داری پسلی کی
ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو ہماری قوم سے قرآن پاک کی غیور و شریک کا رہنے کا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ میں ہے۔
ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت صرف ان لوگوں کی ہے۔ جو قرآن پاک کو ہماری قوم سے کرنا نہیں
تھوڑا سا ہی ایک اور چیز اس کی غیور و شریک ہے۔

دوسرا قرآن پاک کا یہ مسئلہ بھی اپنی یا اس کے مطابق قرآن پاک کے علوم و معارف کو اس کی تمام فہم
ذہان میں ہمیشہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آئیے ہم قرآن پاک کی آواز کو اس کے ذریعے
میں میں ملے دیں۔ اس پر خود غور کر کے اس سے یہ بھی حاصل کریں اور پھر عمل میں لائیں کہ اس کا یہاں ہوا تھا۔
دور دور حاصل کریں۔ نہ صرف دنیا کو اس کا گہرا جاننا ہی ہوگا۔ اس سے اس کی بھی استفادہ کرنے کے لیے ہر فرد
ہو جائیگا۔ دوسرا ایسا اس کے مطابق ہے۔

الحمد للہ دوسرا قرآن کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے ہر چیز حاصل ہوتی ہے
جو کہ سورۃ فاتحہ پر مشتمل ہے۔ شائع ہو چکی ہے۔ جلد دوم بارہ اقلیٰ علیٰ پر مشتمل ہے۔

دوسرا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہوے کی تکمیل کی طرف
محافظہ کرے۔ ایسے کام کے لیے پوری زندگی عمارت ہوتی ہے۔ کام کیسے کرنا کہ اس سے ہر چیز حاصل
نہیں۔ اس کام کے لیے آج میں طرح و سالی دنیا میں اس کا کہنا کی پوری فہم میں طرح قرآن پاک کے
ساتھ و اللہ تعالیٰ کیست اور دلی نیکو کے ساتھ مصروف کام ہے۔ ہم غیور کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ
کی نصرت اور مرانی سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔

اس جلد پر کام شروع کر کے وقت اس کی تکمیل کے متعلق تردد نہ کرنا کہ یہ جلد پوری ہو جائے

Richard A. Anderson

[illegible]

روشنی کے ذریعہ کام چلی ہے۔ جہاں اندھروں سے کہہ سکیں اور وہ جس طرح کی
پر غصہ سے کہہ سکیں کہ اس کے بعد جو ایک ایک سے نہ سکیں اور ان کی
سہم چلتے رہیں اور وہ سب کی شکل میں ہیں۔ ان کی شکل میں ہیں اور ان کی
نہیں ہیں اور ان کی شکل میں ہیں۔

مگر یہ واقعہ کے لحاظ سے انہیں ملا کام کی فراہمی کے اعتبار سے جیسا کہ فی الواقع ہے نہ کیا گیا
 ملا ہے۔ کام میں قدر و قیمت کو ملحوظ رکھ کر اس کے لیے اس قدر عمل کثرت کی ضرورت ہے۔
 بدینہ کا مشن ہو گا ملا کام کی رفتار کو بڑھانے کے لیے ایسے نئے حربے و ترقی و بہانے کی فراہمی جو
 کے لیے تیار کر کے ان کو ملا کام میں جو بھی ترقی و ترقی کے اعتبار سے ملے۔ کہ اس میں ترقی و ترقی
 و ترقی کے اعتبار سے ملے۔ کہ اس میں ترقی و ترقی کے اعتبار سے ملے۔ کہ اس میں ترقی و ترقی
 و ترقی کے اعتبار سے ملے۔ کہ اس میں ترقی و ترقی کے اعتبار سے ملے۔ کہ اس میں ترقی و ترقی

دعوتِ اسلامی، ایمان و علم (۱۰۰)

مجلس الشورى، الكويت

سخنائے گھنٹی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَزْلُ وَشَدَّ مَرْکَلُ رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
خَالِیْمِ الْاَنْبِیَاۃِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَصَلَّى اِلَیْهِ وَآصْحَابِهِ وَآزْوَاجِهِ وَتَبَآئِیْهِ
اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

• حکیم الفکر: کا خطاب پانے والی قوم نے جس قدر لوگوں کو ملامت پہنچی اور
مذہب خزل کے غیر فخرک وہ سے گزری ہے۔ وہ کسی کوئی شکر اس پر تمہارے لغوی نہیں احوال و
مطابق اس قسم کی قید سے تقریباً آدھوڑ چکے ہیں۔ دیار و بعدی مشترک اجماعی متعصب اور ملی قوت کی
کوشش کے بجائے، نفس پرستی، خود غرضی، اور ذاتی تفرق متعصبیت ہی بچا ہے، اور فرد میں
حریت کی محسوس اور حصول اس قدر عام ہو چکا کہ بجا بہرہ و مروت وہ شخص جس کی عزت پر پیست اور مال سے
اور گزرو آدمی کے لیے جائز حقوق کا حصول ہی تقریباً ناممکن ہے اور صوری انصاف بنتا ہے۔ دوسروں کو
پھیلانی کا سبق دیتے والی قوم نے کج خود محسوس کر دہائی کھینے کا مذہب بنایا ہے۔ عزائی و فاضلی عربوں پر
ہے۔ فرقہ وارانہ کشمکش، قومی استبداد، برٹل واک کا طوق حکومتیں، جدید آہستہ و انکشافات کا خطا استعمال
تصویری فن، حد سے زیادہ آواز میں اور دماغیست، باغ و کا فساد، کھیل و تماشا کی کثرت، اسلام کو چٹنے
ملا متعصب کے لیے مستعمل کرنا، محرکیت کی عسرت پرستیاں، اسراف اور بہت عزائیاں، مشترکات
کی کتاب کی خط تغیری اور اعلیٰ آدمیں، برصورت و بہت کی فزوالی اور دھوکا دہی اور فریب دہی
جس دوسری تمام آدموں کو مات کر دیا ہے۔ اور حق کے حامی کا تمام ریچہ و فرقہ ویا ہے، قوم کی دیانت۔

مکتب کے مطابق کلمہ شہر کی داغ و تخت اور کہیں کہیں مغربی رحمت میں کی کتب کا احاطہ غلط ہو گا
اور تصوف کا انداز پہلو، ایسے ہی حضرت مولیٰ صاحب دوم جو ہم کا نامزدی کی کسی کتاب کے گستاخ
ہونے کے پے کالی ہے۔

انجیل مشیحاؤں کے باقی تعلق کے پے بڑی پروردگار کشیش جو یہ بھی ہے، تقدیر، جیسے، انجیل مشیحاؤں
فرمان پر جاننے پہلے مرخصیات کے ذریعے باقی تعلق پروردگار جاسے، لیکن اصل میں جو چیز تعلق
کی جڑ ہے، اور مگر کوئی توبہ نہیں کرتا، یعنی نماز پر تفسیریں اور مسائل سے تجاوز نہیں کے اختلافات
کی حالت اور ایک اور مسئلے سے بعد کا ایک بہت بڑا سبب نہیں کی روشنی اور تفسیر ہے، بلکہ اختلاف
مدرسہ حقانی میں اصل سبب کی پسندیدہ تھی، اور کثرت و غزوات کے خلافت و مسائل اور نظریات پر پڑنے
شروع و تفسیر تفسیر ہے، لیکن اختلاف کی کسی حالت میں ہاتھ سے نہیں ہاتھ دیا، اور عام آدمی پر بھی حقیقت
مال واضح ہو جاتی ہے، اور قرآن و سنت کا صحیح فہم، سامنے آتا ہے، اور حق کا تعلق حق کی دین ہے
علم مدرسہ حقانی کی عمری جہاد آپ کے بقولوں میں ہے، اس سے پہلے سورۃ فاتحہ
پر مشتمل جلاوٹ مشائخ جو بھی ہے۔۔۔ یہ سورۃ فاتحہ کے سوا، کلمات، یعنی پانچ سو پانچ
ہے، سورۃ فاتحہ میں سیکڑوں مضامین ہیں، اس سے یہ لیکن اس کام کی سہولت پروردگار کے خلافت اور کثرت
اور ان کی ترویج، ان کی نہایت اور تفریق کے سبب، ان کی یہی خطیوں اور روایتی تبدیلیوں اور ان کی کثرت
ہے، بہت سطر میں ہی نہیں ملامت سے مدد ہے، یہ بھی ذی اسرار ہے، مگر مصادیق اصل مشائخ
و تم نے ان ملامت کی پیشین گوئی اس سے جو دو سو سال پہلے قرآن میں، کہ جب آئیں گے اُن کی کثرت
اُن کی کثرت، یہ ستر آئینک اور ستر، میری امت پر بھی ایسا کثرت کا ذکر ہے، اور کثرت و غزوات
میرا ذی اسرار ہے، آپ یہ کہتے ہیں کہ ستر ملامت کے ساتھ ملامت ہے، اور اس طرح ان کے بعد مسائل کامل ہو
موت اور معرفت قرآن پاک میں ہی ہے، قرآن پاک کہنا، و ملامت کے اور اوصاف اور کتب حق کے قریب
تو کرنے کے پے مدرسہ حقانی میں تفسیر، انہما کی ہے، علم، عقیدہ، عقیدہ، اور علم پر بھی کثرت
یکساں ہے، تفسیر کے ساتھ ساتھ عام فہم، جیسے اردو اور عربی نیز اردو میں سامنے آتا ہے۔

آخر میں دلی دعا ہے کہ اختلافی ان مدرسہ کو صاحب دلی حضرت مولیٰ صاحب دوم جو ہم
ابھی یہاں شامت قرآن کے جلاوٹ کہیں جو کہ مدرسہ حقانی کی طاعت اور حق مدرسہ کو کثرت



ان دونوں سورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ خدا سورۃ غفرہ میں نہیں وہ آسمان کی پیدائش میں اس کے مخلوق، پہلی میں پختے والی کھجی، برش اور اس کی جیسے پڑا ہونے والے پہلوں وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَعْطُونَكَ! اس میں غنیمتوں کے لیے قدرت کی نشانیوں، علامت ہیں سورۃ، اور میں فرمایا: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَالِمُ الْغُيُوبِ اس میں قدرت میں سے ہے کہ جاننے والے غنیمتوں میں سے تمہارے نفسوں میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے۔

قرآن میں آیت کا لفظ عبرت کے سورتوں میں بھی آیا ہے جیسکہ سورۃ محمد میں فرمایا: کیا یہ بات لوگوں کو بات نہیں کرتی کہ: كُمْ أَفْكَتَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْلَ الْفَرَّادِ ہم نے اس سے پہلے کتنی ہی قوموں کو دکھا کر دیا: يَفْعَلُونَ فِي مَا كُنْتُمْ بِرَبِّكُمْ يُنْفِذُونَ۔ پختے مخلوقوں میں پختے پھرتے تھے: مَنْ فِي ذَهَابٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس میں دوسری عبرت ہے۔ اسی طرح آیت کا عبرت کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے۔ بہت سے انبیاء، عیسٰی السلام نے بھی اس عبرت پیش کئے، جن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے الگ کرتے تھے۔ سورۃ مد میں دو مقامات پر آیا ہے: وَلَقَوْلِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نَزَّلَ الْغَابِ عَلَيْهِ نَبَأٌ مِنْ رَبِّهِ۔ کہہ کئے ہیں کہ اللہ کے رب کی طرف سے اس پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا اگر وہ آیت کا معنی سمجھتا تو یہ ہوتا ہے۔

آیت کا معنی انگریزی میں آتا ہے: جیسے: يَشْكُرُوا لَكُمْ أَنْبَاءُ رُسُلِهِمْ اس میں اللہ علیہ السلام کے احکام کو ماننا ہے۔ یہ جیسا کہ سورۃ عنکبوت میں فرمایا: وَمَا تَجِدُ إِلَّا نَبَأًا رَأَى الْكَاذِبُونَ اور ہمارے احکام سے کاذبوں کا کوئی نفع نہیں۔

ہم اس مقام پر مصطفیٰ کے باوجود یہ آیت کا لفظ سورۃ کے ساتھ لایا ہوا ہے۔ تو اس کا معنی سورۃ کا ایک حصہ یا جزو ہوتا ہے۔ کیونکہ بہت سی آیات ملی کہ سورۃ ترتیب پاتی ہے جیسا کہ ابتدائی میں عرض کیا گیا تھا، قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ سب سے پہلی سورۃ فاتحہ ہے، اور سترہ نمبر پر سورۃ بقرہ ہے، پھر دہائی سورتیں اور سورۃ قمر ہے، یہ ترتیب ابتدائی نہیں بلکہ ترتیبی ہے۔ یعنی یہ ترتیب صحابہ کرام کی دی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ

سورتوں اور آیتوں
کی ترتیب

مضمر علیہ السلام کی مقرر کردہ ترتیب ہے۔ اسی طرح ہر سورہ میں آیات کی ترتیب ہے مثلاً
 چلے الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اس کے بعد الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُوْمِ
 ہٰلِیْہِ یَوْمَہِ لَیْلِیْہِ یہ ترتیب ہی فرضی ہے۔ مضمر علیہ السلام نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
 اَنْزِلَہُ فِی السَّوْرَةِ الْاَوَّلِیَّةِ کَرِیْمًا کَذٰلِکَ یعنی اس آیت کو خوں ختم پر
 رکھ دو۔ تو صوبہ کرانٹ نے آپ کے فرمان کے مطابق آیات کی ترتیب سے ایسا انوں سے اپنی
 طرف سے آگے کیجے نہیں کیا، بلکہ مضمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کی۔ یہاں
 میں صاف طور پر آتا ہے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو مضمر علیہ السلام ارشاد فرماتے اسے
 خوں ختم پر رکھ دو۔ تو صوبہ کرانٹ ویسے ہی کرتے۔ البتہ سورتوں کی ترتیب کے متعلق کچھ فرق
 پایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین تحقیق فرماتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب مضمر صلی اللہ علیہ وسلم کا
 قطعی فرمان نہیں ہے، عام تصور کئے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب ہی مضمر علیہ السلام کے ارشاد کے
 مطابق ہی ہے۔ صحابہ کرانٹ نے مضمر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہی موجودہ ترتیب
 کو قائم کیا۔

سورۃ النکاح
 جہاں طلاق

قرآن پاک کی پہلی سات سورتوں میں سورۃ بقرہ سے لے کر سورۃ یونس تک کو
 سبع طوال میں سات لمبی سورتیں کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد چار سورتیں پانچ میں سورۃ نمل تک
 کو ثانیہ یعنی طوال کے بعد دس سورتیں فبرال سورتیں کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد تیرہ تک کی سورتیں
 کو تیسں کہا جاتا ہے۔ تیسیں سے م ا و ا و سورہیں ہیں، جو کہ ہمیشہ ایک سورت یا آیت پر مشتمل ہیں
 اس کے بعد و ا ل ا س تک سورتیں مفصلات کہلاتی ہیں۔ آگے مفصلات کے بعد بھی تین گروپ
 ہیں۔ تیرہ تیرہ سے دیگر سورۃ ہر ا ج تک کو ا ل مفصل ہر ا ج سے لے کر سورۃ جود تک و ا و

نے تفسیر تھانی میں طوالت قرآن میں لکھا ہے سورہ میں ایک ہی سورہ۔

نے تفسیر تھانی میں لکھا ہے سورہ میں ایک ہی سورہ۔

نے تفسیر تھانی میں لکھا ہے سورہ میں ایک ہی سورہ۔

نے تفسیر تھانی میں لکھا ہے سورہ میں ایک ہی سورہ۔

مفصل اور پورا فرما کر خدا مفصل کہا ہے۔ خدا کا لفظ چھوٹی سورتیں ہے۔

قرآن کریم کی مختلف سورتوں کے ناموں کی مختلف وجوہات ہیں بعض سورتوں کے نام وہابی کے ابتدائی محدث ہیں قی۔ ص ۳۰۔ طے۔ جس طرح بعض سورتوں کے اسماء کے پہلی آیت کے کسی خط پر لکھے گئے ہیں۔ جیسے سورۃ کوثر کا نام اس کی پہلی آیت اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اَنْزِلًا مِّنْ رَّبِّكَ ہے۔ کسی سورۃ کا نام اس سورۃ میں مذکور مشہور واقعے کا ہوتا ہے۔ جیسے بقرہ کا اس میں لکھنے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اسی طرح اسراء میں عزرا کا واقعہ آیا ہے۔ سورۃ اعراس میں اعراس کا واقعہ ہے۔ جو کہ ایک جنگ کا مذہب۔ سورۃ ابراہیم کا نام بھی درحقیقت ابراہیم کی وجہ سے ہے۔ سورۃ یونس کا نام یونس اس لیے ہے کہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

نذرانی ل کے لحاظ سے سورتوں کی دو قسمیں ہیں یعنی نکی اور مانی سورتیں جو سورتیں ہیں جن سے پہلے نازل ہوئیں وہ نکی کہلاتی ہیں۔ خواہ وہ کچھ منظر میں قیام کے دوران نازل ہوئیں یا نازل ہوئیں یا کسی اور سفر کے دوران۔ مانی سورتیں وہ ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئیں۔ ہجرت کے بعد جو بھی سورتیں نازل ہوئیں خواہ وہ قیام مدینہ کے دوران یا حرکت یا غیر کسی اور مقام پر وہ سب مانی سورتیں کہلاتی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے زمانہ مکان کے لحاظ سے نکی قسمیں بیان کی ہیں۔ مثلاً جو سورۃ حدیثی اقامت کی حالت میں نازل ہوئی۔ وہ سفر کی کہلاتی ہے۔ اور جو سفر کی حالت میں اتاری ہوئی کو سفر کی سورۃ کہتے ہیں۔ اسی طرح رات کے وقت نازل ہونے والی سورۃ کو لیلیٰ کہتے ہیں اور دن کے وقت نازل ہونے والی سورۃ کو نوری کہتے ہیں۔

بعض سورتیں وقت یا مکان یا جگہ نازل ہوئی ہیں۔ ان کو وقتی سورتیں کہتے ہیں اور بعض سورتیں قیام کی کہلاتی ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیام نازل ہوئی ہیں۔ کبھی چند آیتیں نازل ہو گئیں۔ پھر وہ یہاں سے دھڑا لیا گیا پھر کچھ نازل ہو گئیں۔ یہ قدر بھی سورتیں ہیں۔ بعض سورتیں ایسی ہیں کہ کوئی آدمی نہیں ہو سکا ان کے کچھ حصے نکی اور مانی نازل ہوئے مثلاً

یہ سورۃ بقرہ مزیں سورۃ ہے۔ لَوْ اَعْنٰ الْاَشْوَاقُ شے کے کہ بقرہ کی آیتیں مکی نازل کی
 صریح ہیں۔ حضور و اہل بیت میں آیت ہے کہ سورۃ کے دو ہی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے جن جنہے لیے گئے۔ یعنی پانچ غزویں۔ سورۃ بقرہ کی بقرہ آیتیں۔ اور ان لوگوں کے
 لیے وہ بقرہ جو شرک میں غلط نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ آپ کا بقرہ کی نازلگی میں ہونا
 یہ بقرہ آیتیں مکی نازل کی ہیں۔ اگرچہ سورۃ بقرہ مزیں سورۃ ہے۔

ترجمہ
 کاغذ

مفسرین کہہ فرماتے ہیں کہ ترتیب نزول کا تعاضل ذیہ تھا کہ پہلے کی سورس آیتیں اوس
 کے بعد مکی سورتوں کا بیان ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید تمام
 نوع الہی کے لیے نازل ہوا ہے۔ اور مختلف انسانوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ
 نے انسانی مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلے وہ سورتیں بھیجیں جو جامع اور مدنی ہیں۔ اور ان کی
 ہر قسم کے صلہ دے جاتے ہیں۔ اور یہ خاص طور پر مکی سورتیں ہیں۔ انکی سورتوں میں زیادہ تر دنیاوی
 عقائد کا ذکر ہے۔ ان میں ہر قسم کے احکام نہیں دئے جاتے۔ اور اگرچہ مکی سورتوں کی
 آیتیں ہیں مگر یہ سب کہ اول ہر قسم کے احکام سے اوس پر ہادی ہیں۔

نصیب مراد

حدیث پاک میں سورۃ بقرہ کے سب سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ مگر انکی شریعت کی
 روایت میں بھی علیہ السلام کا قرآن ہے۔ وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ الَّذِیۡ فِیْہِۭ اٰیٰتٍ بٰرَکٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّذٰکُرُوْنَ
 اَللّٰہِ الَّذِیۡ فِیۡہِ الْبَقَرَةُ وَ فِیۡہِۭ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّذٰکُرُوْنَ
 سورۃ بقرہ کی قوت ہوتی ہو۔ انکی شیطان داخل نہیں ہوتا۔ اسلام شریعت کی روایت میں
 اس طرح آیت ہے اَلَّذِیۡ فِیۡہِ الْبَقَرَةُ وَ فِیۡہِۭ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّذٰکُرُوْنَ
 وَ فِیۡہِۭ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّذٰکُرُوْنَ
 اور اس کے اہل کو دیا جائے گا۔ ان کے آگے سورۃ بقرہ اور سورۃ ال عمران ہوگی۔

۱۔ تفسیر

۲۔ مسلم

۳۔ مسلم

نے منہم خبر دوگوں کے بکثرت اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ عورس کے نتائج سے لگا کر کیا ہے
 اسی طرح قرآن دوگوں کے اوصاف عورس کی نشانیاں بیان کی ہیں۔ جس سے وہ پہچانے جاتے
 ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں آجیہ باری تعالیٰ عورسات کا ذکر دنیٰ حقیقہ اور نظریہ کے ساتھ آجیہ
 غیر نبوت لکھیاں ہیں۔ اور وہی کی ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔ انسان کے ملکیت ہونے کا
 بیان ہے۔ اور مجھ کو الہی کی احتیاج کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر انسانی اپنے تمام انسانی
 کو مل نہیں کر سکتے۔ انہیں زندگی کے ہر جز پر وہی الہی کی دستگیری کی ضرورت ہے۔

اس سورۃ میں عبرت حاصل کرنے کے لیے مختلف ذرائع کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت
 آدم علیہ السلام کی تخلیق انسان کے انسانی کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل کے اوصاف پر اللہ تعالیٰ
 کے انعامات لکھیاں ہیں۔ اور یہ وہ بنی اسرائیل کی فحاشیوں، شرارتوں، ان کے غار اور
 خندہ کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں قتل بڑائی کا ذکر ہے۔ بیت اللہ شریف کے کعبہ ہونے
 کا ذکر ہے۔ تخریب، حرق اور عظیم کے ارکان، شیخ سبزی اور سیاست دان کا ذکر ہے۔
 غیر اللہ کی تدوین کی حماقت کی گئی ہے۔ اس میں قرآنی ملکیت اور حفاظت کبریٰ کے اصول
 بیان کیے گئے ہیں کہ اگر کچھ ہو، چاہیے۔ اور قرآن کے لیے کیا قرآنی ضروری ہیں۔

اس سورۃ مبارکہ میں اویہ اللہ اور عیدہ الشیطان کی بچہ کی گئی ہے۔ عورت
 کی تخریب دی گئی ہے۔ نخل کی زیت بیاہی ہوئی ہے۔ سو کی موت اور عورت کے قریبی
 کا بیان ہے جملہ عبادات غار، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل ہیں۔ معاشی اور اسے حقوق
 نکاح، طلاق، کفو، عیال وغیرہ کے احکام ہیں۔ دیوانی اور قریبی عبادات لکھیاں ہیں۔ عورات
 میں قصاص اور دیت کے احکام ہیں۔ اصلاح معاشرہ، جہاد، لڑائی، جیل، مرثیہ، فخر اس
 سورۃ مبارکہ میں مسیکنان، یتیموں، یتیموں میں بیان ہوئے ہیں

اس سورۃ کا نام سورۃ جزہ رکھا گیا ہے۔ بقراءہ و طریقہ لکھنے کے لیے بلا جانت
 تاہم عربی زبان میں یہ لکھا گئے اور بیل دونوں کے لیے مشترک ہے۔ اگر وضاحت کی ضرورت
 ہو تو بیل کے لیے قرآن کا لفظ بھی روا ہے۔ ہر حال اس سورۃ مبارکہ میں جو بقراءہ کا ذکر ہے
 کہ وہ خبر پر آمادہ ہو۔

نام اور لکھت

قرآن پاک کے احکام و حدود کے بعد اوشاد، مع کرے دے دگن کے بجائے اس
 سورہ کی دوسری جہتی یا دوسری کتب میں چھپائیں دگن میں اس میں چھ جہزہ دوسری
 فہم اور چھ جہزہ چھ جہزہ میں

سورہ فاتحہ کے پتے چھ میں اس قرآن کی نہ آئے ہے۔ اور چھ جہزہ میں چھ کے
 طرف سے اس بات کا قرآن ہے۔ کہ وہ سورہ ای کا جہزہ گزرتے ہوئے ای کی کثرت
 کا طالب ہے۔ تیسرے جہزہ میں اس قرآن سے دعا ہے کہ اے خداوند العزیز العلیہ
 نے پورہ دگا۔ ای میں بہت دھستے کی طرف رہنمائی فرما۔ چنانچہ اس دعا کے جواب میں اس
 قلم نے اوشاد فرماتے ہیں کہ جس باریت اللہ نے نہانی کی تیس ضرورت ہے ذرۃ البکب ذرۃ
 و شہ غایہ کتاب ہے جو کہ وسیع جہزہ ہے۔ اس کا سنہری کے ساتھ پڑھا۔ سورہ فہزہ
 سورہ فہزہ میں پڑھا ہے

قرآن پاک میں بیان کردہ واقعات عام طور پر کئی سورتوں میں آتے ہیں مثلاً فہزہ کا
 واقعہ قرآن پاک میں تقریباً پانچ سو مرتبہ بیان ہوا ہے۔ ای جہزہ حضرت ابی حنیفہ السد کا واقعہ
 حضرت ابی بکر صدیق کے واقعات مختلف جہزہ میں بیان ہوئے ہیں۔ تاہم یہ کہنے کا واقعہ
 صرف سورہ الفہزہ ہی میں بیان ہوا ہے۔ قرآن پاک کے کسی دوسرے جہزہ پر اس واقعہ کا کوئی حصہ
 نہیں آیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں دین کے تمام مہمات یعنی
 ہم باتیں یکجا دی گئیں ہیں

اس واقعہ کی اہم ترین بات اشراۃ صفا کا اثر یہ کہ یہ بیان سورہ فہزہ ہے۔ جب ہی اس کی
 کہ ایک آدمی قتل ہو گیا۔ تو انہوں نے کوئی جہزہ السد سے اس سورت میں دریافت کیا۔ انہوں نے
 کہا کہ حدیث صحیحی فرماتے ہیں کہ کائناتے ذرا کر دو۔ اس کے کثرت کا ایک غلام نے کہ جہزہ پورہ
 کر دو خود کر دو بتائے گا کہ اس کا قتل کون ہے۔ جی اس کے لئے ایسی ہی کہ قوم وہ ذرا ہو گیا۔
 اور اس نے اپنے قاتل کی نشان دہی کر دی۔

اور جو جد کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جوانی کے عہد میں انسان کی عقل مضرب ہوتی ہے۔ انسان پر
خود شک کے کاغذ ہر آتے۔ اس لیے اس عمر میں اکثر لوگ مجاہد میں کام لیتے ہیں۔ جب انسان
پر جمہور آجاتا ہے۔ تو ظاہری قوتی کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف جدات انسان کے
قلب و دماغ میں گھونٹ مچاتی ہوتی ہے لہذا اس عمر میں بھی انسان مجاہد سے کمزور رہتا ہے۔ لہذا
اس کی بڑی اہمیت اور بہت زیادہ ضرورت ہے۔

اس واقعہ کی بنا پر ہم ہر سعادتمند یعنی جدات کا بہت احترام ہے۔ یہ اچھا واقعہ
ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **كَذٰلِكَ يُخَيِّطُ اللّٰهُ لِكُلِّ فِرَاقٍ** اس فرقے کا ساتھ
تھانے کے لئے تدبیر کر رہا۔ یہی حرج مصادر میں سب کا دوبارہ زندہ کر رہا۔

یہ تمام دین کے بنیادی اور اہم اصول ہیں۔ باقی چیزیں ان کے ضمیمے میں آتی ہیں۔ پس
ایک دوسرے میں غلط فہمی سے دین کے بنیادی اصول اور سعادت سمجھائے ہیں۔ اس لیے اس
سورۃ کا نام سورۃ بقرہ رکھا گیا ہے۔

اس دوسری سورۃ بقرہ کے فضائل اور اس کے عجیبی مضامین کا مختصر آئیں برا۔
ابتداء دوسری میں اشارہ اللہ تعالیٰ کے تعلق سے کیا جاتے گا۔

اعلام خداوندی
مردانِ عظیم

ابو ہر قمر کی آیات کے احکام پر ایمان ہی عزہ نہی ہے۔ خواہ ان احکام کی تعلیم واضح ہو یا غیر واضح۔ مثلاً نماز پڑھنے میں خشیت یہ ہے کہ انسان اپنے صبر کے سامنے تواضع کرے۔ اور اپنے صبر کا ٹکڑہ لاکر تے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ جو کہ عبادت کا ثبات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت پیش کر کے کی حکمت داخل واضح ہے۔ اسی طرح روزہ کا مقصد نفس کو دہانا غرور کو مٹوانا ہے۔ اگر انسان میں غرور کی روح پیدا ہو گئی۔ جو کہ اس پر اس سے خواہش ہو نفسانی پر غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ بھی واضح حکمت ہے۔ روزانہ کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس میں دو بڑی تعلیمیں ہیں۔ پہلی یہ کہ مسکین کی حاجت پوری کی جائے تاکہ کوئی غریب بھوکا یا سار نہ رہے۔ اور دوسری یہ کہ انسان نفل کے بارے میں پاک ہو جائے۔ جو نفس اپنے دل سے روزانہ نکالتا ہے اور اس میں نفل کی بجائے نماز کا اور دوسرا برا۔ لہذا روزانہ کی حکمت بھی واضح ہے۔

اب بعض احکام ملتے ہیں جن کی حکمتیں بڑی گہری ہیں۔ اور ہر آدمی انہیں نہیں سمجھتا۔ مثلاً ان کے ارکان بخلاف ان کے بیت اللہ شریف کا طواف۔ یعنی اور عبادت کا ذات ہے۔ جلوت کی کہی ہے۔ ان احکام کی حکمتیں نہ صرف محدود ہیں۔ مگر ان پر ایمان رکھنا اس کے معانی حاصل کرنا ہر حکمت کے لیے لازم ہے۔ اور بھی احکام کی حکمت واضح نہیں۔ ان کے متعلق زیادہ کہہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ان احکام کی برکات میں قہل کرنی چاہیے۔ خواہ وہ احکام آیات و حکمت کے ہوں یا آیات و مشاہدات کے ہوں۔

عزیز اللہ علیہ
سید محمد

اسی طرح عبادت و مشاہدات کے بارے میں بھی زیادہ کہہ کرنا کا حکم نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی ایسا معلوم نہیں ہوا جس نے عبادت و مشاہدات کی گہری اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ جو کچھ نصیحتیں پہنچا رہے ہیں۔ وہ صحابہ کی نہ تک نہیں چاہتے ہیں۔ ان کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہی عبادت کے معانی ہی معلوم نہیں۔ ان کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے چنانچہ

مصدق کریم کے اندر میں بھی بعض کج ذہن کے لوگ تھے۔ جن کے متعلق سوال کرتے تھے ۔
حضرت علیؑ کے بعد خلافت میں بھی بعض لوگوں نے اسی عناد کے صفائی پر اچھے۔ بعض نے
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسکا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے غریب ذہن
یعنی ذہن کو قرآنی کریم کے قریب کرنے کے لیے کچھ بھی بتائیے۔ اس کے بعد دوسرے
مفسرین کریم نے بھی اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان عناد کے صفائی یا ان فراموشی پر ان میں
سے کوئی بھی معنی اعلیٰ نہیں ہے۔ بعض احوال اور علیؑ غائب سے کچھ صفائی یا ان کرشمے میں تاکہ
ذہنی قرآن پاک سے دوسرے ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بعض صحابہ کرام اور مفسر صحابہ کے
اقوال ملتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ کا قرآن شہد اَلْحَقُّ كِتَابٌ رَسُوْلًا میں ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی
دانہ کی بات ہوتی ہے۔ یعنی ہر کتاب کی ہر چیز واضح نہیں ہوتی بلکہ اس میں کوئی نہ کوئی چیز
پاشیدہ بھی ہوتی ہے۔ ہر عام انسان کی کمر سے یاد ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں
وَبَشِّرِ الضَّالِّينَ اَوْ اَكْبَرُ الشُّوْبِ یعنی قرآن پاک کے اسرار اس کی ابتداء میں حروف متعلق ہیں
حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے متعلق شے کہ اَلْحَقُّ كِتَابٌ حَقٌّ یعنی ہر کتاب
میں کوئی نہ کوئی چھاتی ہوئی یا منتخب بات ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم میں ایسی بات حروف
تبی اسکا وجود نہیں۔ جنہیں ہر آدمی کا کھینا ضروری نہیں۔

۴۰۔ ہر بنی خلیلؑ اور ان کے نبی نے باقی کو صحابہ کریم کی زبانت کی ہے۔ ان سے
علم حاصل کیا ہے۔ آپ نام ابوسفند کے مذاہب ہیں۔ جب آپ سے حروف متعلق کا مطلب
پوچھا گیا تو فرمایا بَشِّرِ الشُّوْبِ كِتَابٌ حَقٌّ یا اللہ کے راہیں۔ ان کے پیچھے مت بڑھو۔ ہر
مکتبہ گراں نہیں کھنے میں ناکام۔ ہر آدمی کی غلط چیز میں مت بڑھو۔ ان تو انہیں صرف بڑھو
لیا کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے ہر حرف کی خداست پر

منہ تغیر نہ کرے اور نہ ہی

منہ تغیر نہ کرے اور نہ ہی

منہ تغیر نہ کرے اور نہ ہی

منہ تغیر نہ کرے اور نہ ہی

دیں نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔ جو مومن ان عبادت کو پڑھے گا جسے میں نیکیاں حاصل ہوں گی
یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوال تلاش کرنے میں کوشش نہ کرو۔

امام ذی الذیضیٰ کو ساتویں صدی ہجری کے بڑے غیر منفرد ائمہ گذشتہ ہیں۔ جس میں حضرت
صدیق اکبرؓ، امام علیؓ، امیر المومنینؓ اور چوتھی صدی میں ابو جریج صاحب ہوتے ہیں اسی طرح آپ کا اہم
تھا ابو جریج صاحب منیٰ تھے۔ اور امام ذی الذیضیٰ تھے۔ امام ہیں جو یہ خود مجتہد صاحب مذہب تھے۔
اور کسی کے مشد نہیں تھے۔ ابو جریج صاحب نے صرف احکام کی تفسیر کی ہے۔ یعنی قرآن پاک کی کثرت
ان آیات کی تفسیر رکھی ہے۔ جس میں احکام ہیں برائے ہیں۔ البتہ امام ذیضیٰ نے بھیستوں پر اسے
بلکہ مکمل تفسیر کی ہے۔ اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ چنانچہ تفسیر آپ کے نیت قابل
شکر و درود ہے کی اس تفسیر کی آخری دو جلدیں امام ذیضیٰ کی اپنی تالیفات نہیں۔ بلکہ آپ کے تلامذہ
کی ہے باقی آخری جلدوں کا تہہ جو پہلی جلدوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا
اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہ شرف عطا فرمایا۔

حدوث مقطعات کے متعلق امام ذیضیٰ کا قول یہ ہے کہ اللہ سورۃ بقرہ کا دوسرا
نام ہے۔ ایک نام بقرہ ہے۔ اور دوسرا اللہ ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اللہ اور دیگر حدوث مقطعات کہ بعض حصہ
حقیقی وغیرہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ امام ذیضیٰ نے ایک حدیث ذکر کی ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے چوبیس نام ہیں۔ اس میں پہلے قدم ہم آسمان کہاں ہیں نقل فرماتے ہیں۔
سائے ایک کے جو اس نے مخصوص کر دیا ہے۔ اور کسی کو نہیں دیا۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ اللہ
جی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جیسا کہ حصہ کے متعلق امام ابن کثیر نے
نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اللہ تعالیٰ وہ حصہ کا واسطہ کر رہا ہے۔ کہ لائق
مجدد وہ نہ کہ لائق حصہ قبل اللہ ہے۔

ت تفسیر کی ہے

ت تفسیر کی ہے

ت تفسیر کی ہے

ت تفسیر کی ہے

اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اب جب کہ نیت کھٹک رہی ہے اب واسطہ پیش کرنا
بہتر ہے۔ ختم کا واسطہ پہلے کیوں نہ دیا، اگر ہم لڑائی شروع نہ کرتے۔ اب ہم لڑائی نہیں چاہتے
اس منظر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ختم جو عہدوں منقطعات میں سے ہے
یہ اللہ کا نام ہے۔

بعض اس کی توجیہ میں کہتے ہیں کہ عہدوں منقطعات کا ہونا ہم نہیں بلکہ بعض امور
کی طرف اشارات ہیں مثلاً اٹھ کا اشارہ اس کے ذالی ہم اللہ کی طرف ہے۔ سن سے مراد
وہ ممکن ہے۔ اور اسی طرح آٹھ کا اشارہ کافی کی طرف ہے لیکن اشارہ ہم تعلیم کی طرف
ہے۔ اور سو سے مراد ملک اور ہم گیر ہے۔

منقطعات
اس کے ذالی

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ عہدوں منقطعات قرآن پاک کے نام میں بھیجے ختم
ہیں۔ آیت وغیرہ۔ حضرت ام شامہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کتب الفرائد میں تحریر فرمایا
کہ جو اسماء میں عہدوں منقطعات پر بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی طرح
پر یہ فہم دیا ہے۔ کہ جس سورۃ کی ابتداء میں یہ عہدوں آتے ہیں اس سورۃ کا خلاصہ اور عزائم
ان عہدوں میں ذکر ہے۔ ان عہدوں سے سورۃ کے مضامین کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ الفاظ
چلے جاتی ہیں۔ بھیجے کی غرض کے لیے مثنوی۔ قاضی امیر سلطان آباد کا وغیرہ کے الفاظ استعمال
ہوتے ہیں۔ یا اس طرح کہہ دیں۔ بھیجے تعلیمی ڈگری دی گئی ہے۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی ڈی
ڈاکٹر آف لٹریچر وغیرہ کے الفاظ ہوتے ہیں۔ انہی سے کسی کی شخصیت کی علمی قابلیت کا پتہ
چلتا ہے۔ بالکل اسی طرح عہدوں منقطعات کے ذریعے کسی سورۃ کا خلاصہ یا اس کی سرخی
بیان کی جاتی ہے۔

منقطعات
بجائے تعلیمی

امیر محمد تیسری صدی کے جیسے عمرانی، لکھوی اور منت واسب کے نام تھے اپنی
مشہور کتاب کا نام ہے اور فرماتے ہیں کہ ان فیض و منبع عہدوں منقطعات میں پہنچے ہیں

تہ تحریر محمد علی شاہ

تہ تحریر محمد علی شاہ

تہ تحریر محمد علی شاہ

تہ تحریر محمد علی شاہ

کرنے دیا دلو! یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلمہ ہے تم بھی اس جیسا کلمہ جان کر ان دلوں میں
لے آئی صورت میں قرآن پاک نازل کیسے مگر تم اس کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے، ان لوگوں
میں تو یہ قہر جھلکتا ہے کہ تو اس میں ایک سرور بھی جان کر نہ مگر تم بھی ایسا کرنا کرتا ہی نہیں
کئے کہ قرآن بھی خدا تعالیٰ کا نازل کیا ہوا نہیں ہے۔

عربی زبان بڑی فصیح و ریشہ زبان ہے۔ نازل قرآن سے تقریباً نو سو ہزار سال پہلے
عربی زبان کی ترقی شروع ہوئی اور اس عرصہ میں وہ بے کمال تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ عرب
لوگ اس زبان کے سہرے سمجھے جاتے تھے۔ اسی لیے وہ غیر عربوں کو بھی اس میں لگنے کہنے تھے عربی
زبان کا شہرہ ادب کا ذخیرہ کمال دہے کتبہ۔ چار سو برسوں میں پڑھا جاتا ہے۔ تو اس
قرآن یا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا ہے، فَتَرَاهُ تَعْرِبُ عَنْ تِلْكَ لُغَتِهِمْ
فَتَعْلَمُونَ کہ عربوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نام اور امت دنیا یافتہ۔ انہی اہل زبان کے سامنے آگئے
انہی کے سامنے کلام فصیح پریش کیا گیا کہ اگر کوئی ہے تو اس جیسا کلمہ جان کر اسے عطا کوئی بھی اہل زبان
اس پہنچ کا جواب نہ دے سکا۔

امم انھیں اور مسخر نصیر خدا تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہر جہاں مصلحتات قسم
کے سمجھ میں استعمال ہوتے ہوں۔

بعض فرماتے ہیں کہ ان صورت کو قرآن کے اقتدار کے لیے لایا گیا ہے۔
شَوْصَوْرَةٌ فَاتَمَّزَ عَنْهَا الْعُقُودُ بِحَيْثُ وَكَلَّاهُ تَقِيْنُ پر ختم ہوئی۔ تو دوسرا
کلام شروع کرنے کے لیے آگے بڑھا گیا۔

حضرت عبداللہ ہی جو اس کے نغمے میں ہی بحث و تمجیس کرنے والے لوگ ہیں
ہو گئے تھے۔ جو اس قسم کے سعادت میں تمجیس کرتے تھے۔ چنانچہ آپ سے آگے
کامیابی دریافت کیا گیا کہ تو فرمادے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَللّٰهُ تَعْلَمُ

۱۔ تمجید کی پہلی تمجید زبان میں ۲۔ تمجید کی دوسری تمجید زبان میں

تمجید کی تیسری تمجید زبان میں

بعض فراتے ہیں کہ قرآن کریم کے ہر ہر لفظ کی حکمت کی جانی چاہیے تاکہ ہر لفظ کا مطلب حاصل ہو، خواہ اس کا مطلب گویں آئے یا نہ آئے۔ تاہم فوہم آہر بیانہذا کہ حاصل ہوا بعض فراتے ہیں کہ صورتِ شطحات کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو ایک سچا و ظاہر فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام تو انہی ہیں۔ آپ نے کوئی آشت و خوانہ نہیں کی جب تک کوئی تعبیر حاصل نہ کر سکے، ایک انہی عبادت تھی جسے پڑھ لکھا ہے۔ مگر پیغمبرؐ آفران ہی جیسا کہ لکے انہی جو سن کے باوجود ان احادیث کو پڑھنا ایک غیر ممکن چیز تھی۔ مگر وہ ملاحظہ فرمائیے کسی مکتب میں یا غریب اور کسی امتیاز سے پڑھنا۔ اس پر جس کے اہل۔ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ صورتِ شطحات نازل فرمائے۔

امام بیضاوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علیہ منقولہ ہے کہ میں نے اکثر تفسیروں میں اہم مسئلہ کی تعبیر سنی ہے۔ آپ کا نہ نہ شکاروں کی قرآن کا ذکر تھا۔ آپ اللہ کی تائید اس طرح کرتے ہیں کہ صورتِ شطحات کے اختتامی آخری حصے سے لکھا ہے۔ تمام درمیان سے ہم جوتوں سے لکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ صورتِ شطحات۔ تو سوا اور ابتدائی حصے سے لکھا جوتے ہیں۔ اسی طرح انہی کے کوہ کی بتدریج لکھا تو ہمیں فرمائیے کے ذکر سے برنی چاہیے کہ اہم بیضاوی نے صورتِ شطحات کو اللہ کے ذکر کے ساتھ ہم دیکھا ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ نے فراتے ہیں کہ مجھے کئی اور ذیل طرز پر معلوم ہوا ہے کہ اللہ کا مطلب وہ غیر دینی نہیں مجرب ہے۔ جو اس دینی اور غیر ممکن واسطے عالم میں اگر متبہ ہو گیا ہے اور لوگوں کے لاپ اور عہد و خیر کے مطابق ان کی شکل سے تصدیق ہے۔ یہ فیض عہدہ اعمال قاسمہ۔ اقوال کا سدہ کی تذکرہ کرتا ہے۔ اور بہت اور اعلیٰ درجہ کا ذکر کرتا ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تفسیر تھی جس کی پیش کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ساری صورتِ فقرہ میں اللہ کا یہی اجمالی معنی نظر آتا ہے۔ اس صورت میں

نہ لکھا جوتا
مگر لکھا کہ جوتے

حضرت امام شاہ
ولی اللہ کا قول

۱۔ تفسیر و تفسیر ۲۔ تفسیر و تفسیر ۳۔ تفسیر و تفسیر ۴۔ تفسیر و تفسیر

۵۔ تفسیر و تفسیر ۶۔ تفسیر و تفسیر ۷۔ تفسیر و تفسیر ۸۔ تفسیر و تفسیر

لوگوں کی غلبہ دل کا مقابلہ، قرآنی کی تشریح اور تحقیق اور ایسے اقوال و عقائد اور بڑے اخلاق کی اصلاح کے متعلق ہی مضامین پسے جاتے ہیں۔

بعض تفسیری فرماتے ہیں کہ آیت کا شاعرانہ انتظامت علی ضربی کی طرف ہے۔ اِن آیت میں قَامُوا رَبَّنَا اللَّهُ فَعَمَّ شُكْرًا عَمَّا مَنِ ثَمَرِ عَمَّ ہر شائستہ انتہا کرنی چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ آیت کا شاعرانہ لہجہ کی طرف ہے۔ یعنی وہ چیز جو بدعت اور لہجہ کہنے سے حاصل ہو۔ جیسے وَالَّذِينَ جَاءَهُدُ قَافِلَتَا الْهَيْدِ يَهْتَدُونَ سُبُكْتُ ۔
یعنی جو لوگ جاسی طرف لہجہ ہو کریں گے۔ ہم عز و دان کو راہ تجویز گے۔ اسی طرح صورت یہ کہ یہ ارشاد ہے کہ انسان کے دل میں نہ تھا نہ کی محبت اور محبت ہوئی چاہیے۔

موردی صاحب نے جی کتاب تفسیر تفسیر القرآن میں ایک نہایت ہی غلط بات لکھی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ آیت کا معنی ہے اُنہوں نے مسودہ بن کر جو میں ملنے والی جمل گئے۔ اس کا مطلب یہ کہ لوگ کے معنی جاتے تھے جو میں ملنے والی جمل گئے۔ یہ تو اکل بن چکا اور اگر کوئی کہے کہ اس میں ذرا اور مضمون کا کہنے جو معنی میں کہے ہیں وہ میں نے عرض کر دیا۔

مفسر قرآن فرمائی گئے ہیں کہ قید مصری زبان میں آیت کو اس کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ جس میں نہادوں میں حرکت ہوا۔ اور وقت کی شکل میں لکھے جاتے تھے۔ یہی آیت کے دو کچھ شکل ہوتے تھے۔ ایک معنی آتے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سورہ آیت کے ماقومنا میں ہے۔ کیونکہ اس میں گائے کا ذکر بیان ہوا ہے۔ آیت کا دوسرا معنی اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ تو قرآن بتا گئے ہیں کہ ہر جگہ ہے کہ یہ حرکت اس سورہ کے مطابق استعمال کیے گئے ہوں۔

ابو جلال الدین سیوطی اور بہت سے مفسرین آخری بات یہ فرماتے ہیں گئے۔ اَنَلَمَّ اَنَلَمَّ بِعَسَادٍ کہ آیت اور دوسری حرکت غلطی کی مراد اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

موردی صاحب
کا تفسیر

مفسر قرآن
کا قول

مفسرین

جس تفسیر قرآن میں

جس تفسیر قرآن میں

جس تفسیر قرآن میں

جس تفسیر قرآن میں

اَعْتَبْ بِذَلِكَ وَصَدَقْتَ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں
 جہاں مشکل واقع ہے۔ اللہ پر ضروری نہیں کہ ہم اس کے معانی ضروری معلوم کر سکیں۔ اس کا
 احسن طریقہ یہ ہے کہ یہ مواد اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب دینا چاہیے۔ کہ ان حروف سے
 اللہ تعالیٰ کی جو بھی مراد ہے، وہ برحق ہے۔ اور جہاں اس پر ایمان ہے۔

اَعْتَبْ وَصَدَقْتَ

الْقَا
وَرِسْ سَمِ

بِقَدْر
رَبِّهِ آءِ

لَقَدْ اَقَامَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

شروع کرنا ہوں انشاء تعالیٰ کے نام سے جو میری ہر بات کو قبول فرماتا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ

مَع

وَرِسْ

اَلَّذِيۡنَ اٰتٰهُمُ الْكِتٰبَ لَا رَيْبَ فِيْهِمْ هٰذَا هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ ۝
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُعْطِيْنَ الصَّدَقَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُ
يُسْقُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِمَّا
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَيَاۤخُوْذُوْهُ هُمْ يُؤْفِكُوْنَ ۝
اُوۤسَبٰتٌ
عَلٰى هٰذَا مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَاُوۤسَبٰتٌ هُمْ الْعٰقِلُوْنَ ۝

ترجمہ: ۱۔ اَلَّذِيۡنَ اٰتٰهُمُ الْكِتٰبَ ۱۔ یہ کتاب انہیں شک اس میں ہے، یہ انہیں کرنا
ہے متقین کی ۲۔ جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں خدا کو۔ اور
جو روزی ہی مہم ہے ان کا دے رکھی ہے اس میں سے خرچہ کرتے ہی ۳۔ اور
وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں، اس میں چیز پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اُمی چیز
پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہی ۴۔ یہی
لوگ ہی ایمان پر جو اس کے وہ لوگ کی طرف سے ہے اور یہی لوگ مرد کو پہنچنے
وہے ہیں۔ ۵۔

خلفاء
کی مکتب

عربی میں ذیل اشارہ بعید کے لیے اور ہذا اشارہ قریب کے لیے استعمال ہوتا ہے
یہاں پر لکھنا کہ اس کتاب میں قرآنی پاک کے لیے جو رہی ہے۔ ایسا اہم شاہ ہذا
استعمال ہوتا ہے تھا یعنی یہ کتاب۔ نہ کہ ذیل یعنی وہ کتاب۔ اس خیال کے متعلق مفسرین
کرم فرماتے ہیں۔ کہ یہاں پر اشارہ بعید استعمال کرنے کا مقصد اس کتاب کی عظمت و شان
لے تفسیر میں شامل ہے۔ تفسیر قرآنی لکھی شدہ ہے۔

کا اناں ہے۔ لہذا ذہن الفجیبت کا سمجھنا یہ ہو گا کہ یہ وہ کتاب ہے جو پٹے کمال صالحی ۔
 وقافیہ اسرار اور بہت کی جنسی کی وجہ سے کتابیں کے غصے غائب اور انسانی انکسار کے جوڑا
 سے بہت جذبہ لہذا اس کے لئے ذہن کا اشارہ استعمال کیا گیا ہے ۔

مصری کر ایک دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہی پہلی کتابوں میں قرآن پاک کے حقوق
 و جنسی گونا گوں موجود تھیں ۔ چنانچہ قرآن میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ
 میں تجھے جہانوں میں سے تیرے جیسا ایک بنی ہوا کروں گا ۔ اور اس کے من میں پانچوں ناموں
 کا ۔ اور وہ حکوم ہی وہی الہی قرآن پاک ہے ۔ تو یہیں پر ذہن الفجیبت کا سمجھنا ہے کہ یہ وہی
 کتاب ہے ۔ جس کی پیشکش گزشتہ پہلی کتابوں میں کی گئی تھی ۔

یہ اس کا سمجھنا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جسے چلتے چلتے روح محفوظ ہے یہ عزت
 میں نکل گیا ۔ اور پھر وہ اس سے تیس سال کے ۶ مصر میں بندہ کی علیہ السلام پر نازل کیا گیا
 یا وہ ہے کہ بہت عزت آسمانوں میں ایک مضمون ہے ۔ جہاں پر قرآن پاک ایک وقت منتقل
 کیا گیا تھا ۔

حدائق
 لاہور

ذہن الفجیبت کا نام غرض سے یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ۔ مگر اس سے مراد یہ نہیں
 یعنی چاہئے کہ کوئی دوسرا شخص اس حکم میں شک و شبہ نہیں رکھتا ۔ بلکہ جہاں تک شک و شبہ نہیں
 قرآن پاک کی صداقت پر شک کرتے تھے ۔ اسی لئے قرآن میں ان لوگوں کی جیسے
 کیا ۔ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا لَمَّا نَرْوِیْہُمْ اٰیٰتِنَا لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ
 کوئی شک ہے ۔ جو ہم نے اپنے بند پر اتاری ہے ۔ فَ اَنْتُمْ اَبْصَرُوْا مِّنْ قَبْلِہُمْ
 تو اس میں ایک صورت بھی بنا کر دے ۔ تمہاری قیامت کا پتہ چل جائے گا ۔ مطلب یہ کہ مشرکین کو فرما
 اس حکم میں شک کرتے تھے ۔ تو یہیں پر ذہن الفجیبت کا سمجھنا یہ ہے کہ وہ تو جو شخص اسلام میں
 گھر میں شک و شبہ والی کوئی بات نہیں ۔ مگر کوئی شک کرتا ہے ۔ قرآن اس کی اپنی خطی اور
 دفع کی قادی ہے ۔ وہ شخص غصب اور غم کی وجہ سے شک کرتا ہے ۔ لہذا اس کتاب

میں تو کوئی غامی نہیں۔

شیخ الحداد
کا کتبہ

شیخ الحدادؒ کو انکو اللہ عزوجل نے پیش کر رکھی چیز کے بارے میں شک و شبہ کی تردید ہوتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اہل چیز میں واقعی کوئی نقص برائے جس کی وجہ سے شک پیدا ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسی چیز میں تو کوئی شک و شبہ یا نقص نہیں ہوتا مگر شک کہ خدا کے پختہ داغ کی خرابی اور خلل کی وجہ سے ملے، اور پھر مشکوک نظر آتا ہے ظاہر ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت اس کا ایک ایک خدا کا کلمہ ہے پاک ہے اس میں نہ کوئی کذب یا نالی ہے نہ نہ ہی کوئی خلاف واقعہ چیز ہے۔ یہ تو محض شک کر رکھنے کے پٹے ذہنی کا خور ہے۔ جو اس کلمہ پاک میں شک کرتا ہے۔ مشرکوں اور منافقوں کے دماغ خراب تھے جو قرآن پاک پر اعتراض کرتے تھے، آج کل کے علماء کے ذہن بھی پرانہ ہیں جو قرآن پاک کے احکام پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ قرآن پاک کی کوئی بات مشکوک نہیں۔ بلکہ تو ضعیف و ناتواں ہدایت ہے۔

حضرت مولانا شیخ الحدادؒ جو میری بانی بہائی شخصیت میں، میرے شاگرد ہیں انہیں کا تذکرہ ہے۔ یہ تو میرے اپنے شاگرد ہیں میری کے اور نہ کیا تھا۔ تقریباً دو سو تین کامنٹیج بھی ملے تھے جنہوں نے یاد چلتے ہوئے، حاشیہ لکھ کر آپ کے شاگرد شیخ الحدادؒ سے خدمت مولانا شیخ الحدادؒ کی خدمت میں ہی سب فرائض ادا کر دیے آپ کا کیا برادر محمد قرآن پاک اور ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں بہت سے لوگوں نے لکھے ہیں، چنانچہ سب سے بڑا شاعر رفیع الدین محدث واقعی لکھے۔ یہ سب اسی عقلی ترجمہ ہے۔ اس کے ذریعے احادیث کے معانی سمجھنا سہل ہے۔

آپ کے بعد درگاہ کا مدار مولانا محمد شاہ عبد القادر جوئی کا ہے۔ یہ بہترین عالم و ترجمہ ہے آج کل کا مدار مولانا محمد شاہ بیہوش نہیں کر سکے۔ اس کے بعد درگاہ کا مدار شیخ الحدادؒ

مولانا محمد قرآن پاک علیہ السلام اور ان کی خدمت میں

نہ صاحب دینی حضرت مولانا محمد علی علیہ السلام کی آپس میں دینی

کا ترجمہ میر حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ آپ نے قرآنی پاک کے متعلق
 بحث کی کتنی علمی ہیں۔ انی گویہ کے متعلق اور پھر رابطہ کے ساتھ میں اور اصول کے بارے میں
 آپ کی کتب موجود ہیں۔ آپ کی تفسیر علمی ہونے کی بنا پر ذرا مشکل ہے۔ تاہم یہ ہندو اور دو تفسیر
 ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے علماء کو اس نے قرآن لکھے ہیں یہ آپ کے پاس ہوا تو مجھے ہے۔ یہ
 مولانا محمد علی دہلوی کا ہے۔ انہوں نے نہایت اعلیٰ اور عام فہم ترجمہ کیا ہے اور اس پر تفسیر
 لکھا ہے۔

میں نے پہلے
 دایت

فرمایا یہ وہ کتاب مقدس ہے۔ جو شک و شبہ سے پاک ہے اور هٰذَا بَلَدٌ مُبَارَكٌ
 قرآن پاک متعلقوں کے لیے دایت ہے۔ یہاں پر یہ اشکال وارد ہوتے ہیں۔ کہ دایت آفرین
 کے لیے ہوئی چاہیے تھی سبکی آری ہے ہی دایت یافتہ ہیں۔ ان کے لیے دایت ہونے کا کیا
 معنی؟

اس ضمن میں شاہ عبدالغنی اور بعض دہشتہ حضرات کو فرماتے ہیں کہ متنی سے مراد
 ہیں۔ ہنگے دالے اور ڈالنے والے لوگ اور تفریق کی طرف جانے والے لوگ۔ یعنی جہنم میں ہند
 اور غیر ہندوں میں۔ یا یہاں تک کہ وہ تفریق اختیار کرنے والے لوگ ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں
 کہ اس قرآن کو پڑھیں گے۔ انہی میں تفریق پیدا ہوگا۔ یہ صحیح ہی جائیں گے۔ مفسر یہ کہ اگرچہ
 آج کے لوگ سب ایمان والے ہیں مگر اس قرآن پاک کی برکت سے آئندہ زندگی میں تفریق اختیار کرینگے۔
 شاہ عبدالغنی فرماتے ہیں اس کا معنی سمجھانے کے لیے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بڑا
 علمبردار ہو جس کے ہاتھ میں ہندو کا علم ہو۔ اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس قرآن نے
 فعال اس کو دھرم دیا ہے۔ اور کچھ کن کا تفریق ہے۔ اگر اس کی اس کے دھرم میں وہ طاقت
 پیدا ہو جائے۔ جس سے اس قسم کے کڑی جہاں پیدا ہو سکے ہیں۔ مفسر یہ کہ فرماتے ہیں کہ
هٰذَا بَلَدٌ مُبَارَكٌ کا مطلب یہی ہے کہ اس قرآن پاک میں ایسی تاثیر ہے کہ جو اس سے

شاہ عبدالغنی دہلوی کے مدد سے

تفسیر قرآن دہلوی سے دہلوی

قرب ہوں گے۔ اس پر عمل کریں گے، وہ سختی ہی یہاں ملے گی۔ اس کا مطلب نہیں کہ یہ کتاب صرف تیسوں کو ہدایت دیتی ہے، بلکہ ظاہر اسی میں دوسری جگہ **هَذِي الْقَسْبِ** میں بھی آیا ہے کہ یہ تمام جہاں دلوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتی ہے۔

تقری کی
تقریب

حضرت علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے اس سے پہلے حضرت تقریؓ کا کیا منی ہے؟ اور انہوں نے جواب دیا **كَلَّمَكَ كَلَّمَكَ** کہ **كَلَّمَكَ** کا معنی یہ ہے کہ آپ کو کبھی ایسے راستے پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جہاں پر طرف راستہ دار جہاڑ ہوں۔ اور انہوں نے جواب دیا ہاں! بہت دفعہ ایسے راستے پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے تو حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا، پھر آپ نے کہا کیا کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہ **شَرِّكَتُكَ كَلَّمَكَ** میں نے داسی سمیٹ لیا اور پانی کا شعلہ لگا کر اسے میرے جھوکے کپڑوں میں ڈال لیا۔ پھر میں سلاخی سے ایسے راستے سے نکل گیا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا **هَذِي الْقَسْبِ** تقریؓ اسی کو کہتے ہیں کہ دنیا میں پیچھے ہونے کو، شرک، گمراہی، بدعت اور دیگر غلطیوں سے انسان بچ کر نکل جائے۔ جو شخص اس پر عمل سے داسی بچا کر نکل گیا۔ وہی تقریؓ ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے تقریؓ کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا **آلِہ کے علم کے سامنے کسی اور کا علم نہ اٹھ سکتا ہے اور یقین رکھو کہ تمام کام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔** لہذا جس شخص کا اعتقاد اور عمل یہ ہو کہ وہ تقریؓ ہے۔ کسی سے حضرت عبداللہؓ ہی کو جیسے دریافت کیا کہ تقریؓ کیسے کو کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا **أَلَا تَرَى قَدْ خَلَقَ الْوَقْنَ تَعْدِي**۔ یعنی تم نے غصے کی طرح اسے جھڑک دیا۔ تقریؓ کی طرح کہیں ہی کہہ دو ہوں کہ میری قسم ہے جب تمہارے اندر یہ چیز پیدا ہو جائے کہ سختی ہی ہوا گئے۔ حضرت مجتہد ملت ثانی کا قول ہے یہ

ہاں کسی معرفت خدا کو دست کو خود را از کافر ترک بہتر دانہ

یعنی جو شخص اپنے آپ کو انکار کافر سے بھی بہتر سمجھتا ہے۔ اس پر خدا کی معرفت ہو جائے آپ نے بہت بڑی بات کی ہے۔ کہ اپنے آپ کو انکار کافر سے بھی بہتر نہ سمجھے۔ یہ تو ظاہر

نہ تعبیر کر دیا

نہ تعبیر کر دیا

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ کسی نے اس سے دریافت کیا کہ خدا کی
جسکی کسی طرح بوسہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہاری وہ شخص بوسہ ہے جو
آتش اپنے الٰہی ذات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہو۔
ثانی اپنی پوری طاقت کے ساتھ اللہ کے لیے عمل کرنے والا ہو۔

ثالث یہ کہنے والا جس پر اسی طرح عمل کرنے والا ہو۔ جس طرح اپنے پروردگار سے۔
چوتھا جس طرح خود اپنے آپ کو برائیوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ چاروں چیزیں
کے لیے ہی وجود ہو۔ جس شخص میں یہ چاروں صفات ہوں جائیں گی وہ نجات ہی جائے گا۔

ابن ہشامؒ نے ایک جگہ ہوسے میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثمالیؒ
سے پوچھا کہ کیا بات ہے جہاں جائیں آپ ہی کا چرچا ہو آپ۔ لوگ آپ کے اس قدر
محبوب ہیں۔ سفیانؒ نے فرمایا کہ آپ کے وقت ہوسے ہوئے دیکھا ہے یہی آپ
کو ماری بات عبادت کرتے ہوئے جس پر آپ نے فرمایا ہے۔ یہ بات تقریباً
پہنچی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ تعزنی عطا کرتے، اُسے قبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔

ابن ہشامؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو حنیفہؒ کی طرح حکمت کے
مستوب چھے مئی کا تصور دیکھا ہے آپ کے یہ سزا سے موت کا خطر جاری کرتا ہے کہ سفیان جہاں سے
نئے سوال پر ہٹا دو۔ وجہ یہ تھی کہ آپ حکمت کے خطا حکم پر تہیہ کرتے تھے۔ انہیں غلام
سے منع کرتے تھے۔ ایک موقع پر سافروں نے عرض کیا، حضرت! تصور آ رہا ہے آپ
کو اگر قدر کرے گا وہ آپ کے لیے سزا سے موت کا حکم پہلے ہی جاری کر چکا ہے۔ لہذا
آپ یہاں سے پہلے جائیں۔ آپ نے غار کعبہ کا خط پڑھا تو دعا کی کہ اے پروردگار! اگر
مصور کے ہیں آپ کے قریب کعبہ سے ہی ہو جائیں گا۔ آپ نے یہی نعت دعا کی کہ تصور
نہیں ہی جاگ ہو گیا آپ کو بادشاہ نے بڑا ہی دیا۔ پچاس۔ پچاس ہزار روپے بطور عطیہ

اس طرح سمجھیں چنانکہ وہی ہے خود ذاتِ ظہر کہ انھوں نے جس کا قیاس بھی
وہی کیا کہ فَہُوَ الَّذِیْ یُفِیْضُ میں کہتے ہیں کہ اسے یہی اختیار ہے کہ وہی کے لیے کہوں
یا نہ کہوں، مَنْ فَرَدَ فَعَمِیْرٌ۔ چاہے وہ خود نہ کہے یا کسی اور کے کہے کہ وہی کے
ذائقے میں چاہے وہ اصل صورت کہ یہ سب باتیں ہیں۔ یہی ہے فَرِیْقٌ کہ اتفاق فی سبیل اللہ
میں لکھتے ہیں اور بحثِ احمد لکھتے ہیں۔ ایک کام کے لیے اندام کے ساتھ ایک دوسرے
فریق کرنے کا بھی یہی لکھتے ہیں۔ صحیح روایت میں لکھتے ہیں کہ فَرِیْقٌ کہ جس میں
وہیں کہ کافر بھی کہتے ہیں چاہتے ہیں کہ وہی کے ساتھ ہے جو اصل فَرِیْقٌ کیا ہے۔
اس کا کہنا ہے کہ وہی اور یہ بات ہو گئی ہے۔ فَہُوَ الَّذِیْ یُفِیْضُ یہی ہے کہ وہی کے ساتھ ہے
وہ بھی کے ساتھ ہے یہی ہے کہ وہی کے ساتھ ہے کہ وہی کے ساتھ ہے کہ وہی کے ساتھ ہے
سب اتفاق فی سبیل اللہ میں لکھتے ہیں کہ وہی کے ساتھ ہے کہ وہی کے ساتھ ہے کہ وہی کے ساتھ ہے
ہو گئے۔

[illegible]

تشیخ کی اکثری حضرت ابی ذی النبی قریباً لا یستلزم نفسہ کی روشنی سے کہ

مکھنے نہیں۔ وہ دیا نہیں دیتے تھے۔ قرآن پاک کتبے کہ جہودی نبی آخر الزماں کو
 "يُصْرِفُ ثَمَنَهُ يَكْفِيكَ يَصْرِفُ ثَمَنَهُ ابْنُ آدَمَ" اس طرح بچاتے ہیں جس طرح اپنی
 اولاد کو بچاتے ہیں۔ مگر یہاں نہیں دیتے۔ ہاں! ایسا کہ اور پھر شقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان
 رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہرگز آخرت وغیرہ تمام چیزیں غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہی خدائے سے یہ
 چیزیں بنی ہیں اسلام کو نہ جہودی بتاتی ہیں۔ لہذا سچی وہ ہیں جو ان سب پر ایمان رکھتے ہیں
 کہ یہ چیزیں برحق ہیں۔ اَمَّا وَحَقَّ

حقائق کی دوسری صفت ہے۔ اقامت صلوٰۃ قرآن متعین وہ ہیں وَ لَقَدْ مَنَّكَ الْغَلُوٰ
 جو خدا کو قائم کرتے ہیں۔ یہاں پر یُؤَدُّوْنَ الْغَلُوٰ یعنی نازدار کرتے ہیں۔ نہیں فرمایا ۔
 بلکہ اقامت کا اظہار استعمال کیا ہے۔ جو کہ بڑا کلمہ غلو ہے۔ اقامت کا مطلب یہ ہے کہ قیام
 کو کرا، تہجد، خودست، قرآن، سن، وصیات اور سجدات وغیرہ کو اسی طرح چھوٹے لایا
 جائے۔ جو لوگ ان تمام چیزوں کا خیال رکھتے ہیں اور ان سے غلو کا وضع کئے کے ساتھ نماز
 ادا کرتے ہیں، اقامت صلوٰۃ کرنے والوں سے وہی لوگ مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس
 نے اقامت صلوٰۃ کا معنی بھی کیا ہے۔ کہ نماز کے تمام ارکان کو ٹھیک طور پر ادا کیا جائے۔

ایسا واجب اور اقامت صلوٰۃ کے بعد حقیقی کی تیسری صفت یہ جان قرآنی وَ حَقَّ
 رَزَقْنَاهُ يُنْفِقُونَ یعنی متعین وہ لوگ ہیں جو جہودی نبی کو روزی سے خرچ کر سکیں
 خرچ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خرچ کرے۔ اور خرچ کی مختلف مدت میں سے بچا غیر
 پروا کرتا ہے۔ دوسرے قدر ظہر تیسرے قرآنی جو تمام خبرات۔ اس کے بعد سائیں۔ ہی ہوں ۔
 وہاں ۔ کہہ دوں ۔ بتاتی کہ جو کان کی حاجت ہوا ہے ۔ اس کے بعد اقامت کی دہائی
 ہے۔ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے دل دیا ہے تو وہ اس کے نام پر وقت کر جائے تاکہ اللہ اس کو
 آخرت میں فائدہ ہو حضرت عمرؓ نے اپنی بہترین زمین کے تعلق حضرت عبداللہؓ سے جو زمین
 کو میں چاہتا ہوں کہ اس کا فائدہ مجھے آخرت میں پہنچے۔ اپنے قرآن وقت کر دوں چاہی وہ وقت
 کہ دی گئی۔

کے دی پر نہیں رکھتے ہیں آخرت کے دن سے ملاقیات کا وہی یاد دنیا کا آخری دہی
 (LAST DAY OF THE WORLD) ہے۔ اسی لیے اس کو آخرت کہتے ہیں۔ لے
 دار آخرت یا آخرت کا گھر بھی کہتے ہیں۔ گویا یہ بھی ایمان کے اجر و عرس سے ہے۔ اسی
 طرح فرشتے، آسمانی کتابیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی صفات اور توحید پر سب ایمان
 کے اجر و عرس۔ تقدیر بھی ایمان ہی کا حصہ ہے۔ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا
 اللہ تعالیٰ کے علم و ارادے اور مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے۔
فرمایا جو لوگ مذکورہ صفات کے حاملین ہوں گے اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
مِنَ رَبِّهِمْ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ڈرتے رہیں گے۔ اُولَئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُونَ اللہ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ خروج کے سنی ہر آدمی کو پہنچنے والے ہیں
 تو مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کے جس ہر آدمی کو لوگ فلاح میں داخل ہوں گے اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
 کہہ کر، بچتے ہیں وہ سارا ہر آدمی کو لوگ فلاح میں داخل ہوں گے۔ جو لوگ اس ہر آدمی کو تسلیم کر کے اس
 پر عمل کریں گے۔ خروج پائیں گے۔ اللہ جو قوم اس سے روک دلائی کرے گی۔ وہ خروج حاصل نہیں
 کر سکے گی۔ اگرچہ وہ دنیوی کامیابی سے محروم ہو جائے۔ ہر آدمی کو واضح کر دیا گیا ہے
 یعنی ایمان، تقویٰ، اتفاق فی سبیل اللہ، پھر اس کے بعد سب آدمیوں کو آخرت پر ایمان۔
 اور پھر ان اصولوں پر استقامت ہی خروج کا لازمی شرط ہے۔ اسی کی وجہ سے دائمی نجات
 سے نہایت حاصل ہوگی۔ آخرت میں اعلیٰ درجات نصیب ہوں گے۔

پرستِ باری
لوگ

قرآن پاک میں کلمہ کی جس دوسری قسم کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کلمہ خود ہے۔ چھ کلمہ صحتی اظہار کلمہ خود ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ وَيُحَذِّرُ الْوَاهِلَ شَيْءًا ظَاهِرًا۔ کلمہ لفظ کی تعریف یہ ہے کہ کسی دل سے پھوٹتا ہے۔ اور کھاتا ہے کہ بات کی ہے۔ مگر وہ اس کا زبان سے اقرار نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرعونوں کے متعلق فرمایا وَيُحَذِّرُ الْوَاهِلَ وَاسْتَيْقَنَ بِهَا نَفْسُهُمْ فَلَمَّا ذُلُّوا۔ دل میں سمجھتے تھے کہ کوئی چیز اسلم کلمہ کی پاس ہے۔ مگر وہ اس کا انکار کرتے تھے یہ انکار علانیہ نہ تھی بلکہ چھپا ہوا تھا۔ اس کو کلمہ خود کہہ رہا ہے۔ ایسے کا کلمہ یہی ہے۔ کیونکہ وہ دل میں حق بات کا کھاتا ہے۔ مگر اقرار کی بجائے اظہار کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذمے میں ایک شخص عجمی بنو اسرائیل سے ہوا اور فرعون کی بادشاہ سے مروت ہوا تھا۔ اس کا ذکر سورۃ الاحزاب میں مروج رہے۔ اور بنو اسرائیل کے نذرانے میں ایک بڑا عیشہ شہر تھیں إِلَى الْعِلْتِ۔ ہوتے۔ اس کا کلمہ نہیں آیا ہی تھا۔ اُنہی نے حق کو جاننے پر پہنچتے ہوئے قبول نہیں کیا تھا۔ اس کا نظریہ یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل کی۔ کچھ پر کچھ نہیں کی۔ عربی زبان میں اس کا کلام مروج رہے۔ وہ شخص شیخ ہدی ہو قیامت تک کا تصور رکھتا تھا۔ وہ تورات اور انجیل کا قادیان اور دیانت کا طلب گار تھا۔ مگر جب حضور علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو وہ محمد میں مبتلا ہو گیا۔ اور آپ کی رسالت کا انکار کر دیا۔ مگر خود وہ دل سے برحق سمجھتا تھا۔ وہ اتنا قابل آدمی تھا کہ اس کے اشعار پر ہر کلمہ حس ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی بڑا عجمی آدمی ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا لَا تَقْرَأُ فَيُفْقَهُنَّ فَتَنَ يَكُنُّ لَكَ وَ لَعَنَ فَيُفْقَهُنَّ فَيُفْقَهُنَّ۔ زبان تو اس کی عربی میں سے ہے مگر دل کا زہب ہے۔

بعد سے زہد میں ایک افادہ لایا۔ مگر بڑا عیشہ کا زہب ہے۔ بڑا صاحب علم تھا۔ اسلام کو آدمی بھی سمجھتا تھا۔ مگر کلمہ صحت سے اقرار نہیں کیا۔ یہی حال مشرک گاندھی کا تھا۔ وہ مسلم کو سچا مذہب کہتا تھا۔ مگر وہ اس کے کلمہ نہیں کیا۔ وہ وہ حیانت ہی ہندو مت کو بھی چکے مذہب ہی

سمجھتا تھا۔ بعد میں یہاں تک کہ مرتد اسلام ہی ہے۔ اِنْ اِلٰہِیْنَ اَوْ حُتُتِ اِلٰہِیْہِہٖمُ فَاِنَّہٗمْ
اِنّی سب انہیں باطل ہیں۔ یہی کفر جلد ہے۔ کہ کبھی جبر کو دل سے صیح کلمہ کہہ کر پھر نہ ہی سے
اس کا انکار نہ کیا جاتے۔

کفر خوار

کفر کی تیسری قسم کفر عند ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دل سے چھانٹا ہی ہے۔ زبان
سے اقرا بھی کرنا ہے کہ یہ وہی دوست ہے جو کہ قبول نہیں کرنا۔ اس کی مثال جو طالب کا
کفر ہے۔ وہ حضرت علیؑ کے اولا اور حضرت علیؑ کے چچا تھے۔ وہ یہ کہ میرا چچا ہے
صادقؑ اور میں ہے۔ جانتا ہے۔ کچھ ہے مگر اس نے ایسا کہ وجہ کہ قبول نہیں کیا۔

کفر خفاق

اس کا خاتمہ کفر ہی ہوا۔ وہ ایک قسم کے وہم کا شکار تھا۔ لیکن اس نے اسے اسلام قبول
نہیں کیا۔ کہ اور شریعت حاصل کریں لی کہ موت کے ڈر سے باپ کا وہی پھر زیادہ یہ کفر خوار ہے
کفر کی چوتھی قسم کفر خفاق ہے۔ اس کا ذکر اگلی تہذیب میں آ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے
کہ ان کی زبان سے اسلام کی بھائی کا اقرار کرتا ہے۔ مگر کبھی پڑھتا ہے۔ تہذیب میں وہ کہتے
ذکر دیتا ہے۔ یہاں وہاں جہاد میں بھی شریک ہوتا ہے۔ مگر اسے نکلیں کہ ہے یہ
کفر خفاق ہے۔ وہ پھر خفاق بھی دوسرے سے ہے یعنی اعتقاد ہی خفاق اور عملی خفاق۔ یہاں پر
جس خفاق کا ذکر ہوا ہے۔ یہ اعتقاد ہی خفاق ہے کہ اعتقاد اول سے تیسری میں کرتا عملی خفاق
کا ذکر صریح آئے گا۔ وہ اور ہے۔

تیسری قسم فرستے ہیں کہ یہ چاروں کفر خطرناک ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی مبتلا ہو
گیا وہ اللہ کے آگے کسی نہایت نہیں پاسکتا۔ جیسے جیسے کے لیے مذہب میں مبتلا ہو وہ یہ قطعاً
باطل ہے۔

کفر شک

اس کے علاوہ بھی کفر کی کئی قسمیں ہیں۔ بھلا ان کے کفر شک ہے۔ قرآن پاک میں
بعض منافقوں کے بارے میں آجے قَامُوا فَاِیْنِیْہِمْ یُکْفِرُوْنَ اَوْ لَا یُکْفِرُوْنَ اور
یُکْفِرُوْنَ اَوْ لَا یُکْفِرُوْنَ اَوْ لَا یُکْفِرُوْنَ یعنی کہ شک میں ہی کھیل رہے ہیں۔

یہ کلمہ شلک کہلاتا ہے۔

اسی طرح کفر کی ایک قسم کفر جہالت ہے۔ جو حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے
 عادی کفر جہالت میں گنہگار ہے۔ نہ علم ہوتا ہے اور نہ وہ دوست پرستے ہیں۔ مثلاً
 نے ایسے لوگوں کی جگہ جگہ پرستہ کی ہے: أَكْفَرُكُمْ رَأَيْتُمْ لَا يَفْقَهُونَ آں میں سے
 اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں کفر نہیں، کھتے۔ دوسری جگہ فرمایا: هَكَذَا يَسْتَفْهِي الْبَنُونَ
يَفْقَهُونَ وَالسِّبْغُونَ لَا يَفْقَهُونَ کیا عالم اللہ عیال بزرگ ہو سکتے ہیں یا مطلب یہ کہ بزرگ
 نہیں ہوتے۔ اس قسم کا کفر کفر جہالت ہے۔ جس میں اکثر لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔

کفرِ اولیٰ کو آثارِ صوفیہ قرآنی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شی کو خدا مطلب
 ہوتا دیا جائے۔ اصل مقصد یہ کہ جو سزاؤں کے لیے کہہ بنا دیا جائے مثلاً ظلم اور بد
 قرآنی پاک کی آیت أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا رَسُولَهُ کا مطلب یہ کہ وقت یا منزل کرنا
 عورت یا بے۔ کہہ کر ہی حکومت کا اٹھانا ہوتا ہے۔ اسی طرح کفرِ ثانی اس نے عالمی کفرِ ثانی
 کیا ہے۔ مادہ کفر ایک غفلت کا نام ہے اس کے لوگوں ہیں۔ جی کہ وہ کفرِ صوفی ہے
 اس سے بعض عالمی کفر اس عالمی کفرِ ثانی کا نام دینا باطل خطبہ ہے۔ جو بدستے اپنی کتابوں میں
 لکھا ہے کہ خدا کے حکام سے کفر کا مطلب اپنی غفلت کا نام دینا ہے۔ یہ جی کفرِ اولیٰ ہے۔ اس
 نے ترجمہ کفرِ ثانی میں لکھا ہے کہ اللہ کا معنی قانون ہے۔ جس میں اللہ کا حفظ کیا ہے۔ اس سے
 مراد قانون ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کی ذات یا معنی نہیں ہے۔ اسی طرح اس نے خُذُوا حِذْرَ رَبِّكُمْ کا معنی
 پاکیزہ فکر کیا ہے۔ گویا معنیوں سے مراد پاکیزہ فکر و غور ہے لوگ ہیں۔ حالانکہ حِذْرُ رَبِّكُمْ کی اصطلاح
 کو تمام حکام سمجھتے ہیں کہ وہ حکموں کی ایک پاکیزہ فکر ہے۔

غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب الاعلام میں کفرِ ثانی کے معنی لکھے ہیں۔ کہ
 خدا تعالیٰ نے قرآنی میں میرا نام محمد بھی رکھا ہے اور رسول بھی۔ اسی لیے اللہ یا اللہ۔ یہ کفرِ اولیٰ ہے۔
 اس سے پہلی آیت وَرَبُّكَ أَخْبَرَهُ سے يُؤْتِيكَ مَا تَدْنُو کا معنی قادیانی یوں کرتے ہیں۔

بِالْغَيْبِ اِنْ خَرَجَ مِنْ مَعْنَى دَوْلَةٍ هِيَ جَزْءُ خُرَافَتِ بَعْضِ مَنْ كَفَرَ هِيَ۔ اور آخری نبوت
مرزا غلام احمد مہدی کی ہے جسے جانا خواہ آخرت سے مراد اور ان آخرت یا دوسری آخرت سے یہ جزو غریب
کی تشریح کی مثال ہے۔ اسی طرح انہوں نے وَلَٰكِنْ رَّسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ رَبِّكَ فَابْتَغِي
لَا مَنِيَّ يَكُنْ بِكَ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے سر ملنے والے
ہیں۔ یعنی سب جو نبی آئے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس کی طرف آتے ہیں۔ اگرچہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سر ملنے والے کر دوسروں کو نبی بنا دیتے ہیں (امینہ دانش)

آخر میں کچھ تاویل سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہ کرنا جو نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
منقول ہو نہ صحابہ کرام سے۔ اور نہ خلف صالحین سے ثابت ہو، وہ کفر و اویل نہ خدا و اہل کفر
ہیں۔ خدا برکات۔

مگر سید احمد خاں نے بہشت کا معنی مسرت اور خوشی کیا ہے۔ وَدَخَلَ الْجَنَّةَ کو غلام احمد پریشانی
سے تعبیر کیا ہے۔ وَالْغُلَامُ اور مسرت چمکے اعمال کا حاصل ہوتی ہے۔ اور سچے دلوں کے اعمال کا نتیجہ
ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک جنت اور دوزخ کسی خاص جگہ کا نام نہیں۔ یہ بھی کفر و غیبت ہے۔
کفر کی ایک قسم علی کفر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نعمت کی قدر دانی کی بجائے
اس کی ناشکری کی جائے۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: حضور! کفر سے کیا مراد ہے؟
فرمایا: شکر گزاری اور تقویٰ۔ اگرچہ حق اس قسم کے کفر میں مبتلا ہوتی ہیں۔ علماءوں کے متعلق
حدیث شریف میں آتا ہے: كَفَرْنَا بِالْقِسْطِ یعنی تم عادلانہ کفر کرتی ہو۔ انکار گزاری
کرتی ہو۔ یہی علی کفر ہے۔ فرمایا کہ عادلانہ ہجرت و قائم مسیحا کے آجے اگر ایک مرتبہ بھی تباہی
مرض کے غلط کوئی بات ہو جاتی ہے۔ تو کوئی بدتر سے کفر آکر لگے کبھی کبھی نصیب نہیں ہوا
کفر و غیبت کفر و غیبت کے مترادف میں داخل ہوا ہے۔ یہ اعتدالی کفر نہیں بلکہ علی کفر ہے۔

محشرین اور غیبت کے کو علی کفر کی دو قسمیں ہیں۔ بعض علی کفر میدان کے باطن منافی نہ گئے

علی کفر

ایک مثال
اس باب

کا قرینہ کرتے کہ وہی ہر پر کرنے والا ہے۔ بلکہ نہ تو کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ یہ کفر و بدعت کو
 اِنَّ الْبَیِّنَ کُفْرًا سَوَّآءٌ یُنْهَیْہُمْ کَاثِرًا یَقْضُوْنَ فِیْہِمْ یَہْدِیْہُمْ اِلَیْہِمْ یَہْدِیْہُمْ اِلَیْہِمْ یَہْدِیْہُمْ اِلَیْہِمْ
 ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کوئی کوڑا نہیں داتا؟ نہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
 اگرچہ ہے تو ہر نہیں ایمان کی تسبیح و دعوت سے کیا حاصل؟

مفسرین کو اردو ضابطہ فرماتے ہیں۔ کہ اس مقام پر حکم سَوَّآءٌ یُنْهَیْہُمْ یعنی منکھ
 کے پہلے بار ہے۔ خواہ آپ تبلیغ کریں یا نہ کریں۔ سَوَّآءٌ یُنْهَیْہُمْ کے الفاظ نہیں سنے یعنی
 یہ نہیں فرمایا کہ ان کو تبلیغ کرنا یا نہ کرنا آپ کے پہلے بار ہے۔ یہ تو اس کے پہلے بار ہے۔ کہ
 انہیں کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔ آپ کا تو فرض ہے۔ کہ آپ فریضہ تبلیغ انجام دیتے ہیں۔ کوئی
 اسے یاد دلاتے۔ یہ اس کی اپنی صواب و پر ہے۔ آپ کے لیے کوئی ہے۔ وَدَّ کَرَّیْ اَلْعَظِیْمِ
 دیکھ کر ہی آپ نصیحت کرتے چلے جائیں۔ چاہے وہ انہیں فائدہ نہ دے۔ آپ
 کو اس تبلیغ کا ہر حالت میں جواب دے گا۔

البقرة ۲
(آیت ۹۰ تا ۹۱)

سورۃ
دوسری

إِنَّ الدِّينَ كَانَ خُلُوفًا سَوَاءً عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوًا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑦

ب

قریباً ۹۰ آیتوں پر مشتمل ہے۔ یہ سورت مسلمانوں کے لئے نازل ہوئی۔ ان کے لئے یہ سورت ایک نیا دین نہیں لایا گیا۔ وہ ایمان نہیں لائے گئے ⑥ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے دل پر اور اس کے کان پر اور اس کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لئے عذاب بڑا عظیم ہے ⑦

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے عہد سے انسانوں کے دل سے گروہ نکال دیے ہیں۔ یعنی گمراہی کا ذکر کیا ہے۔ چلے گئے حقیقت کو بیان ہو چکا ہے۔ یہ دوسٹر گروہ کو ایسا ہی ہے۔ دوسرے گروہ حقیقت کا ذکر کر رہے ہیں۔ گمراہی میں آئے گا۔ یہ دوسٹر گروہ گمراہی کا ہے۔ جو خدا پرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ہدایت کو قبول نہیں کرتے۔ گمراہی میں تشریح اور اس کی حقیقت اور اندازہ کس کس میں لکھ کر بیان کر دی گئی تھیں۔

گمراہی کس کس میں اس شکل و بیکرہ ہوا تھا۔ کہ گمراہوں نے ایمان ہی نہیں دیا۔ غمراہی انہیں لڑا دیا جسے یاد دلایا جسے توجہ نہیں دینے کے کاغذ دیا ہے۔ اس کا جواب بھی دیا گیا تھا۔ کہ ڈنڈا یاد دلایا تھا۔ کہ یہ سورت ہے۔ یہ کہ خود بخود کے لئے دیکھ کر بخود توجہ حاصل میں ہو گا کہ سختی ہے۔ غمراہ کوئی ایمان جسے یاد دے۔

دوسرے سوال یہاں پر یہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ آپ انہیں ڈنڈا نہیں یاد دلایا۔ گمراہ ایمان نہیں لائے گئے۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہدایت سے گمراہ

نہایت سختی
کون ہے

اگرچہ ایمان نہیں دے گا۔ مگر دوسٹر بہت سے ایمان دے گا۔ اوسٹان کا زہی تو ہے ۔
 وہ ایمانی کی دوست سے مشرف ہوئے ۔ جو جہل جیسے بدترین دشمن کو بیٹھ کر دیکھائی دیا ۔
 مشرور جہل خانہ میں ولیم بھی بڑی دیر کے بعد ایمانی کی دوست سے دال ہوئے ۔ تو اس کا
 جواب یہ ہے ۔ کہ ایمان پر کھارے مراد وہ کھارہی ۔ جس کے حصول نہ فضل کے علم میں ہے
 کہ ان کی استعداد غریب ہے ۔ ان کا خد کر کر پر گئے دلا ہے ۔ اس عقیدہ عجیب ۔ ہر صاحب کو
 ہر جہل جیسے کافر مراد ہی ۔ ہی کا خد کر کر پر ہوا ۔

بعض مسخری کا نہ فرماتے ہیں ۔ کہ اس آیت میں یہودیوں کی طرف اشارہ ہے ۔ جب
 قرآن کریم نازل ہوا تو انہیں اسلام کی دعوت میں کی گئی ۔ مگر وہ بھانٹے بھٹکتے ہوئے ایمان نہ
 دے سکتے تھے ۔ انہوں نے اس کو قبول کیا ۔ وہ کہتے تھے ۔ کہ ہر سبیل کا ہوں
 پر ایمان لے چکے ہیں ۔ انہیں اس کتاب میں قرآن بھی پاک پر ایمان دے کی ضرورت نہیں ہے
 وہ انتہائی درجے کے متعصب و گتے ۔ یہ روش انہوں نے خدا کی وجہ سے اختیار کی ۔
 چنانچہ اس سورہ ہمد کہ میں کفر سے یہود کا ذکر کرتے گا ۔ بلکہ اس سورہ کا مضمون ہی یہود کی
 اصلاح ہے ۔ یہود کا ذکر یہودیوں کے لئے نہ تھا ۔ بلکہ اس سورہ کا مضمون یہود کے
 دوسٹر کے لئے تھا ۔

ایک اور سبب یہ یہود ہے ۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے
 تو پھر انہیں اسلام کی دعوت دینے کا کیا جواز رہتا ہے ۔ بلکہ انہیں دعوت دینا تو خلاف کائنات
 معلوم ہوتا ہے ۔ حضرت مراد انہیں تعالیٰ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ۔ کہ یہود کے حق
 کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے ۔ کہ وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں
 ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے وہ ایمان سے محروم رہیں گے ۔ اس کی مثال ایسے
 ہی ہے ۔ جیسے کوئی مہر ڈاکٹر یا طبیب کسی مریض کو دیکھ کر بتائے کہ اسے فی ہذا مریض دوا
 ہے ۔ مگر اب یہ مریض دے گا کہ اسے دوا ہے ۔ اس کا یہ مطلب ہے ۔

طرف ہونا چاہتا ہے۔ خدا اسی طرف کی توفیق دیتا ہے۔ توفیق تو خدا تعالیٰ کی طرف سے
 ہوتی ہے۔ مگر اندوہ تو انسان کا ہوتا ہے۔ اور اندوہ کی وجہ انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔
 شریعت کی اصطلاح میں لئے کسب کئے ہیں۔ مگر اندوہ انسان کا اپنا ہوتا ہے۔ پھر توفیق سے
 توفیق دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فیصلہ جہت سے تاخیر کا اس کو مزید دخل کریں گے
 اللہ تعالیٰ کے حکم کردہ اختیار کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک تہمت آدمی
 پہنچے اندوہ سے اور اختیار سے باقراٹھا ہے۔ اور دوسرے شخص جو کام میں ہے۔ اور اس کا ہاتھ
 غیر لائق طور پر حرکت کرتا رہتا ہے۔ ان دونوں میں تہمت و ایمان کا فرق ہے۔ اگر کوئی تہمت
 آدمی پہنچے تاخیر سے کوئی نقصان کرے گا۔ کئی بات تو تہمت کسی کو پھر اندوہ سے تو وہ اس فعل کا
 ذمہ دار ہوگا۔ اور قابل گرفت ہوگا۔ بہر حال اس کے کسی شک سے اسے آدمی سے غیر لائق ہو
 پر کوئی نقصان ہو جائے تو وہ قابل کا قصہ نہیں ہوگا۔ وہ تو بچہ ہوگا۔ اس کے ہاتھ سے
 خود اگر کسی کی حرکت کا سبب بن جائے۔ تو اس کے ذمے قصاص نہیں ہوگا بلکہ تہمت ہو
 گی معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو حج کردہ اختیار دیا گیا ہے۔ اسی کو شریعت میں
 کسب کہا جاتا ہے چنانچہ جو شخص ایمانی ہوش و دماغ سے پہنچے اللہ سے کچھ لے لے سے۔ مگر وہی کہتا ہے
 تو پھر اللہ تعالیٰ منزل کے طور پر اس کے دل میں کافروں پر مہر لگائیتے ہیں اور انھوں پر پردہ مٹی
 کر دیتے ہیں۔ مہر لگانے کا یہی مطلب ہے۔

اور ان کی تہمت

مسلم شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے
 حقوق و حقوق دلوں پر لٹکتا رہے۔ جس طرح کھٹکے ہوئے کرچائی تیر۔ سو جاتی ہے۔ اسی
 طرح دلوں پر لٹکتے ہوئے رہنے لگتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی گمراہی ہو جائے
 اور اس کے دل پر مہر لگ جاتا ہے۔ یہ لٹکتے گمراہی کی باتیں ہیں جو ایک ایک کر کے انسان
 پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ان تہمتوں کو قبول کر جاتا ہے اس کا
 دل سیاہ ہوا۔ خرم ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پر سے کاپڑا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور انسان اس طرح

پہنچ جاتا ہے۔ جہاں تک کر بھی نہیں جتنا اور بڑی کڑائی نہیں جانتا اس کی مثال یہی ہے جسے
لوگ کوٹھ کر کے دکھ دیا جیسے یعنی جینا اور پر تو سرخسے کی طرف کر دیا جیسے۔ تو اس میں کوئی
چیز نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انہی کو دل میں اٹا دیا جاتا ہے۔ نیکی کی کوئی بات اس میں نہیں رہتی۔
وہ خلاف اس کے جو شخص دل پر وارد ہونے والے غلوں کو قبول نہیں کرتا اس کا دل نکلتا
کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔ اُسے کوئی فترہ غصب ہی نہیں پہنچ سکتا۔

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سب بندو پہل مر مرگن و کاہنہ
کر تہے۔ تو اس کے دل پر سیاہ داغ پڑ جاتا ہے کہ نہ غور کیے۔ مثلاً کہنے لگے کہ وہ کی سمانی لکھ
نے تو یہ داغ قلم جاتا ہے اور بدل پر سیاہی ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کرنے کی بجائے دوبارہ لکھ لکھ
مر تہج ہو تو یہ داغ فروغ جاتا ہے۔ اسی طرح مرگنا و کے انتخاب پر دل کی سیاہی میں اضافہ
ہوتا جاتا ہے۔ جتنی کہ اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَسْكُطْ
بِمَا خَلَقْتَ شَيْئًا" اس کے گناہوں نے اس کا معاملہ کر لیا ہے۔ اس کا دل محضیت کہہ کر
خروج میں گھر گیا ہے۔ اسی حالت کے متعلق فرمایا "يَخْرُجُ مِنْ غَيْرِهِ غَضَبًا غَضَبًا يَخْرُجُ مِنْ غَيْرِهِ
غَضَبًا" اس کے دل پر رنگ چڑھ گیا ہے۔ اور اس کی جگہ اس کا پتہ کیا دھر ہے۔ یہی وہ
شیخ ہے جس کے متعلق فرمایا "اِنَّهُ قَلْبُهُ يَخْرُجُ مِنْ غَيْرِهِ" یعنی اللہ تعالیٰ نے بطور سزا
اس کے دل پر پھر لگا دیا ہے۔

اور جس نے بیکار
ہو کر رہا ہے

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے انہی کے تین اہم اعضاء میں دل، کان اور آنکھوں کا ذکر کیا
ہے۔ دل شخص کو شے کا ایک دھڑکا ہی نہیں بلکہ اس کو عقل قلب اور فہم سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ سوجا کائنات خلق و داغ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور قوت ارادہ کا متعلق قلب کے ساتھ
ہوتا ہے۔ اسی قوت ارادہ کی کوڑا کی گیسے قرآن پاک میں یہ ہوا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا أَمْرًا مَّا كَانَ عَيْنُكُمْ تَشْهَدُ" یاد رکھو! کان، آنکھ اور دل سب کے متعلق مال
ہو گا یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اہم ہیں۔ انہی میں سے کسی چیز پر علم کے اندیشہ ہیں۔ مگر

چیزیں نہ ہوں تو انہی کی کچھ جستجو نہ ہو۔ یا اگر اللہ تعالیٰ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ ہم پر اپنی
 انی سے کبھی نہ ملے تو اس کی مثال قرآن پاک نے ہی بیان فرمائی **مَنْ يَرْجُ الْفَلَاحَ** یعنی
 ایسے لوگ جو اپنے میں گمان ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہر شے ہوتی ہے **فَلْيَسِّرْ لَهُ سُبُلَ الْفَلَاحِ** کہ جو چاہے
 ہی نہیں لیکن اگر وہ کافروں کی خدمت کی ہے۔ کہ ان کی حالت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت دی
 ہے کہ انہی کے دل کے ساتھ کچھ اور حرکت کرے۔ کہ جو خود یہ دل بکا رہتا ہے **فَلْيَسِّرْ لَهُ سُبُلَ الْفَلَاحِ** اسی کے لئے
 تعالیٰ نے سڑک کے ذکر میں **فَلْيَسِّرْ لَهُ سُبُلَ الْفَلَاحِ** کا ذکر کیا ہے کہ اگر سب سے پہلے
 لوگوں کے دلوں پر ہوا۔ کہ جو خود انہوں نے غیب جیسے مرکز اخلاقی کو بگاڑا۔ اور جو ان کی کارروائی
 پہلے دل پر ہی ہوگا۔ جسم کے باقی حصوں میں داخل ہوں پر ان کی کارروائی کچھ غریب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے
 ہمیں سے غیب
 کی اہمیت

حدیث غریبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے کہ انہی کے جسم میں ایک قطرہ ہے
 اگر وہ دست ہو تو اس کا جسم دست ہوگا اور اگر یہ قطرہ ایدہ ہے تو اس کا ایدہ ایدہ ہوگا اور اگر یہ
أَنَّهُ تَوَجَّوْا الْقُلُوبُ متوجہ رہو اور غرض اول ہے۔ جس طرح کاسلہ داروہ داروہ پر ہے۔ جس طرح
 غصہ کے تمام جذبات دل میں پتہ جوستے ہیں کسی کام کے کسے یا کسے کا سدا سدا دل
 سے تعلق رکھتا ہے۔ اول کے ذریعے انہی کو سمجھتا ہے۔ اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ عملیات
 ہم پہنچاتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت۔ نبی کی حدیث۔ اور احادیث کا ذخیرہ سب چیزیں کاذب کے
 ذریعے سے کس جاتی ہیں لہذا ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ہے۔ انہیں کے ذریعے انسان قسمت کی غیر نشانیں دیکھتا ہے۔ کہ انہیں پہنچتا ہے۔ اگر انہیں
 نہ ہوں تو ساری دنیا گپ اذ میرام جاتی ہے۔ اول کی اہمیت کے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا ہے
 کہ غافل تر سے ذہر و مشکاف غریہ ام۔ دل دریاں میں آؤ تو کج ذل است
 کہ میں نے مشکاف سے زیادہ غافل کسی کو نہیں دیکھا۔ کہ دل میری عظیم دولت اس کے پیچھے ہیں
 اگر وہ ہے۔ مگر وہ اس سے غافل ہے۔ اُسے شعور ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی بڑی نعمت
 اس کو عطا کی ہے۔

انفرض! اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نعمتیں انسان کو درستی کی ہیں۔ یہ اس کے لیے حصارِ امن کے ذرائع ہیں۔ جو شخص ان ذرائع کو ضائع کرے گا ہے۔ اس کی مثال صہبت مولانا حضرت علی نقویؒ نے ہوں دی ہے۔ جیسے کوئی پیر کی برسی کی گواہ مقرر کرے۔ کو بھائی قزوینیؒ بہرہ ور و بے غرض ہوا کر دیا کرنا۔ وہ شخص ہر جیسے اپنا منہ بہرہ وصول کر لیتا ہے۔ بڑی کئی صحبتیں دے لے کر بھٹے، سٹے، قہقہے میں پھینک دیتا ہے۔ یہائی میں ڈوب دیتا ہے۔ میرا دیتا۔ جتا ہے اور غیبِ ضائع کر دیتا ہے۔ آخر اس میر کو کتنا ڈنک ہے۔ کہ یہ شخص کئی قدر تک حرم ہے۔ کریں نے اس پر ہنس کر کے ہوئے اس کا غلط مقرر کیا ہے۔ مقرر اس سے فائدہ نہیں اٹھا آجہ پڑا اس کا وظیفہ بند کر دیتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس شخص کو انوس بک اس میں شک نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی ختم ہو گئی ہے۔ تو اس قوم کے شخص کے شوق سوائے اس کے اور کیا کہتا ہے گا کہ یہ بھڑکتا سزا کا ہی تختی ہے۔

عابدِ عظیم
کو دیکھ

جس حالت میں شخص کی ہے۔ جسے سزا تعصبات نے دی رکھا گیا۔ کان لہذا انھیں دی ہو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ ان کو ہرے گا۔ نہیں داتا۔ تو آخر اس کا نتیجہ ہر گا کہ یہ شخص سب کر لی جائیں گی اور یہ شخص تک حرم قرار پائے گا۔ یہی وہ حالت ہے۔ جسے شوق قرار دیا کر اسی کے دلوں اور کانوں پر ہم رنگاؤں کی ہے۔ اللہ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ لہذا ان کے لیے عابدِ عظیم مقرر کر دیا گیا ہے۔ یہ اسی کے تختی ہیں۔

اس کی زبان
مولا کی جیسے

یہاں پر میں تین اعضاء کا ذکر کیا ہے۔ ای میں قلوب جمع ہے۔ سمیع و معبر و بعد۔ پھر جمع کا صیغہ ہے۔ کہنے پھر کہ غیب کی حالت تو یہ شخص کی ایک ایک ہے۔ لہذا ایست لوگوں کی وجہ سے ہے۔ جمع قرار دیا۔ ان کو اگرچہ ہر انسان کے دوسری مکان دونوں کی بہت اکٹھی ہوتی ہے۔ ان کا ذکر ایک ہے۔ لہذا اس کے لیے واحد کا صیغہ بولا۔ اور انھیں دونوں ایک ایک ہیں ان دونوں سے اکٹھا بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اور ایک کو بند کر کے کسی ایک سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ لہذا اس کے لیے جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پہلے واحد کا صیغہ یعنی دل کو

کانوں کے متعلق فرمایا کہ ان پر غصہ نہ کیا گیا ہے۔ ان آنکھوں کے متعلق فرمایا کہ ہر لوگ ان کو استہانہ نہیں کرتے انہی پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ان کو کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ یہ کفر، شرک اور بدعت کا پردہ ہے۔ جو آنکھوں پر پڑا ہوا ہے۔ صحیح بات نظر ہی نہیں آتی۔ جب کسی شخص کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ تو ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ لَّئِنْ كُنْتُمْ لِلْعَذَابِ فَرِيقًا تَرْتَدُّونَ۔ جو اُنکے بدل کر انہیں ملے گی۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے دوسری قسم کے گمراہوں کی کمال بیان فرمایا جنہوں نے عقیدہ صحیح کو کفر کا اختیار کیا۔ اور ہدایت سے گمراہ ہو گئے۔ ان کی سزا کا ذکر بھی اچھا کر دیا۔ اور انہی کے ضمن میں دوسری بات بھی ذکر کر دی ہے۔ اس کمال گمراہوں پر بیان فرمایا ہے۔ لَا يَنْفَعُ الْفِرْيَانُ مَا كَفَرُوا۔ جو کفار زیادہ غمناک کر دے گا۔ اس سے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ سزا گمراہوں کے لیے ہے۔

الْعَمَلُ
دوسرے مشتمل

البقرة ۲
راہیت ۲۰۹

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِينَ ۝۱ يَخُوفُونَ لِقَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَمَا يَجِدُوْنَ
اِلَّا اَقْفُسَهُمْ وَمَا يَنْصُرُوْنَ ۝۲ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَمٌ وَّ
هُرَّادَهُمُ اللّٰهُ مَرَعًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝۳ يٰۤاَنۡكَرُ
يَكۡذِبُوۡنَ ۝۴ وَاِنۡ قِيلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الْاَرْضِ قَالُوۡا
اِنۡمَا نَحْنُ مُصۡحِحُوۡنَ ۝۵ اِنَّ اِثۡمَهُمۡ هُمُ الْعَمِيۡدُوۡنَ وَلٰكِنۡ
لَّا يَشْعُرُوۡنَ ۝۶

ترجمہ: ۱۔ اور بعض لوگوں سے وہ ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ
پر اور قیامت کے دن پر حالانکہ وہ کفر میں ہیں ۲۔ اور وہ کافر ہیں
اللہ کو اور اُن کی لوگوں کو جو ایمان لائے اللہ اور حقیقت میں وہ نہیں، سو کائنات میں
جہنم کو، اور وہ سوچتے ہیں کہ ۳۔ ان کے دلوں میں باری ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس
وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں ۴۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم میں
فساد کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں ۵۔ سنو!
بلکہ یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں۔ مگر انہیں نہیں ۶۔

ہدایت کے اعتبار سے ان لوگوں کے دلوں میں گمراہی ہے۔ ہر گز وہ نہیں
جو ظاہر اور باطن ہدایت کو قبول کرتے ہیں۔ اور ان کی دینی گمراہی ہے۔ سو وہ فساد کی پہلی جہد
اُنہوں میں ان کا حال بیان کر رہے۔ اور مگر کہہ رہے ہیں۔ جو ظاہر اور باطن ہدایت الہی کا انکار
کر رہے۔ وہ کافروں کا گروہ ہے۔ اگلی روایت میں ان کا حال بیان پر نکالے ہیں ان
آیات میں تیسرے کروہ انہیں کا انکار ہے جو ظاہر میں تو ہدایت کو تسلیم کرتے ہیں مگر

کے باطن میں کفر ہوتا ہے۔ اگلی تیرہ آیات میں منافقین کی غزائیاں، ان کی سبکدوشیوں اور پھل بدیہ کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مثالوں کے ذریعے سادہ سمجھایا ہے۔

منافقین کا وہ فرقان کریم میں منافقین کا اصل مختلف صورتوں میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو رہا ہے۔ بعض صورتیں صرف منافقین کے نام پر ہی مثلاً سورۃ منافقین، اسی طرح تھعلی کے اعتبار سے آخری سورۃ توبہ میں بھی منافقین کی سادہ طور سے آگاہ کیا گیا ہے۔ سورۃ سے خبردار بننے کی تعین کی گئی ہے۔

ام المومنین جو صحت بہت بڑے فخر فرماتے ہوئے ہیں، ہم نیک ہی بیرون بھی بہت بڑے عالم گزرتے ہیں انہوں نے عظیم عزم میں کامل نامی عظیم کتاب لکھی ہے، یہ دونوں حضرت فرات ہیں۔ کہ غنائ کا اشتقاق کا لفظ بالذکر ہے جس کا سنی ہے جنگی جو ہے کالی، جھوٹے کہ وہ یہ جنگی جو ہے کے چارہلی (سورۃ) ہوتے ہیں جن کی طرح یہ شکاری کہ وہ کا رہا ہے یہ کسی ایک سورۃ سے ظاہر ہوتا ہے۔ شکاری اس کہ کھڑے ہیں، تو وہ کسی دوسری طرف غائب ہو جاتا ہے۔ منافق کا حال بھی یہی ہے، یہ شرک کو پوشیدہ رکھتا ہے، اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے جنگی جو ہے کی طرح یہ بھی حقیقت عین دھوکے باز ہوتا ہے۔ شریعت میں منافق کی تعریف اس طرح کرتے ہیں *يُضِلُّهُمُ الرَّيْفَانُ وَيُضِلُّهُمُ الرَّيْفَانُ وَيُضِلُّهُمُ الرَّيْفَانُ* جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور کفر کو چھپاتا ہے۔

سب منافق کی کئی قسمیں ہیں، پہلی قسم کا منافق وہ ہے جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے مگر باطن میں کفر پھیرا رہتا ہے، وہ وہ اس پر مطمئن ہے، دوسری قسم کا منافق وہ ہے جو ظاہر ہی بدیہی ہر لحاظ سے متنبہ رہتا ہے۔ وہ ظاہر اور باطن ٹھیک میں ہوتا ہے ایسا منافق *مُؤْمِنٌ كَذَّابٌ* جبکہ *يُضِلُّهُمُ الرَّيْفَانُ* کا مصداق ہوتا ہے۔ ان دونوں قسم کے منافقین کا اشتقاق شاید ہر قسم ان کا اشتقاق غائب ہو جائے۔ اور اس منہ پر بھی منافقین کا ذکر ہے، وہ یہی اشتقاق منافق ہیں، جن کے نتیجے سے میں کفر پھیرا ہوا ہے۔

منافقین کی
تقسیم

تیسری قسم کا منافق وہ ہے، جو اعلیٰ اور علیٰ منافق ہو تاکہ ایسا شخص اپنے گناہوں کی وجہ سے آخرت کے نقصان کو دنیا کے نقصان پر ترجیح دیتا ہے۔ اور دنیا کے نفع کو آخرت کے نفع پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ جیسے منافق ہوتے ہیں، کہ اگرچہ ان میں ایمان موجود ہو تاکہ، مگر یہ لوگ آخرت کو دنیا پر ترجیح نہیں دے سکتے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ الشَّاكِرِينَ مَنْ يَتَّقُونَ اللَّهَ وَيَخْلُقُونَ كَلِمَاتٍ ذَاتِ بَيْنٍ۔ جو کلمے ہیں، کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، وَمَنْ هُمْ غَيْرُ مَنبُتٍ۔ کلام اللہ وہ نہیں ہیں، جیسے لوگ دھوکے بخاتے ہیں۔ يُحْلِلُونَ اللہ کو لکھتے ہیں، اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اور یہاں کہیں کہ وہ کلمہ لکھتے ہیں، وَمَنْ يَخْلُقْ كَلِمَةً كَلِمَةً کہ یہ اپنی جانوں کو دھوکے بخاتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ یا ایمان والوں کو کیا جانیں گے۔ یہ تو اپنی نقصان کر رہے ہیں، اور اپنا سنی انجام خراب کر رہے ہیں، اور سوچتے بھی نہیں، وَمَنْ يَخْلُقْ كَلِمَةً یہ کلام اللہ بھی نہیں لکھتے کہ وہ اپنی نقصان کر رہے ہیں، آخرت کو برباد کر رہے ہیں، فِي قُلُوبِهِمْ مَنْعُومٌ ان کے دلوں میں پیڑی ہے۔ اور یہ پیڑی شک کی پیڑی ہے، اکثر صبر کو ختم خصوصاً صبرت بشارت ہی کو ختم کر دیتی ہے تاکہ، کہ ان لوگوں کے دلوں میں شک ہے۔

نفاق کی پیڑی جہاں پیڑی نہیں، بکھریں کی پیڑی ہے۔ جس طرح اجماع کی پیڑیاں جوتی ہیں، اسی طرح دین اور عقیدے کی بھی پیڑیاں جوتی ہیں۔ تو اس پیڑی سے مراد عقیدے کی پیڑی ہے۔ اہم بیعتا دینی فرماتے ہیں کہ جو شخص اعتدال کی حالت سے نکل جاتا ہے، وہ پیڑی ہی جھٹک جاتا ہے۔ جسم کے مختلف اعضاء اور اجزاء جب تک اعتدال پر قائم ہیں، ان کی صحت درست رہتی ہے۔ اور جب یہ اعتدال خراب ہو جائے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ حقیر سے کلام اللہ بھی ایسا ہی ہے۔ جب آدمی اعتدال کا راستہ چھوڑ دیتا ہے، تو پھر وہ عقیدہ کی صحت بگڑا دیتا ہے، کہ جس کے ساتھ محبت کا راستہ کھل جاتا ہے، وہ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو

نفاق دینی
پیڑی ہے

فصاحت کی باتوں سے روکتی ہے۔ اور اپنی اور حقیقی نذال کا باعث بنتی ہے۔ اسی لیے ہادی زبان میں مصرع کا لفظ لفظی پر بھی وارد ہوا ہے۔ یکے اور حمد کو بھی لفظی لکھتے ہیں۔ لفظی کا کلمہ ہے کہ غیر کو ظاہر کرتے اور شر کو چھپاتا ہے۔ بخاطر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں چھپتی لکھ کر رہا ہے۔ بخاطر یہی فقرہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

مورخ اشعار شریف علی عثمانی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دل کی بیماریوں کا پتہ چلتا ہے۔ فی مَقَالَتِهِمْ مَقْرَعٌ ان کے دلوں میں بھی بیماری ہوتی ہے۔ اور یہ بیماری عَوْنِ مَصْرَعٍ وغیرہ کی علامتیں بیماری نہیں ہوتی جو ظاہری جو اثر سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے محرک باطنی محرک ہیں۔ اور سب سے پہلے گناہ و شرک کے اثر لفظی لکھ کر رہا ہے۔ اور عَوْنِ مَصْرَعٍ میں۔ حمد اس سے پیدا ہونے والی روحانی بیماریاں ہوتی ہیں۔

فرید قُرْآنِ مَعْرُوفٍ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا کیونکہ اللہ کی سنت اسی طرح جاری ہے۔ کہ جب طرح نہیں کیا جاتا تو بیماری بڑھ جاتی ہے دیکھ لیجئے اسلام کو قرآنی نصیب ہو رہی ہے۔ مگر مافقوں کی بیماری مدد ہوا تو صحتی جاری ہے۔ ان کے باطن میں پوشیدہ حمد اور کینہ۔ اسم کی مخالفت اور یہ تحقیق قرآنی جاری ہے۔ اسی کو فرید قُرْآنِ مَعْرُوفٍ اللہ تعالیٰ اب اس بیماری کا نتیجہ ہو گا وَلَقَدْ هَمَمْتُ عَذَابٌ بَلِیْغٌ مگر اُن کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ اور یہ سزا انہیں اس جرم کی پاداش میں ملے گی۔ بِضَعَا کَانَوْا یَسْکُوْنَ کہ وہ مجھوت رہتے تھے۔ زبان سے حق کا انکار کرتے تھے۔ اہل ایمان کی رفاقت کا وہ بھرتے تھے۔ مگر بال سے کفر کے ساتھ ہوتے تھے۔ گونا گویا ہی سے مجھوت رہتے تھے۔ چنانچہ فرید ان کے اس مجھوت کی وجہ سے انہیں مذہب عذاب کا سزا چھنا ہو گا۔ یہ اس کے خلاف یا حمد یا کفر کی سزا ہے۔

نذالنی وین فرید تحقیق یہ ہے کہ منافقین اپنے لفظی کی وجہ سے نذالنی وین کے وکیل ہو گئے ہیں اور اس مسئلے میں جب اس سے کہا جاتا ہے وَاِذَا یَقِیْلُ لَقَدْ تَقَبَّلُوْا

ہی اَنْزَعْنَا کَرْدِیْمِیْنِ فَاَدْرَاکَ رَفِیْقُوْکُمْ اَلَا تَاْمَنُوْنَ مُتَّصِلُوْنَ اَنْ تَقْتُلُوْا کُلَّ بَشَرٍ مِّنْ دَاوُدَ
کون کر سکتا ہے۔ ہم تو اصلاح کرنے آئے ہیں۔

فَاَدْرَاکَ رَفِیْقُوْکُمْ اَمْ هُمْ یَّرْیَوْنَ اَلْحَدَالَ کِی حَالَت کو اصلاح اور اَحْدَالَ سے
خروج کرنا دیکھتے ہیں۔ اَلْحَدَالَ کِی تفسیر یہ کہ اگرنا، کانروں سے دوستی دشمنوں سے دھوکا،
ان کے دائروں کا افنا، آگ بھڑکانا، ان کی امانت، قوانین شریعت کی خلاف ورزی یہ
سب فساداتی اور منکر کے کام ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک اصلاح صرف اور اصلاح محض مباحث
کی پرستی ہے۔ یہ لوگ ظالم ہیں کہ جانتے ہیں۔ عہدیت اسی کی بجائے کفر و فساد کے مہلک برتن
ہیں۔ قرآن اسی کی عہدیت کرتے ہیں۔ یہی فساد ہے۔

مَنْ یُّرِیْهِمْ اَللّٰہُ یَوْمَئِذٍ فَاَعْلَمُ اَنَّهُمْ کَاٰمِنُوْنَ۔ روایت کرتے ہیں کہ اَصْحٰبُ کُتُبِ الْاَنْزٰوْنِ
وَالْاَنْبِیَآءِ بِالْمَعٰلَمِ عَلَیْہِمْ ذٰلِیْنَ رَاٰہُمْ اِیْنَ اَصْلَحَ اَعْلَمَتْ کَے ذہین سے پہنچتی ہے۔ حکمت
ہر کی نواہی و نہی کے معاملات درست ہونے کے، اگر انداز تھا تو کَے قانون و احکام کے، سوال کی
حالت نہیں ہر کی فہم و فہم پر فہم کے ساتھ نہیں ہوگا اور منافق ہی کہہ کرتے ہیں۔

منافقین کی
دھوکہ دہی

اَلْحَدَالَ نے ان کے متعلق فرمایا یَعْلَمُوْنَ اَلْحَدَالَ یہ سنو کہ دھوکہ کاشیتے ہیں۔ عداوت
اور کافروں کا باغ و خانہ ہے۔ جہاں کوئی عداوت سے ناواقف ہو۔ اللہ تعالیٰ تو جہم کی جہ سے
دھوکہ دہی کا باغ و خانہ ہے۔ اس اشکال کے متعلق اہل بیضاوی اور دوسرے مفسرین کو فرماتے
ہیں کہ اللہ کو دھوکہ کاشیتے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو دھوکہ کاشیتے ہیں اور اس
طرح کہ انہی سے کہتے ہیں۔ جو آپ کے ساتھ میں آپ کے پروکار اور مددگار ہیں اور عقب کفر
سے جو پر ہے۔ ایمان کی عداوت ایک، ان کے دہنے کے بارگاہی نہیں ہے۔ اور چلنے فساد سے
کے کفر پر بھی کر سکتے ہیں کہ جہاں اہل اللہ کو دھوکہ کاشیتے ہیں۔ وہ کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ کاشیتے ہیں۔ مقتدر
ہے کہ اللہ کے رسول کو دھوکہ کاشیتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کی مثال موجود ہے وَ اَنْ تَلْزِمُوْکَ
بِکَیْفَہُمْ مَّا دَ اَتٰکُمْ بِاَلْفَاکِیْبِ یَعْلَمُوْنَ اَللّٰہُ یہ سنو کہ عہدیت اور لوگ آپ کے دست بہدک

پر حیرت کرتے ہیں، وہ گواہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا: مَنْ يَطْلُبِ
الْمَرْسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ اُنہیں نے رسول کی اطاعت کی جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت
کی کیونکہ رسول خدا کا نائب اور اس کا بنیم مغلوب تک پہنچنے والا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام امور کی
رہنما کے لیے انجام دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کو دعا کا دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے
رسول کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

مناہغین کا طریقہ وزارت بھی دہی ہے۔ جو ایک عام دھماکا دار کا ہوتا ہے۔ وہ جگتے ہیں۔
کہ اس طرح سے ہمیشہ منادی حاصل کر لیں گے۔ اور میں غصہ نہ کر میں پسینے کا۔ اس وقت
ہم اس پر حیرت کی پروا نہ دیکھیں گے۔ گرا اسلم کا دھمکے بھی کرتے ہیں۔ اور کفر کے پروگرام کو
بھی مانتے ہی جاری رکھتے ہیں۔

حالانکہ یہ دو متضاد پروگرام ہیں اور کسی صورت میں ان کے درمیان ہم آہنگی نہیں ہو
سکتی۔ اسلم کا پروگرام نہایت ترقی یافتہ پروگرام ہے۔ جب کہ کفر انتہائی رجعت پسند نظام
ہے۔ یہ دونوں کھٹے نہیں چل سکتے۔

ایک طرف توحید، ایمان، اور نفی کا پروگرام ہے۔ اور دوسری طرف کفر، شرک اور باطنی
یادوں کا نظام ہے۔ سماوی اور جہل کا نظریہ دے دے یہ لوگ نادانی اور من کے
مرتب ہو رہے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا: اِنَّ دِيْنَكُمْ هُوَ الَّذِي كُنْتُمْ
عَلَيْهِ اصل دین ہی یہی ہے۔ جو زبان سے اسلام کا نام لیتے ہیں۔ وَالَّذِي لَا يَشْفَعُ وُجُوْهُكُمْ
یہ لوگ سمجھتے نہیں ان کا خالق حکیم جو چاہے اور خدا بہت بڑا ہے۔

خدا سے دیکھا جانے والا جہل کی عکاسی ہی اسی خالق کا شکر ہے۔ یہ بھی حق و اہل کو
بلکہ کفر کے لیے کشش کرتی ہے۔ حالانکہ ملکی نہیں۔ خود ہماری حماقت کا کیا حال ہے۔ اسلام
کا نام بھی یاد ہوتا ہے۔ اور یہ آپ کے فراموشی پروگرام بھی ساتھ میں ہے جس میں انگریزوں کا قانون بھی
داخل ہے۔ اور سماوی قوانین بھی جاری کرنے کی کشش کی جا رہی ہے۔ یہ دونوں پروگرام کھٹے
نہیں چل سکتے۔ صرف ایک نظام کو اپنانا ہو گا۔ اور نادانی اور من کے ساتھ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔
اسی طرح اسلام کے نظام حاکم اور انگریزی حکمران کو کچھ جاننے کی کشش کی جا رہی ہے۔ ایک

دوسرا
پرتغالی

جو میں پس قیاد کروں، وہ قندھاری اند کے ڈانٹے سے واقف تھا۔ اس لیے وہ وہاں بٹھ کر
ڈانٹے سے گورہ نہیں ہرنا چاہتا ہے۔

منا خقیق کا حال یہی رہا۔ چترانویں نے زبان سے ایسا ہی کا ڈانٹ چل تھا۔ اس
بے آفرت میں انہیں گورہی کا سخت احساس ہو گا۔ وہ اس احساس کی وجہ سے ان کے ڈانڈ
وہ میں افسانہ ہو گا۔ اسی لیے اس کو غائب ایم کہ گیا ہے۔

کر۔ وہ سب کا ہر ایک سے یَاٰ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَعْمَلُوا الصّٰلٰتِ وَارْزُقُوا اٰیٰتِیْہِیْہِیْ
میں محض ذاتی غلامی عبادت کافی نہیں بلکہ حقیقی اور مفید عبادت اختیار کرو۔

اسی پہلے منافقین سے کہ کیا ہے کہ وہ سب لوگوں کی طرح ایمان لائے۔ وہ درحقیقت لوگ کفر
میں ہیں۔ بلاشبہ وہ حضور میرے رسول کے ساتھ کفر میں ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انھوں نے کفر
ایمان لائے۔ اسی میں کفر جو بہت بڑے کفر میں ہے۔ انھوں نے اپنی منہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن
عباس سے دایت نقل کی ہے کہ ایت ایک کا مطلب یہ ہے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ کہ
اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَنَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَخَلَقْنَاکُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّیْسَ بِکُمْ اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ وَنَحْنُ
حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ایمان لائے ہیں۔ اس طرح پر تو یہی ایمان لائے اس کا ایمان انھوں نے
حقیقت پر نہیں ہے۔ اس کے بعد پر اپنے اردو محض ذاتی دھوکے سے بات نہیں کہتی تم تو
جبریلؑ ہو۔ اِنَّمَا اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُنَا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَعْمَلُوا الصّٰلٰتِ وَارْزُقُوا اٰیٰتِیْہِیْہِیْ

اسی سورہ میں آئے ہیں کہ یہ لوگوں کے خلق اللہ تعالیٰ مرشد فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُنَا
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَعْمَلُوا الصّٰلٰتِ وَارْزُقُوا اٰیٰتِیْہِیْہِیْ اِنَّمَا اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُنَا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
آئیں کہ یہ بھی دایت پا جائیں گے۔ یہاں سے عید حق ہونے والی بات کچھ میں آجاتی ہے۔
کو حضور میرے رسول کے ساتھ کفر میں ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انھوں نے کفر
ایمان لائے۔ اسی میں کفر جو بہت بڑے کفر میں ہے۔ انھوں نے اپنی منہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن
عباس سے دایت نقل کی ہے کہ ایت ایک کا مطلب یہ ہے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ کہ
اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَنَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَخَلَقْنَاکُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّیْسَ بِکُمْ اِلٰہٌ اِلَّا اللّٰہُ وَنَحْنُ
حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ایمان لائے ہیں۔ اس طرح پر تو یہی ایمان لائے اس کا ایمان انھوں نے
حقیقت پر نہیں ہے۔ اس کے بعد پر اپنے اردو محض ذاتی دھوکے سے بات نہیں کہتی تم تو
جبریلؑ ہو۔ اِنَّمَا اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُنَا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَعْمَلُوا الصّٰلٰتِ وَارْزُقُوا اٰیٰتِیْہِیْہِیْ

نے تفسیر فرمائی۔ مسند بہار میں ماکر و غیر ماکر کی مذکور ہے۔
نے فرمایا کہ یہ کفر ہے۔ عید حق ہے۔ مطلوب حق ہے۔

کو اسی میں سے کہا جاتا ہے، کہ اس کے اندر اس کا وہ دوست کیا گیا ہے۔

شاہ عبدعزیز لکھتے ہیں، کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ، جس طرح وہ سکرانگ ایمان لائے ہیں۔ جس صاحب کو کہہ جا رہا ہے، کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ، جس طرح وہ سکرانگ ایمان لائے ہیں۔ یہی لوگ غیبت کے اہل دربت پر خائف ہیں، اور ان کی وجہ دنیا کا غلامی و ست ہے، یہ لوگ حقیقی ایمان سے محروم ہیں، ان کے تعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دُعَاءَهُمْ أَبَدًا** یہ تو جانوروں کی مانند ہیں، وہی سے بھی بدتر، یہ ایمان کھانے کے مستحق نہیں ہیں۔ یہ لوگ جانور کی طرح کھاتے پیتے اور جنت کے سوا کچھ نہیں جانتے، ان حقیقی ایمان وہ ہیں جو حقیقی ایمان کی دوست سے الگ ہیں۔

پچھلے گز رہا ہے، کہ جب اللہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ سکرانگ کی طرح دُخ جیسی دُور تو وہ کہتے ہیں، کہ کیا میری قزوں کی طرح ایسی وحشی حال و غلط حقیقت میں منافق ہی یہ قوت ہیں۔ عزائیں مومنین یہ لوگ ایمانوں کو اس سے یہ قوت کہتے ہیں، کہ یہ دنیا کے فتنے سوائے کو پہنچ کر آخرت کی فکر کرتے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کی فکر وہ میں نے کہتے ہیں، مگر وہ یہ قوت یہ بات نہیں سمجھتے کہ غفلت کی کاغذی ہے کہ ایمان نقصان سے بچ جائے اور فتنہ حاصل نہیں آجائے، دنیا کے اس حاد میں فتنے کی پیداوار کرتے ہوئے آخرت کے ایسی فتنے تو حاصل کرتے ہیں، انہی میں سے میں نے غفلت میں اور منافق یہ قوت ہیں، جو آخرت کو پہنچ کر میں حقیقی اور ایسی غفلت کی دنیا کا دعویٰ اور غالی فتنہ وحش کرتے ہیں، مگر پہنچنے آپ کو پہنچتے ہیں، اور دوسروں کو یہ قوت جانتے ہیں، اور اس طرح اس قریب سے دنیا کا مفاد حاصل کر رہا ہے، انہی فتنے نے فرمایا: **أَنَّهُمْ دَاعُوا إِلَى الْفِتْنَةِ** یہ حقیقت میری یہ قوت میں، **وَلَا يَكُنْ لَّكَ فِتْنَةٌ** مگر یہ حقیقت حائل کر نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے منفقوں کو بدوہ حال کرتے ہوئے فرمایا: **وَرَفَّا الْقَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا**۔

میں دلی جاتی ہے۔ یہ عزت دہن کی علامت، دولت اور فصاحت ہے۔ اسے شکست کھتی
 اس پر: محمد کا وہ منہ طلب ہے کہ منافقین کے استسار کا قصص بھی کی طرف اوستی
 ہے۔ بشرطِ شیطانی نہیں کہ ان کو منافقین کے قصص کا خبر، خود غوا کی بات ہے۔ وہ اس کا کیا
 خبر پہنچائیں گے۔ جنی علیہ السلام اور انہیں کہ انہی ان کے شریعتی نمونہ کے کو بھی سوت
 انہیں کہ منافقین کی چالوں سے آوارہ کر دے گا۔ ان کو انہی شریعت کی نہیں خبر کشتہ پڑے
 پہلو کا ہی طلب ہے۔ استسار پہنچانہ ہذا کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی
 منافقین کے ساتھ دیا ہی صادر کرتے۔ یہاں شیطانی کرنے والوں کے ساتھ ہونا چاہیے چرعا
 منافقین بعض نبائی دوسرے کی نہ ہر جماعت نسلیں میں تحریک ہوتے ہیں اور خدا مائل کر سکتی
 اس پہلے انہی حلقے میں کہتے ہیں۔ جو ان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ وہ انہی پر دوسرے صدقہ میں جہد
 میں شرکت کریں۔ ان کا ان قتل فیسوں میں ہو گا۔ یہ خود وہ دل سے تو نہیں کہتے نہیں
 لہذا ان کے ساتھ بھی وہی ہو گا کہ انہی کہنے والے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ یہ بھی گویا ان کے
 ساتھ ایک قسم کا توبہ۔

حضرت محمد شریعت کی داریت سے ملتا ہے کہ قیامت کے دن منافقین
 حذر کے لئے اس میں پہنچ جائیں گے۔ تو جنت کا دن نہ ملے گا کہ گویا انہیں جنت میں جانے
 کی اجازت مل گئی ہے۔ جنتی ان منافقین کی طرف دیکھیں گے، تو وہ انہیں کریں گے کہ وہ قلمی نہیں
 جنت میں داخل کی اجازت مل گئی ہے۔ چنانچہ وہ ان کو جنت کے دروازے پہنچیں گے
 مگر انہیں میں دروازہ بند ہو جائے گا۔ یہ منافقین انہی کے گویا کہ انہیں جنت میں نہ
 کہ یہ بھی ایک صورت ہے۔ یہ لوگ اس دنیا میں اس قسم کی چالوں کر رہے ہیں۔ تو ان کی قیامت
 کے دن ان کے ساتھ بھی توبہ ہو گا۔

گائے کا دھڑا اس وقت تک ہے۔ جبہ بنی سہیل نے ہر بنی سہیل سے کہ کہ ہذا کو می
 قتل ہو گیا۔ مگر قاتل کو نہ نہیں جیتا۔ تو بنی سہیل نے انہیں کہ کہ گائے کو نہ جی کریں تو اس

کی پوچھ گچھ کرنے لگے گی۔ اور تم بیٹہ کے لیے راحت پاؤ گے۔ اور اگر تم نے عمر بھر کے
 بے کفر، شرک، بدعتی کی، معاصی اور گمراہیوں سے خبردار، تو بیٹہ بیٹہ کے لیے خلعت میں مبتلا
 ہو جائے گا۔ اسی لیے فریاد کروں غیبی کی تھام رکھنے نہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ اس کی ایک
 اور مثال ایسی ہے کہ انہی ترقی کے بے زہر چہل خروید سے، مگر ترقی حاصل کرنا تو ہر قوم
 کی طبیعت سے صحیح ہے کہ زندگی آسودہ ہو جائے گی۔ اور اگر خدا خواست اس نے زہر اکسیر
 کیا۔ تو تباہ ہو جائے گا۔ اس قسم کی تھام رکھنے کوئی طبع زویا۔ وقت کا تو گھنٹہ بند ہوتا ہے
 لوگ ہر سبب یافتہ نہ تھے۔ بلکہ اب ہی خلاصے میں مبتلا ہوئے۔

یہاں اشارہ تھانے نے منافقوں کی بعض غزہاں بیان فرمائی ہیں۔ اگلی آیت میں
 مثال کے ذریعے ان کی مزید غزہاں بیان اور ان کا انجام بیان فرمایا۔



100

مَنَاهُمْ كَمَثَلِ الْيَدِي الْمُنْقَوَدَةِ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ
مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَّهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا
يُبْصِرُونَ ﴿١٥﴾ صُمُّوا بَكُمْ عَنِّي فَمَا لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٦﴾

آپ سے پہلے خبروں کی تعداد میں اضافہ اور حدیث نہ تھی۔ میں میں اتنا ہی غریبیت کے شائع ہو
 جو شائع اور حدیث میں اتنی اور خبریں۔ اس میں صحت کے تمام لواظیں شامل ہیں۔ اس کے
 انکم ایک کھدو سے ملے ہیں۔ اور جہاں کے انہی اور جہاں کے۔

شاید صحت

اس میں مثال بیان کرنا ہی صحت و برکت سے کہ کسی ایک چیز کو خداوند کے ذہن کے
 قریب نہ کر دیا جائے۔ اور عقلی چیز اور محسوس بنا دیا جائے۔ مثال کے ذریعے کہیں کسی چیز سے نفرت
 روا، مستحضر ہوتے ہیں۔ تو کہیں کسی چیز کو ثابت کرنا محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں
 یہودیوں کی پڑائی اور قیامت اس طرح بیان فرمائی ہے مَثَلُ الَّذِينَ خَسِرُوا هَٰذِهِ
 نَفْسَهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَہٗۤ اَنۡ نَّحۡصِلَہٗۤ اِلَّا بِرَحۡمَۃِہٖۤ اَلۡحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ
 نے قرآن کو بجا کر دیا۔ انہوں نے اُسے اس طرح نہ اٹھایا جس طرح اٹھانے کا حق خدا تعالیٰ کی مثال
 کہنے کی سی ہے۔ جس پرانوں کا وہ فرود دیا کیا جس جو ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا کہ
 کہ طرہ ہی نہیں کہ اس کی پشت پر انہوں کا اور جو ہے یا انہوں کا کھنڈ۔ آپ کی مثال اٹھانے سے
 یہودیوں کی بیان فرمائی۔ کہ قرآن کے مابین ہونے کے باوجود اس کے مستحضر نہیں ہوتا۔

منہ خیر
 منہ

منہ خیر کی دو مثالوں میں پہلی مثال آج کے دیکھیں میں بیان ہوئی ہے۔ منہ خیر کو فرود
 جہاں کہ یہ مثال ان منہ خیر کے ہاتھ میں ہے جس کے الی میں کھنڈ ہوتا ہے۔ اور دوسری
 مثال جو آگے آئی ہے۔ ان منہ خیر کے متعلق ہے جو ابھی متروک ہیں اور ملک میں مستند ہیں۔
 منہ خیر! اس پہلی مثال کے متعلق پہلے کفر دے منہ خیر میں۔ جن کے ہدایت پانے کا کوئی علاقہ
 نظر نہیں آتا۔ اور جن کے متعلق پہلی آیات میں گنہگار ہے کہ انہوں نے اپنی کو آہ غلامی اور غلامی
 کی بند پر ہدایت کے ہاتھ میں گمراہی کو فرمایا۔

فرمایا مَثَلُہُمْ کَمَثَلِ الَّذِیۡ اسْتَرْفَعَ صَارًا اِنۡ مِّنۡ مَّا خَلُوۡا کُمۡ مِّنۡ اَمۡرٍ مِّنۡ شَیۡءٍ
 شخص کی طرح ہے۔ جس نے جہاں ہی سخت اندھیرے کی حالت میں آگ جلائی۔ آگ اس سے روشن
 اور گرمی حاصل کر لے۔ یہ دونوں چیزیں ضروریات زندگی ہیں سے ہیں جس کے بغیر گذرنا نہیں۔

چنانچہ ان منافقوں نے بھی اپنی فطری استعداد کے مطابق اپنے اندر ایمان کی شمع مدہنی کی۔ اور پیغمبر
 عیسیٰ مسیح کی صحبت اختیار کی۔ ان لوگوں نے اہل بیباکی کی نفرت بھی حاصل کی۔ اور ایمان سے فخر
 کیا۔ ثُمَّ يَكْفُرُ بِالْإِيمَانِ الَّذِي كَانُوا يُعْتَقِدُونَ چاہیے تو تھا کہ ایمان کی اس روشنی سے ان پر
 تمام حق کی روشنی برپا ہوتے، مگر انہوں نے تو صحیح سمجھ میں ایمان قبول ہی نہیں کیا۔ قد تعجب و قبح
 منہد حاصل کرنے کی خاطر یہاں کا مدہنی کیا تھا، مگر وہ دل سے تو ایمان کی آگ کو مدہنی کر سکتے۔ تو ان
 میں اٹھ صحت انہی کا جاہر پیدا ہوتا، اور ان کے دل میں ذکر الہی کا شوق پیدا ہوتا، ان کے دل میں
 توحید خاص سے سرور ہوتا ہے، مگر انہوں نے ایمان نہیں کیا تھا۔ وہ تو درحق مل پر ایمان کا اطلاق
 کر کے اپنے دل وہاں کی مخالفت چاہتے تھے۔ کیونکہ اس قسم کا قانون جسے قَالَ تَزَالُ
رَاقًا لِلَّهِ لَوْ أَنَّكَ تَعْلَمُ غَيْبَاتِ كَتَبَتْهُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
 نبی سے قَالَ تَزَالُ رَاقًا لِلَّهِ کا فقرہ کر لیا اس کا باقی دل اور عزت و آبرو و فخر تو ہو گئی، اسی پر
 یہ منافقین اپنی فطری صلاحیت کو بولنے لگے۔ بولنے لگے ایمان سے آئے، ان کا یہ ایمان
 تو اگر بچل کے اندھیرے میں آگ جلائے کے نزاع تھا۔

فَلَمَّا آتَتْهُ خَبْرٌ كَانَ يَلْمِزُ أَهْلَ الْبَيْتِ جب اس آگ نے آگ جلائے دے غصے کے دو گرد کو
 مدہنی کر دیا تو اسے حضورؐ پر دست گرد و پشیمانی کا پتہ چل گیا۔ تو پھر کیا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو کہا
 دیا، يَا آتِ بِهَذَا اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو اس قدر مدہنی کر دیا کہ جب وہ آگ بھڑکی
 جسکی مدہنی میں یہ لوگ اپنی جان و مال کی مخالفت کر رہے تھے، تو پھر وَأَعْلَبَ عَلَيْهِمُ ہونے لگا۔
 اللہ تعالیٰ ان کی مدہنی کر کے گیا۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَإِنَّهُ يَكْفُرْ بِاللَّهِ چاہیے کہ پناہ نہ دیکھو ان کی پناہ
 دیا، پھر ان کی حالت یہ ہو گئی کہ وَيَكْفُرُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ پھر بھی دیکھ نہیں سکتے، مدہنی تو مدہنی تھی جب
 وہ مطلع ہو گئی، تو وہ اپنی عقیدہ گرد و باہرین کے اٹھاء اندھیروں میں گم ہو گئے۔

اس مقام پر جن اندھیروں کا ذکر ہے، اندھیرے میں منافقین سرگرداں ہیں ان کی بہت سی
 قسمیں ہیں، سرور، مدہنی کی مدہنی منافقین کی جماعت پر صدق آتی ہے۔

بعضوں کی
 قطع نہیں

مجھے یہ سزا دینا کونسا ہے۔ یہ لوگ موت دین سے ایسا کانٹا کر کے تھے۔ مگر ان کے بھی
 میں کوئی اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ قرآن پاک میں جو جگہ موجود ہے: **اَللّٰهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْاَشْيَاءِ حُجْرَتًا**
وَقَدْ اَتَّخَذَ اُولَئِیْہِمْ اٰیٰتًا۔ اُن کا دل ایسا نہ ہے وہ انہیں اندھیروں
 سے نکال کر ایسا نہایت کی روشنی کی طرف لانا ہے۔ جس کی وجہ سے دل میں روشنی اور بصیرت
 پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ روشنی آگے ہی کر حقیقی روشنی میں تبدیل ہو جائے گی۔

فرما دوسرا اندھیرا جو منافقین میں پائی جاتا ہے۔ وہ مگر قریب کا اندھیرا ہے۔ **يُخٰذِلُوْنَ**
اَللّٰہَ کَاَلَوْہُمْ اَعْیُنُہُمْ۔ وہ بھی دھکے اور قریب کا اندھیرا ہے۔ جو وہ الی ایساں کے ساتھ رہا
 دیکھتے ہیں۔

اسی طرح تیسرا اندھیرا مدینہ گئی انفرار کہ ہے۔ جیسا فرمایا **وَمِنَہُمْ کَاٰوُا کَاٰوُا کَاٰوُا**
 دیکھتے ہیں، ہم غوی ہیں۔ حالانکہ یہ مرتبہ محبت بول سہے ہیں۔ یہ لوگ یک دوسروں میں نہیں۔ ان
 کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہذا یہ ایمان کے دوسرے میں جھوٹے ہیں۔

منافقین کا چوتھا اندھیرا جسے رشیع کا اندھیرا ہے۔ یہ لوگ اہل ایمان کو اپنی طرف
 کھینچتے تھے۔ حالانکہ ایمان والے آخرت کے طلبگار ہیں۔ انہوں نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو
 اختیار کیا ہے۔ مگر منافق اُن کی کوری قرآن کا طعنہ دیتے ہیں۔ یہ ان کا چوتھا اندھیرا ہے۔

جہالت دو قسم کی ہے۔ پہلی بیوقوفی اور جن مرکب۔ کہ ان شخص کی چیز سے واقف ہو یہ
 جہل بیوقوف ہے۔ جب تک یہ شخص متعلقہ چیز سے واقفیت حاصل کرے گا۔ وہ اس جہل سے
 نکل جائے گا۔ دوسری قسم کا جہل۔ جہل مرکب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں غلط بات
 کو صحیح سمجھنے لگے۔ جیسے عقیدے کو چھوٹا خیال کرے۔ یہ بہت خطرناک چیز ہے کہ کڑا اس سے
 نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ یہ شخص نہ غلط کو غلط کہے گا اور نہ وہ اس جہالت سے نکلے گا۔

منافقین کا پانچواں اندھیرا جہل مرکب ہے۔ وہ اپنے دھوکے اور قریب کو بڑا اچھا سمجھتے
 ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم مشاغل کو دھوکا دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ پانچویں قسم کے اس اندھیرے میں مبتلا ہیں۔
 چھٹا اندھیرا سماجی اور خوات کا اندھیرا ہے۔ اطاعت کی روشنی ہے اور سماجی اندھیرا بھی
 ہی خواہشات کی تعلیم میں یہ لوگ سرگرداں ہیں۔ وہ اندھیرا ہی اندھیرا ہیں۔

نار و جہنم کی حالت و ہوائی فزائے جہنم۔ سناؤں اندھیرا کرا اندھیرا ہے، مسلم شریعت کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ "وَنُفُودُ النَّفُوسِ مَخْلُوقَاتُ بَنِي آدَمَ لَا يَمُوتُ قَبْرِي حَتَّى يَمُوتَ كُلُّ نَفْسٍ مِنْ بَنِي آدَمَ"۔ ہاں جو شخص اپنے دل میں نور ایمان رکھتا ہوگا۔ اس کو وہاں بھی مکشوفی میسر ہوگی جس سے وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اندھیرے میں کی قبر میں مکشوفی ہوگا۔ ایمان والوں کے دل سے مکشوفی کی کشت ختم کی۔ نیز ان کے اعمال صالحہ کی مکشوفی انہیں حاصل ہوگی۔

بخاری شریعت کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد مجھے فَطَنْتُ عِلْمَكَاتِ بَنِي آدَمَ اَلْبَيْتِ اس دنیا میں کسی پر کیا گیا غلط قیامت کے دن اندھیروں کی عقل میں ملنے آئے گا یہ قبر میں جا کر پتہ ہے گا۔ کو غلط کا اندھیرا کہیں قدر شدید ہے۔ بلکہ اس کے گزرتے وقت حشر کے پہلی میں اندھیرا وندت کی گزرتوں میں اندھیروں کا احساس ہوگا۔ الغرض یہ تمام اندھیرے میں جو منافقتیں پروردگار ہوں گے۔ اس پر لوگ غصہ جی کا نکلا۔ ہوں گے۔

ان لوگوں کی یہ نہیں کی حالت یہ ہے کہ مَشَقَّةٌ بہت ہے۔ انہوں نے اپنی عقل و قوت کو اس قدر غریب کر لیا ہے۔ کہ صحیح بات کا گھٹنے کے پتے تیار نہیں۔ یہ لوگ اس پر غمی کی بنا پر مَشَقَّةٌ نہیں کر سکتے ہیں۔ ان کی زبان سے کبھی کبھی بات نہیں نکلتی۔ دھوکے فریب و جھوٹ کے سوا ان کی زبان پر کچھ نہیں آتا۔ پھر یہ بھی ہے۔ کہ یہ لوگ حسن و قبح میں ناچھائی اور بدائی میں امتیاز نہیں کر سکتے اس لئے کہ اس پر لوگ مَشَقَّةٌ نہیں اندھے بھی ہیں۔ ان کی قلبی ناچھائی تو موجود ہے۔ مگر ان کے دل اندھے ہیں۔ جو حق و باطل میں فرق نہیں کر سکتے۔ ایمانی و مشرک۔ سنت اور بدعت۔ ان کے نزدیک برابر ہیں۔ ان کے نزدیک ان میں کوئی امتیاز نہیں۔
 فرمایا یہ لوگ کفر و شرک اور سماجی میں اس قدر آگے چلے گئے ہیں۔ لَقَدْ فَرَّغُوا مِنْ خَلْقِهِمْ کہ اب ان کے عقل کی طرف واپس پٹ گئے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے پچھلے زمانوں کا یہ حال بیان فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَعْمَلُوْا لِنَفْسِکُمْ اَعْمَالًا سَابِقَةً لِّمَا لَکُمْ مِنَ الدُّنْیَا لَعَلَّکُمْ تَخْرُجُوْنَ
 دہیں اگر کوئی تیری پہلے کرے گا۔ انہیں یہ اعمال دنیوی زندگی میں لگا دیں۔ میں یہ تحریر تیرے لیے ہوئے
 گا۔ دنیا میں تو کئی چیزیں منشاء ہو کر دی جاتی ہیں مگر آخرت میں پہنچی کرنا یہاں کے اعمال میں
 کوئی تاخیر نہیں ہو سکے گا بشرطیکہ کافروں سے : وَ لَکُمْ فِيْ الْاٰیٰتِ مَعْنٰی طہ ۲۱
 غُثُوْثُہِمْ اَشْجٰی کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکا دیا جاتا ہے اور پھر مرنے کے بعد وہ کُفْرُجِ
 لٰہِ یُکُوْنُوْا فِیْہِمْ حَقِیْقَۃً یَّقِیْنٌ اَمَ تَنْکُرُوْنَ کر سکتے کر رہیں گے کہ یہ تیرا اعمال
 نامہ ہے اور پڑھو : اَلْحَقُّ یَرٰہُ کُلُّ شَیْءٍ وَّ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِیْقَاتٍ مَّوَدَّعٍ یَّوْمَ یَقُیْلُ
 اللہ تعالیٰ فرمائی گے اور پڑھو اَلْغٰیثُ فَمَنْ مِّنْہُمْ یَسْتَرْحِمُوْہُ فَاَسْتَغْفِرْ لِحَیْوٰتِہِمْ سَبْعَ
 اَلْفَ مَرَّۃٍ یَّوْمَ یَقُیْلُ اَسْکَنْہُمْ فِیْ دُنْیَاہُمْ اَوْ یَنْزِلْہُمْ فِیْ اَحْسَنِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَہُمْ
 کُتُبٌ مِّنْ قَبْلِہِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَہُمْ اَعْلٰی الدَّرَجٰتِ اُولٰٓئِکَ سَابِقَتِہُمْ لِفٰتِحٰتِہُمْ وَاُولٰٓئِکَ
 سَابِقَتِہُمْ لِفٰتِحٰتِہُمْ وَاُولٰٓئِکَ لَہُمْ اَعْلٰی الدَّرَجٰتِ اُولٰٓئِکَ سَابِقَتِہُمْ لِفٰتِحٰتِہُمْ
 کر رکھیں گے یہ ان منافقوں کے دل کلمہ میں دستخیز ہو چکے ہیں۔

لَقَدْ

الْحَرَاءِ

دس نمبر

دس نمبر

لَوْ كَسَبَتْ مِنَ الشَّعَاءِ فِيَوْمَ ظَلَمْتُ أَرْسَهُ وَبَرَأَتْهُ فَجَعَلُونَ
 أَصْبَاحَهُمْ فِي أَذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَابِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ
 عَزِيزٌ بِالْكَفِيرِينَ ﴿١٠﴾ يَكَاذِبُ الْمَرْءُ يَخْصِفُ أَيْدِيَهُ
 كَلَمًا أَضَاءَ لَهُمْ مَشْوَافِيهِمْ وَإِذَا ظَلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا
 وَلَوْ كَاذَبَهُ اللَّهُ لَهَبَ بِخَبِيرِهِ وَأَبْكَرَهُ إِنْ أَلَّفَ
 عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١١﴾

۲

ترجمہ : یا ان کی مثال اس کی طرف سے اتنے دال اس پرش کی ہے جس میں
 آدھیں اس کی بجلی کی ایک ہے۔ یہی انھیں اپنے کان میں ڈالتے ہیں۔ ہلکے لڑکے سے
 موت کے شے۔ اور اللہ تعالیٰ کانوں کو گھرنے والا ہے ﴿۱۰﴾ قریب ہے کوئی ایسی گھر
 کو ایک نے۔ جب وہ اس کے لیے روشنی کرتا ہے۔ تو اس میں جتنے ہیں۔ اور جب اس پر ناری
 چا ہوتی ہے۔ تو گھر سے ہاتھ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے کانوں اور انھوں کو سے
 جائے۔ ایک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۱۱﴾

کوشش کرو

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی باتوں میں وہ شائیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی مثال گزشتہ دس میں
 گھڑی کے گناہوں کی مثال اس شخص میں ہے جس نے جھوٹ میں لگ جاتی ہے۔ اور جب اس
 نے روگرد کو روکنا کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی روشنی کرے گا۔ اور آگ کو گھڑی منافقین کو
 انھوں میں چھڑا دیا کہ وہ کسی چیز کو نہیں دیکھتے وہ جیسے گھڑی اور ان سے ہیں ہی وہ لوٹ
 کر نہیں آئیں گے۔

یہ پہلی نمبر کے دو مقامات ہیں جو اپنے فتنے میں پکڑے ہیں اور جملہ کرب میں مبتلا ہیں۔ اس
 کی اصلاح کی کوئی امید ہی نہیں رہی کہ خود وہ غلا بات کو صحیح سمجھ رہے ہیں۔ بیٹے لوگ
 محض ہال ہی اور غریب آدمی کی بنا پر گناہ مسلم پرستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ

اور قیامت پر ایمان لائے آئے ہیں، حالانکہ ان کے اذنیان کا شائبہ ملک نہیں۔

منافقوں کی
دوسری مثال

دوسری مثال اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی زبان کی ہے۔ ہی کا کفر واضح نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگ متردد ہیں۔ ان کا ایمان کبھی مسدود کی طرف ہوتا ہے۔ اور کبھی اصل حقیقت کی طرف تو ایسے لوگوں کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے باطن کے ساتھ ہی ہے۔ جس طرح بادشہ کے نتیجے میں بہت سی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح علم مسدود کے ساتھ منافقین کے لیے بھی کئی ایک چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ قریبیاں پر اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اسی متردد قسم کے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی طرف سے باطل راہی نہیں ہے۔ بلکہ پرستار ہے۔ اگر کسی وقت ان کے ذہن میں صحیح چیز آجائے۔ اور یہ خالق سے باز آجائیں۔

مقتدیوں کی
ظہنی منافق

حدیث پاک میں آگے ہے کہ مقتدی منافق کفری کی ایک قسم سے ہے۔ بلکہ مقتدیوں میں سے بھی دو قسم کا ذکر ہے۔

منافق کی ایک اور قسم ظہنی منافق ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ دل میں فرمایا ایمان و توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر غیر غیر مسلم کی رسالت اور قیامت پر ایمان ہے۔ مگر ظہر اور باطن میں منافقت نہیں ہائی جتنی حضور علیہ السلام نے ظہنی منافق کی بہت سی مثالیں بتائی ہیں مثلاً رَاؤُا تِلْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اَسْمَکَ اَسْمَکَ اس کے پاس امانت رکھی ہوئے توفیق نہ گرا ہے۔ رَاؤُا تِلْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اَسْمَکَ جب کسی سے جھڑا کرتا ہے۔ تو کالی گھونچ پر ٹکراتا ہے۔ اِنَّ رَاؤُا اَوْ هَذَا اَخْلَفَ جب وعدہ کرتا ہے۔ تو خلاف وعدہ کر دیتی کرتا ہے۔ یہاں شخص مقتدی نہیں بلکہ ظہنی منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حامی کردہ و فراموش غافل و غیور کو فراموش کہتے ہوئے انہیں بھانپ نہیں دیتا۔ ایسے ظہنی منافقوں سے دنیا بھر کی پڑی ہے۔

دل کی
چالیں

مسند احمد کی حدیث میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گواہی ہے۔ اَلْاَشْوَابُ اَلْاَشْوَابُ یعنی دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے متعلق فرمایا فَلَمَّا قُلْتُ اَخْبِرُوْا اَیُّہَا دُلُّی بوجہات و شہادت ہو۔ فرمایا اس کی مثال۔ درختن چراغ جیسی ہے۔ میں میں کسی قسم کی کوئی غرابی نہ ہو۔

دوسرا دل آفت ہے۔ جو غلات میں بند کر دیا گیا ہو اور پھر اوپر سے دھماگے کے ساتھ
 باغداد دیا گیا ہو۔ فرمایا تیسری قسم کا دل سکو کس ہے یعنی ٹوٹا ہوا ہے۔ اس کا سر پہنے لہو جیڑا اور
 ہے۔ اس پر چلتی قسم کا دل صلیغ ہے۔ یعنی دو پہلو والا دل۔

پہلی قسم کے دل کے متعلق فرمایا کہ صفات و رشحات دل بوس کا دل ہے۔ جس میں فرمایا
 بالکل صاف اور واضح ہے۔ اس میں کوئی غزال یا کوئی قسم کی حادثہ نہیں ہوتی۔ غلات میں بند دل کے
 متعلق فرمایا یہ کافر کا دل ہے امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی
 پرندے کے کچے بچے سے یہ بند کر دیا گیا ہو۔ جس میں کوئی سوراخ نہ ہو۔ ایسا دل کافر، مشرک یا دیر پرے
 کا ہوتا ہے۔ جس سے باہر دیکھنے کے لیے سونے کے بڑے بڑے سوراخ نہ ہو۔ کہ وہ اپنے غل سے
 باہر جانے کی بات کہہ چکے ہوں۔ فرمایا وہ معاملہ دل منافق کا دل ہے۔ جس کے ایمان کو پہاڑ تو ایسا ہے
 مگر قریل نہیں کیا۔ محض اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی قریب کاری کی ہے۔ مگر ہے بچہ منافق۔ اس پر
 دل تو وہ ایسا ہے۔ جیسے ایمان بھی ہے اور نفاق بھی۔ یہ عملی منافق ہے۔ جسے کسی حد تک توبہ
 بھی ہوتی ہے۔ اور کبھی توبہ بھی ہوتی ہے۔

صورت علیہ السلام نے فرمایا ایمان کی مثال کشتی، اَلْبَشَرُ قَوْفٌ قَعَا لَفَسَا کہ جو
 الحقیقت اس پر ہے کہ ہے۔ جسے پاکیزہ پانی سیراب کرنا ہو۔ پوئے کا بیج اچھا ہو یا شس کی
 آبیاری میں صاف پانی سے ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اس کی نشوونما بھی اچھی ہوگی۔ نیز فرمایا کہ منافق کی
 مثال انسانی جسم میں پیدا ہونے والے بھڑے کی ہے۔ ایک طرف سے پپ آتی ہے۔
 تو دوسری طرف سے خون کا دورہ ہوتا ہے۔ گرا پھوٹے کی غذا خون کو پپ ہوتی ہے۔ وہی
 میں سے جس چیز کا غلبہ ہوگا۔ تو مر جیٹ جاکر مر جائے گا۔ اور اگر خون غالب آگیا۔ تو صحت عالی
 ہو جائے گی۔ منافق میں دونوں قسم کے ایشے پاسے جاتے ہیں۔

دل کے حالات بہت مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی بچاں نہیں ہوتے۔ حضرت ابو جہزہ رضی اللہ عنہ
 ہٹے پاسے کے بزرگ ہوتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قلب پر چھ قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہیں۔

پانچوں
 کی مثال

قلب کی پچھ
 رہتیں

یعنی حیات اور موت۔ صحت اور بیماری۔ بیماری اور خیر۔ فراموشی میں کہ قلب کی حیات و موت
 کی یہی منت ہے مگر ذاتِ نصیب ہو گئی ہے تو سمجھیں کہ وہی نذرہ ہے۔ اور قلب کی موت
 گمراہی سے واقع ہوتی ہے۔ ﴿فَرَا مَوْثِقَةُ الْعَصْفَةِ﴾ دل کی موت کا سبب گمراہی ہے۔
 کسی قسم کی گمراہی دل میں پیدا ہو جائے۔ سمجھیں کہ دل مردہ ہو گیا۔ اس میں زندگی کی کوئی رہنمائی
 نہیں رہی۔

قلب کی صحت و طہارت اور صفائی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور طہارت کا حصول یہاں
 اور آئینہ کی بدلت ہے۔ کہ یہاں کے غیر طہارت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اس کے برخلاف قلب
 میں بیماری کہ موت کہ نہ صحت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں موجود ہے ﴿وَلَوْ
 كَذَّبْتُمْ عَنْ أَفْوَاجِكُمْ ۖ ذُكِّرْتُمْ ۚ﴾ ﴿۱۰۰﴾ ﴿إِلَّا مَن أَتَىٰ الْقَوْمَ بِفُلٍ فَبَدَّلَ ۚ﴾ اللہ تعالیٰ نے
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل نخل کیا ہے۔ انہوں نے قیامت کے تذکرہ میں فرمایا۔ اُس ہی
 ذوالکمی کا نام آئے گا۔ اور نہ اور و خیر ہوگی ان! اور قلبِ پیغمبر کے کچھ گیا۔ اُس کو فنا ہو گا۔
 اور قلبِ پیغمبر وہی ہے جس میں طہارت پاکیزگی اور دریاں ہوں۔

فرمایا دل کی بیماری ذکر الہی میں ہے۔ جو غفلت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے اس
 کا دل بیمار ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ﴿مَنْ شَرُّ لَّغِيْزٍ يَذْكُرُ رُبَّهٖ وَلَٰكِنْ يَذْكُرُ
 رُبَّهٖ كَمَا يَذْكُرُ مَسْكُوٌّ ۖ أَلَمْ يَكُنْ يَذْكُرْ رُبَّهٖ ۚ﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی
 مثال نذرہ اور مردہ کی ہے۔ مگر زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہے تو سمجھو کہ اس کے
 دل پر غفلت کی نیند طاری ہے قرآن میں جگہ جگہ آپ پڑھتے ہیں کہ پڑھو جب کہ صحیح و شہم اور
 ﴿وَقَدْ فَكَّرْنَا مِنَ الْغَيْبِ﴾ اور غافروں میں سے ہو جاؤ۔

فرمایا منافق کی مثال یہی ہے ﴿وَلَا تَحْسِبَنَّ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ كَافِرًا يَّحِبُّ اٰسَافًا﴾ منافق کی مثال یہی
 ہے۔ صیب کا معنی نذرہ سے بے خبری دلی بات ہے اور عربی زبان میں آسمان کو بھی کہتے
 ہیں۔ الغنا کہ بھی اس پر غلط دلی پر ہی بود جانتے۔ اسی طرح عربی زبان کے اعتبار سے چست

بات کو مثال

[illegible]

فرما: اللہ تعالیٰ نے کائنات کو انھیں بعد از موت قلب اور حواس عطا کئے۔ یہ سب اس کے انعام میں۔ اور ہدایت حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔ یہ ان فطرت کی بنیاد پر ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمتیں چھین نہیں سکتا بجز فرما: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِكُمْ فَأَنْزَلْنَا لَكُمْ فِتْنَةً أَنْ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سماعت اور بعد از موت ہی بدل کر دے۔ یہ لوگ فطرت پر طور پر تو اس سے ہی ہیں۔ اللہ چاہے تو ظاہری طور پر بھی اس کی بنیاد پر عطا کر دے اور اوقات فتنوں کی سبب ہو جائے۔ اس لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ ان کے لیے اسے ہدایت سمجھائی کریں۔ اپنے لیے کمال حاصل کریں تاکہ اس کے فضل میں اللہ کے کام آجائے۔ مگر یہ ان ذرائع کو غلط طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اس سے صحیح طرح مستفیض نہیں ہو رہے ہیں۔

لہذا یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ کہو تو کہ: اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنا حکم کیا ہوا انعام ہمیں سے عطا ہے۔ اس لیے انہیں ہدایت کے لیے اس ذرائع کو ہونے کا راستہ ہونے ہدایت کا راستہ اختیار کریں۔ تاکہ انھیں فلاح نصیب ہو۔

الْعَمَلِ

الْبَصَاءِ

دینی و محنت

(ترجمہ: ۱۲۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا رَبُّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِكُمْ لَكُمْ تَقْوَى ۝ (۱۲۱) الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ
 فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بَنَاتٍ ۝ وَمَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ
 بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۝ فَذَكِّرُوا إِنَّكُمْ أَنتُمْ
 وَآلَكُمْ تَقْوَى ۝ (۱۲۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تمہارا رب وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اور
 ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ ان کو تم کی جگہ (۱۲۱) وہی رب میں نے تمہارے
 لیے نہیں کر فرمایا اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔ اور آسمان کی طرف سے پانی اتار دیا ہے۔
 پھر اس پانی کے ذریعے پھوس سے تمہارے لیے روئی بنائی ہے۔ پس تم اور تمہاری قوم
 کے لیے شریک اور تم جانتے ہو۔ (۱۲۲)"

دوسرے رکوع کے اختتام تک اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے انسانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ سوائے انہوں
 کو ابتدائی چھ آیتوں میں ایسا ہی دلوں کا ذکر کیا ہے اور ان کےوصفاتیاتی فرقے ہیں انکی
 دوسریوں میں ظاہر اور باطنی اندر کرنے والے کے کفار کا حال اور ان کا انجام بیان ہوا ہے۔ اس کے
 بعد تیسرے آیت میں منافقین کا حال تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ان کی چال بازی۔ دھوکا بازی
 فریب کاری۔ دیش وادی، ظہور و باطن میں تقاروت۔ مذہبی اور غلط فہمی سے کا رہا ہے۔
 پھر اس کی وصف صحت و دشمنوں کے ذریعے کی گئی ہے۔ ایک آگ کی مثال اور دوسری پانی کی۔
 منافقین کا انجام بھی بیان ہوا ہے۔ وہ بھی جی کی گئی ہے۔

اب تیسرا رکوع شروع ہوا ہے۔ یہاں سے تمام ان لوگوں کو خطاب ہے۔ حضرت
 عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جہاں بھی یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب ہے

لے تفسیر ظہری ج ۲

وہاں دس کے کئی اہل مکہ کی طرف ہے۔ کہو کہ خود قرآن کے نام میں اکثر چیزیں لوگ کلمہ میں
مبتوتہ تھے۔ اور جہاں پر **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** حکم کر خطاب کیا گیا ہے۔ اہل سے مراد
اہل مدینہ ہیں۔ کہ انہوں نے برضا و رغبت اپنی قسم لے لی کہ اور اسلام کی مرکزیت کے لیے جو
قرائیاں دیں۔ تو یہاں پر **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** کے مخاطب دنیا کی تمام قوموں کا نام ہی فرج لائے
ہیں۔ جو لوگ اس وقت موجود تھے۔ اسی سے براہ دست خطاب ہے۔ اور جو بعد میں آئے
ہیں انہیں اہل ایمان کے واسطے مخاطب کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کے خلق اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے۔ **لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ** کہ تم میں سے جو لوگ اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ انہیں ہی قرآن پاک
کے ذریعے تمہیں بھی تمہارے خوف کا انھیں سے آگاہ کر دوں۔ اور یہی لوگ تک۔ قرآن ہی کے
انہیں بھی حق کر دوں۔ گراں سب کو ان کے دُست انجام سے ڈراں ہوں۔

اس کو اس میں قرآن کریم کے جداریم اور حمد و ثناء میں کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے
قریمہ کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کہ وہ عزت پر ایمان لائے بغیر نہایت کا کوئی راستہ نہیں لھذا
اس کے بغیر نہایت کا اور یہاں میں کھل سکتے قرآن پاک کا درجہ اہم صفوں و حالت ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص نہ کمال کر نہیں پہنچ سکتا۔ بقدر صفوں و قرآن کریم
اس کی حیثیت اور اس کا وہی ہونا ہے۔ جسے قرآن پاک میں ملے بلکہ یہاں کیا گیا ہے۔ انہیں
کو زندگی سکھانے اور پر عزت اور نہایت کی ضرورت ہے۔ اور اس کا بعد ذریعہ ہی اسی ہے۔
کہو کہ یہاں پر ان کی عقل و شعور کام نہیں کر سکتے۔ انہیں جو غیہ علم کی مدد سنی میں تھی کہ ہے
اور ذریعہ علم ہی ہے۔ اہم۔ عقلی اور آخری ذریعہ ہی اسی ہے۔

اس کو اس میں جو تھے اہم صفوں و حمد کا ذکر ہے۔ قیامت پر ایمان و ضروری ہے۔
کیونکہ اچھے اور برے نتیجے کا ذریعہ و ذریعہ قیامت پر ہے۔ اس دوزخ نام چیز پر اپنی اصلی
حالت میں ظہور ہوں گی۔ یعنی اور یہی اس اختیار ہو گا۔ بعد انان اس کے نتیجے میں ذمہ داری
سے دوچار ہو گا۔ لہذا یہ اہم صفوں کی یہاں یہاں ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہی فرج انہی کو قریمہ پر کا رہنے کے حکم دیا ہے۔
چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ**۔ اے لوگو! اپنے خوب

جداریم
صفوں

قریمہ

کرنا مستحکم ہے۔ یہ کہو کہ "فَلْيَكُونُوا فِي الشَّرِّ بِرَبِّكَ ذَاتِ الْمِرَّةِ"۔ کہ یہاں تک عقل و شعور کی رسائی نہیں ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی پہچان اس کی پید کردہ اشیاء میں غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کی صفات کچھ میں آجاتی ہیں تو اس کی ذات کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صفت "اس کی قدرت" اس کا علم "اس کی قدرت" اور اس کی بادیت سب کچھ کچھ میں آئے گا۔ اور اس طرح خود اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔

حضرت علیہ السلام نے حضرت محمد بن جبلؓ کو یہی کا گوڑ بنا کر بھیجا تو فرمایا: تم ایک ایسی قوم کے پاس جاؤ، جو اہل کتاب ہیں جو وہ نصیحتی میں آسکتے چلتے تو یہ وہ حالت کی دعوت دینا "فَلْيَكُونُوا فِي الشَّرِّ بِرَبِّكَ ذَاتِ الْمِرَّةِ"۔ اور حضرت علیہ السلام نے حکم اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ آپ نے فرمایا: "فَلْيَكُونُوا فِي الشَّرِّ بِرَبِّكَ ذَاتِ الْمِرَّةِ"۔ اور اس کی پہچان میں تو پھر نہیں غار۔ اللہ اور وہی حکم کا حکم دینا۔ گویا سب سے پہلے معرفت الہی اس کے بعد اس پر ایمان و اعتقاد ہے۔ اور باقی باتیں بعد میں بتائی۔

اللہ تعالیٰ نے جوہر کے خلق قرآن پاک میں فرمایا ہے: "وَمَا كُنَّا نَدْعُوهُ خَرْقًا فَدَعَا"۔ انہوں نے تو خدا کے کہنے کو بھی نہیں پہچانے۔ جس طرح کہ پہلے کا ہی ہے کہ یہ اہل کتاب اور صاحب علم ہیں۔ انہوں نے اسے خدا سے نہیں پہچانے۔ انہوں نے اس کی صفت کو نہیں پہچانے۔ اگر اس کی صفت کو پہچان لیتے تو پھر قرآن کا کتاب نہ کرتے۔ عربیہ اسلام کو نہ کہنا دیتے۔ مسیح علیہ السلام کو بھی اللہ کا خطاب نہ دیتے۔ اور حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ خدا نہ کہتے۔ تو یہ کہ جسے اللہ خدا کو ایک نہ کہتے۔ انہیں تو پہچان ہی نہیں ہوئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں پہچان کرانی ہے کہ جب اللہ کی صفت کو پہچان لوگ تو اس کی عبادت ہوگی۔ اور اگر اس کی معرفت

کی طرح ہے۔ جو اپنی کوئی دوسروں کے گھر میں ڈال آتا ہے۔

اعراض فریاد بے تھالی کی یہاں نشانوں سے برقی ہے۔ یہاں پر اضطرار تھالی کی دوست
بیانی ہوئی ہیں۔ ایک بارست اور دوسری خاقیت اگر انسان میں رونق کر کے اپنی صفات کو چھین
میں لے کر یہ صفات خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہیں۔ تو پھر وہ عبادت بھی انسی ہی کی کریں گے۔

وجود حق پرستی

ہم انی الاشیہ نے ہم ایک صاحب سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی سستی اور اس کے وجہ
کوئی دلیل بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ انسان کی مختلف دنیاں مختلف آرزویں مختلف سبب
ہیں اور مختلف نفعی خواہشات اس کے دل میں ہیں۔ دنیا میں چند چیز مختلف دلیل ملتی
جاتی ہیں کیا یہ وجود انہی پر کچھ کمر ڈال ہے۔

دل سنت کے چار اصول ہیں سے ہم ابو حنیفہ اور امام مالک نے اس میں امام شافعی
اور امام احمد ان کے شاگرد ہیں۔ یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ پھر ان چھٹے اصول میں سے ہم
ابو حنیفہ امام عظیم ہیں۔ ان کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے قرینہ آٹھ صحابہ کرام کی نیابت
کی ہے۔ یہ سعادت کسی دوسرے امام کو حاصل نہیں۔ آپ صحابہ کرام کے زمانے سے قریب ترین
آپ کی دولت شریعت میں ہوئی جبکہ صحابہ کرام سے شریعت تک دنیا میں موجود ہے۔

انہیں ہم عظیم کا لقب دیتے ہیں۔ کہ وہ ہر یوں اور ذمہ داریوں کی ایک جماعت آپ کے منظر
کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ ان کا دعوئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود یا جی نہیں ہے۔ بلکہ
کائنات کا یہ نظام خود بخود چل رہا ہے۔ جب انہوں نے امام صاحب سے گفتگو کرنا چاہی
تو آپ نے فرمایا تو ائمتہ کثریٰ انصاریں ایک صاحب میں خود بخود کر رہا ہوں۔ اور بات میری عجیب
نہیں آ رہی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ سالان سے بھری ہوئی ایک کشتی خود بخود دیا میں چلی
رہی ہے۔ اس کو چلنے والی کوئی مدد اس میں نہیں ہے۔ بلکہ پانی کی موجوں کو چھوٹی ہوئی
چلی جا رہی ہے۔ اور واپس آ رہی ہے۔ وہ کہنے لگے۔ یہ کب تو رہے عقل کی بات ہے۔ ہوا

تہ الذکر کتاب فی بیان حقائق تہذیب اسلامیہ

تہ تبصرہ پر کثیر مشاہدہ

تہ تبصرہ پر کثیر مشاہدہ

تہ تبصرہ پر کثیر مشاہدہ

کوئی مخلوق کہہ سکتا ہے کہ کتنی بیزگس چوہے داسے کے غور بخور ہیں۔ یہ سچی کراہی ہے۔
 فرماتے تھے: فَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْخَلْقَ فَحُبُّوْا اللّٰهَ۔ کہ جب ایک گھوٹی گھٹی چوہے داسے کے بغیر چل نہیں
 سکتی تو تمام کائنات، عالم علی اور عالم علی اور جو کچھ اس کے اندر ہے، کیا یہ تمام خود بخود چل رہا
 ہے۔ کوئی اس کا حوالہ نہیں ہے۔ اس حاضر جاتی سے تمام دہریہ تائب ہو گئے اور ہم سب
 کے ہاتھ پر ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے۔

کسی نے اہم شائی سے عرض کیا کہ حضرت! وجود الہی پر کوئی دلیل نہیں۔ اتفاق کی بات
 کہ اس نے قوت کا درخت تھا، ہم سب ڈھونڈنے لگے۔ یہ قوت کا درخت خدا تعالیٰ کے
 وجود پر دلیل ہے۔ دیکھو اس درخت کے چوں کا ذائقہ، نہ وہ لہو لہجیاں ہے نہ مگر ہشتم
 کا کڑا اس پتے کو کھا کر بخیر نکلتا ہے۔ شہد کی گھسی اس سے شہد حاصل کرتی ہے۔ بجری
 کھائے تو بیلگیاں نکالتی ہے۔ اور یوں کھائے آکستری پیدا ہوتی ہے۔ بتاؤ یہ خدا تعالیٰ
 کا کام نہیں تو اس کی کام ہے۔ پادہ خفقت چیزیں ایک ہی پتا کھاتی ہیں اور ان سے جنت
 چیزیں نکلتی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت نہ تو کاش بکار ہے۔ کہ پادوں چیزیں کو الگ الگ
 پیدا کر رہا ہے۔

ام احمد سے بھی کسی نہیں سوال کیا۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا خدا ہے۔ اچھے
 سفید اور بچا اور اللہ سے سونے کی طرح نر دوسے۔ یہ اچھا کچھتا ہے۔ تو اس سے کہیں بھی
 یہاں نکلتا ہے۔ یہ غریبوں کو جانور کوئی نکالتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے سوا اور
 کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان ہی خصوصیات پر غور کر لے اس کی قدرت، حکمت، خفایت
 اور دلچسپی کے بارے میں آتے ہیں۔ نہ اگر نہ تعالیٰ کی صفت مجھ میں آگئی، تو پھر بات
 بھی نہ کہنے لگے گی۔

فَرَاہَ اَنْفَاقُہٗی جَسَدُہٗ لَکُمُ الْاَوَّلَیْنَ فَرَاہَ اَنْفَاقُہٗی جَسَدُہٗ لَکُمُ الْاَوَّلَیْنَ
 تمہارے لیے فرشتے بنائے ہیں کی ماضی اس طرح کی ہے کہ نہ دل کی طرف نہ ہرگز

بمحرک طرہ محنت۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا متصل بنایا ہے کہ انسان اپنی تمام ضروریات
 اسی سے پوری کرتا ہے۔ اسی پر پختہ چمکتے ہیں۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ مکان بناتے
 ہیں۔ غرض زمین کو کمال دیتے کا فرض بنایا۔

دہلی توحید

اس نسبت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے قوی دلائل موجود ہیں۔ جسکے پہلے اللہ تعالیٰ جو مسیح اور
قادر ہے۔ اس کی صفات کا ذکر ہے۔ کہ اس کے شاہکار کی پھر نہیں رہا تھا کہ کوئی نہ یسوعی
مقابلہ کر سکا ہے اور اس کی کوئی مثل ہے۔ وہ ایسی علی ذات ہے جسے کوئی پھر
باجہ نہیں کر سکتی۔

دہلی توحید کے تعلق فرمایا کہ آسمان کی بندی پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پھر سمستوں
کے قائم کیا ہے۔ اس بات کا اندازہ دوسرے میں کیا گیا ہے۔ فَلْيَنْزِلْ فَعَلَيْكَ مُزَيْنًا
اسے تم پھر ستاروں کے دیکھ رہے ہو۔ دنیا میں کوئی چھت پھر ستوں کے کھڑی نہیں ہو سکتی۔ پھر
یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جس نے آسمان میں جلیقہ ان چھت کو کھڑا کر دیا ہے۔ اس نے یہ ہے
کہ جب سے اسے قائم کیا ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہ ہوا ہے۔ جب تک چاہے کہ آسمان
کو اسی حالت میں قائم رکھے گا۔ اور جب چاہے گا۔ اسے کوڑا پھونکے گا۔ اور یہ وہ ہم وہ چاہے
۱۰۔ اسی بات کو دوسری جگہ یوں بیان کیا وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفَافًا لِّنُظَاهِرَ فِيهَا مَا يَشَاءُ النَّاسُ
إِنَّهَا مَلْعُونَةٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا دیکھو ہم نے آسمان کو کھولا ہے۔ تاکہ ہم لوگ پھر دیکھ سکیں
تغیروں سے اجتناب کرنے ہیں۔ اس میں غور و فکر نہیں کرتے۔

دہلی توحید کے سلسلے میں زمین کو دوسری دلیل کے طور پر پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے
پہلے کیا ثابت کیا ہے۔ اہم دلیل جو صاف من فرستے ہیں۔ کہ انہیں کے وہ بھی جواب دہ ہیں کہ
ہو اسے۔ سورہ نفا میں پھر کسی حد تک قائم کر رکھا ہے۔ بِاسْمِهِ اللہ تعالیٰ کی
قدت کا دلائل ہے۔ فَلْيَضْحَكُوا كَلَّا دیکھو زمین میں اس کی کوئی تکیہ کر سکتے
پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى یعنی وہ ذات جس نے
تسلیں اور تھپتے پہلے لوگوں کو بڑھایا۔ پھر فرمایا أَنسِ۔ اب کی عبادت کرو إِنِّي جَاعِلٌ
لِّلْكَافِرِينَ أَعْدَادًا جس نے تھپتے پہلے زمین کو فرش بنایا۔ فرش بہتر وہی پہلے
دیکھو کہ کتنے ہیں جس پر انہیں نام کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش کے ساتھ ہی چرن تعمیر کیا ہے۔

جیسا پاؤں کے متعلق فرمایا: **وَالْجُنَّالُ كَوَافِلُهُ** یعنی پاؤں کو کل بنایا۔ ہر قسم کے متعلق آتا ہے: **وَالْجُنَّالُ سِرَّاتُ سِرِّتِ** کو اللہ تعالیٰ نے چراغ بنایا۔

عام اور جزو جسامت فرماتے ہیں: کہ اگر کوئی شخص قمر اشع کے کوئی قریش پر نہیں سوزا گا۔ اور وہ جس پر سوزا جائے۔ تو اس کی عمر نہیں لوٹے گی۔ عاودۃ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بھی قریش سے تھیر کر لیا ہے۔ اس کا حسب یہ ہے کہ صرف عام میں قریش چارہائی جاتی تھی۔ قاریوں یا چٹائی کو کھتے ہیں۔ زمین کو نہیں کھتے۔ اس لیے قمر نہیں لوٹے گی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص قمر اشع کے کوئی چراغ کی روشنی میں نہیں بجھتا گا۔ یا نہیں پڑھتا گا۔ اور وہ جس کی روشنی میں بجھ کر رہے۔ قمری اس کی عمر نہیں لوٹے گی۔ عاودۃ اللہ تعالیٰ کو بھی قریش نے چراغ لکھا ہے۔ دوسری ہے کہ صرف عام میں چراغ کا غلطیہ یا لکھتے یا پڑھتے سوزا جائے سوزا نہیں پڑھتا۔ لہذا سوزا کی روشنی میں اس کے لیے پڑھنا بھلا ہوا گا۔

ہاں ہمیں قمری فرماتے ہیں: کہ اگر کوئی شخص قمر اشع کے کوئی گوشت نہیں کھائی گا۔ عاودۃ اللہ تعالیٰ کے۔ تو اس کی قمرۃ قمر ہے گی۔ عاودۃ اللہ تعالیٰ کی گوشت ہی کی ایک قسم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرماتے: **لَحْمًا حَرَامًا** یعنی حرام گوشت فرماتا ہے۔ یہاں بھی وہی اصول کارفرما ہے۔ صرف عام میں گوشت کا اطلاق آئے ہیں یا میٹھا۔ بڑی دھیرے کے گوشت پر ہوتا ہے۔ بجھ کر نہیں پڑا۔

قرآن پاک کی اور میں دعوت اللہ و خلائق و شریک کی عبادت ہے۔ اس میں عبادت کیوں تمام آگاہی کتب متفق ہیں۔ کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جلتے۔ قرآن پاک میں طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کی عبادت سے منع بھی کرتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو۔ تو عبادت کو اور اللہ پر عبادت کرنا اور عبادت اللہ کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی ہے کہ وہ رب ہے۔ اگلی آیت میں عبادت کی تشریح دیا کہ وہی گئی ہے کہ اس نے غم پر ایسے ایسے انعام کئے ہیں۔ ان اس کی عبادت ضروری ہے۔ اور اللہ

کے سلسلے میں جسے پہلے صفت خلاق کا ذکر ہے۔ اور پھر ظاہری، باطنی، علمی، اور عملی ہر قسم کے امتداد کا بیان ہے۔ اس ضمن میں قرآن پاک میں ایک بہت بڑا اہم ہے۔ اسی کے چار عمدہ مضامین یعنی توحید، رسالت، قرآن کی حقانیت اور عباد کا ذکر پر چمکتے ہیں۔

ہدایت کے لئے
ذات برحق ہے

فرقہ افراطی ب کی عبادت کو دیکھیں جس نے تیس پہاڑ کیا۔ جب انسان پہنے ہتھ میں ڈال کر اسے
توڑے معلوم ہو گا کہ پہلے وہ موجود نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے شے پیدا کیا۔ نہ صرف شے بلکہ اس
کے آباء و اجداد کو بھی پیدا فرمایا۔ ﴿وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ قرآن سے پہلے تمام لوگوں کا خالق، ہی
اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خالق وہ ہے۔ ہاں سب مخلوق ہیں۔ ماعز اللہ کما حقہ ہیں۔ انسان اس قدر
بے بس ہے کہ انہی کے جہر کی کمال کا کوئی عنصر اثر جانتے تو ساری مخلوق ان کے رحم سے وہ کمال
میں نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں نہ جنات کوئی مدد کر سکتے ہیں۔ نہ فرشتے۔ نہ ایک انسان کسی
کلمہ کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ جانی بے خود انسان کی دوسری مخلوق ہی کوئی بھی عبادت کا حق نہیں۔
گراں کی چیزیں ایسی صفت پروردگار نہیں جتنی بنا۔ اس کی عبادت کی ہوتے۔ نہ عبادت صرف
اسی ذات اقدس کی ہو سکتی ہے۔ جو واجب الوجود ہے۔ یعنی میں کا وجود خود بخود ہے۔ جو خالق۔
رب، رحیم، کل، قادر، مطلق، قادر علی اور فیض و تقویٰ کا ملک ہے۔ جو ذاتی و ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ
سے ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔ ہاں ہر چیز حادث اور فانی ہے۔ نہ کھٹی شے، نہ ہسکا ہوا
رُخسہ، نہ چرچر ماضی جو کہ ہے۔ یا نہ ہو جسے کی۔ و لہم العزت صرف اس ذات اقدس
کی ہے۔ جو ممکن نہ ہو کہ ہو۔ جو ہمیشہ و ہمیشہ ہے نہ عبادت ہی اس کی ہو سکتی ہے۔
فرمایا عبادت کہنے کا فرمان ہے ہو گا ﴿لَا تَعْبُدُوا شَيْئًا مِنْ دُونِى﴾ تاکہ تم نہ کی چیزوں میں سے
عذاب سے بچ جاؤ۔ تم کوئی پکارا کر سکتے ہیں کہ اگر اس کی عبادت کرتے ہو گے تو بچ جاؤ گے
ورنہ اس کی گرفت میں آ جاؤ گے۔ عبادت ہی کہنا نہ ہو کہ لو دنیا میں بڑائی سے بچ جاؤ
گے۔ اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہو گے۔

زمین کے فوائد

﴿وَمَا تَرْضَىٰ لَكُمْ﴾ ﴿وَمَا تَرْضَىٰ لَكُمْ﴾ ای قادر مطلق اور مبرا ان خدا تعالیٰ
جس نے زمین کو قسا سے بے فرش کی طرح بنا دیا۔ ایسا فرش جو نہ بھتر کی طرح نکلتا ہے۔ نہ
نہانی کی طرح باطل نرم۔ یہ ہر ایک طرح لطیف ہی نہیں بلکہ باطن اس کو شکل بنا دیا۔ اگر یہ

اَتَيْنَا بِجَعْفَرٍ كَارِئًا كُنُفًا وَهَكَذَا تَتَنَبَّأُ رَبِّي عَنِّي حَتَّى يَنْفُذَ
 تم اپنی قوم کو شرک بناتے ہو۔ حالانکہ تم کو کسی شریعت آدمی کے شرک نہیں ہی سکتے
 نہ تو کیجئے آدمی ہی۔

ایک مذہب اور ایک کلیہ ہے، شیعہ یا شیعہ نہیں پھر کہہ سکتے ہیں، تو کینیت میں
 برابر ہو چکے گری، مسودی، مختاری وغیرہ، اسی طرح جو چیز طلاق، طلاق حد حق میں برابر ہو۔
 سے متنازعہ کہتے ہیں، چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے شرک میں متفق ہو، لیکن خدا تعالیٰ
 کے سوا جسے عباد کوئی نہیں، اس کے علاوہ کوئی عباد کی مدد نہ ملے تو اس میں یہ بھی صحت میں
 جن میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شرک نہیں، بلکہ تمام جہالت کی دوسرے اللہ تعالیٰ کا نہ مٹتا ہے۔

آج دنیا میں خدا تعالیٰ کے متقابل اور شرک میں خدا تعالیٰ کے واسطے جتنا ہوگا تو جو وہ ہیں، توئی
 مذہب واسطے وہ خدا تعالیٰ ہیں، ایک ہی کا اور سزا ہی کا، ایک کا کہہ بیڑوں، کھابے، اور
 دو جگہ کا نام اس میں، اس کے نزدیک ایک شرک کا مذہب ہے، اور دوسرا غیر کا، تو کہنا اس سے
 اور مملکت کا اس سے، مملکت سوائے انعام میں نہیں گئے، حَقِّکَ الْمَطْلُوعُ وَکَمْ مَشْرُوعُ
 یعنی غلبت نہ ہو، اسی وعدہ اور شرک کے لڑاکے یہ کہہ رہے ہیں، اس میں کوئی اس کا شرک نہیں
 اور یہ وہی بات ہے جس نے خود نہیں دیکھی یہ کیسے۔

بعض لوگ سناہوں میں مستقل، شیر کے قتل ہیں، ایسے لوگ ایک ہی آدمی یا کئی آدمی قتل و
 نذر کی سناہوں کی طرف غور کرتے ہیں، یہ صالی فرقہ کے لوگ ہیں، جو سناہوں کو اللہ تعالیٰ
 کا یہ مٹا رہے ہیں۔

بعض لوگ اسماء کے سب سے ماہرین سمجھتے ہیں، اور اس طرح سے خدا کا شر
 مٹا رہے ہیں، بعض لوگ پیران کو برہان میں سمجھتے ہیں، سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ
 خدا چاہے، یعنی بڑا ہی آج برہان میں خدا ہی نہیں ہے، آج کل پیران سے لوگوں کو یہ جتن
 ہے کہ پیران کا وہی پیرا ہے، جس پر وہ بائیں گئے، کسی نئی جہی کی ضرورت نہیں، حالانکہ
 تمہاری سناہوں کو قرآن پاک نے جبری سناہوں سے تعبیر کیا ہے، حقیقت حال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ
 اَفْلَحَیْنِ اِنْ فَضَّلَ اللہ تعالیٰ کے ہوں کوئی جبری سناہوں میں نہیں ہوگی، سناہوں کی اہانت ہے

لے لیا **الْبَشَرُ** انھوں نے شرک کی بات ہے۔ بعض لوگ جیب کی غریب قسم کہنے کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کاپی، منیا، بجلی، دست کشاں، چاند کے پاس جا کر پوجتے ہیں اور چاند کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اس قسم کی غریب پرستیں نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اپنی جیب سے پیسے دیکر شرک خردے کے عزائم ہے۔

بعض لوگ غریب گنہگار کی شکل میں شرک کرتے ہیں۔ غریب گنہگار کے واسطے اگر خدا کا لوگ برے ہیں مگر ان کی اللہ تعالیٰ کے کلام یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دلوں کو نرم کرنے واسطے کرے مئے، تو جانا ہے۔ اور گنہگار کے واسطے جس کے ساتھ قرآن مجید کی شریف اور جستہ ہوتی ہیں۔ یہ سب شرک کی بدعت اور معصیت کی باتیں ہیں۔

بعض لوگ غیر اللہ کو خاندانہ طور پر پجھ کر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پیسے یا شیخ عبدالغفار جیسے ذی شہرت و شہرہ کا شرک ہے۔ اور پھر ان سے حاجتیں بھی طلب کرتے ہیں۔ حضرت خاتم الانبیاء شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے تھے۔ کہ بھو! ایسے لوگ کئی خدا پوجتے ہیں۔ کہ ہندو کے اصل خدایا۔ اللہ تعالیٰ کو واسطہ بنا دیا۔ مگر اس کا انٹ کر دینا تو درست تھا یعنی یا اللہ شہینا شیخ عبدالغفار جیسے ذی شہرہ کو واسطہ بنانا بیوقوفانہ واسطہ انسان کے عقل سے پرہیز کام کرے۔ مگر اس شخص نے شیخ عبدالغفار جیسے ذی شہرہ کو مستحق بنا کر اللہ تعالیٰ کو واسطہ کے طور پر چیل کیا۔ اور اس کے ساتھ ذی شہرہ کو بھی مرتکب ہوا۔ غیرت اور طلب کر کے کفر میں مبتلا ہوا۔

شرک جلی کے بعد شرک جلی کا ذکر بھی ہو رہا ہے۔ شرک جلی را
یہ بڑا جانتا ہے۔ بعض دوسری امتدادی صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ جو خاص قسم کا شرک خفیہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس سے بچنے کے لیے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مثال دی گئی ہے کہ بعض **وَاللّٰهُ رَحِيْمٌ** اللہ کی قسم اور میری زندگی کی قسم یا میری زندگی کی قسم یا بعض لوگ اس طرح کہہ جاتے ہیں۔ کہ اگر ات کرے گا تو ہوا تو ہم ٹھہر جاتے۔ یہ بظن

صانع میں موجود تھی جس کی وجہ سے ہم چلی سے چل گئے۔ یہ شرک غفل کی مثالیں ہیں۔ ہم خدا سے
 ہیں اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے لیے جب یا کلمہ صواب کی مراد سے مراد نہیں کی گئی۔ وہ نہ ہو گیا
 تھا۔ یہ ہر سے دور یا چیز ہی نہ ہوتا۔ تو ہم تباہ ہو گئے تھے۔ یہ تمام چیزیں اس لیے شرک غفل کی
 فرست ہیں کہ ان چیزوں کو غفلت کہہ دیا گیا ہے۔ ہر وہ چیز میں اثر ڈالنے والی ذات
 کو مشرقات کی ذات ہے۔

میں طریغ غیر مذکور کی حدت مطلقاً کفر و شرک ہے۔ اسی طریغ غیر شرک کی استقلال حاصل
 بھی شرک ہے۔ اعلیٰ صحت غیر کا صواب یہ ہے۔ کہ غفلت کسی ہرک کی اعلیٰ صحت کہتا ہے۔ غفلت اس کو
 بتیغ نہیں کہتا بلکہ سب کچھ غفلت کو کہہ دیتے ہیں وہ جو غفلت غفلت کہہ دیتے ہیں کہ غفلت کی وجہ سے
 اعلیٰ صحت کی حالت ہے: وَعَلَىٰ رُءُوسِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ وَرُءُوسُهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اور باقی ذرریہ
 اسی کو کہا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے خدا، دین کی کو رب بن دیا تھا یہ شرک ہے۔ اعلیٰ صحت غفلت
 اعلیٰ صحت فرض ہے کہ غفلت کے بغیر صانع اللہ تعالیٰ کے ہر وہ نوری اور اس کی خوشنودی
 معلوم نہیں کہ کون سا غفلت غفلت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے تابع ہوتا ہے۔

وَعَلَىٰ رُءُوسِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ وَرُءُوسُهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ "مہم نے دنیا میں دنیا" (جہنم السلام) کو
 اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے ان کی اعلیٰ صحت کی جائے۔ غفلت کی اعلیٰ صحت فرض
 ہے بحیثیت رسالت کے۔ اور اعلیٰ صحت صحت اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ صحت ہے۔ غفلت کے
 لفظ میں یہ بات ہائی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی جانب سے کوئی ختم نہیں دیتا۔ بلکہ وَلَا يَتَّبِعُ
يَتَّبِعُ اور ان میں تو اسی علم کی تعمیل کرنا۔ ہوں جو کچھ نہ دے دیا جاتا ہے۔ غفلت کی وجہ سے
 اپنی رہی یہ بات کہ علم کے لازم۔ بحیثیت پرستش طریقت۔ ہر وہ وقت۔ ہر وہ علم اور

والدین کی اعلیٰ صحت بھی کی جاتی ہے۔ نیز غفلت اپنے آقا کی اعلیٰ صحت بھی کہتا ہے۔ اور یہ سب اعلیٰ صحت
 اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ساتھ ہیں۔ کہ ان کے علم کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ شیخ پیر کا حکم
 استاد اور والدین کی اعلیٰ صحت، غلام کی اعلیٰ صحت وغیرہ اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ کہ وہ
 اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَكُونُوا كَالْخُلُقِ

مَنْعِيكَ الْخَلْقِ خالق کی معصیت کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کرتے ہوئے۔ مخلوق کی نجات
 عا نہیں ہے۔ ایسا کہنا شرک کے مترادف ہے۔ اس کی اطاعت خلق نہیں ہے۔ بلکہ نبی کی
 اطاعت خلق ہے۔ کچھ غرضی اپنی جانب سے حکم نہیں دیتا۔ بلکہ وہ پھانسی اللہ ہو جسے بالی
 لوگ چوٹ اپنی طرف سے حکم دیتے ہیں۔ اسی لیے اس کے حکم کو جاننا ہو گا۔ صحیح شرک کی کثرت
 ہوگی۔ اور غلوں شرح غلو بات کو ٹھکرا دیا جائے گا۔

اسی لیے فرمایا لَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ اللہ تعالیٰ کے
 لیے ذرہ بزرگ۔ اور تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی حق عبادت نہیں کرتی۔ نفع نہ ضد
 نہیں۔ کوئی خالق نہ تھا نہ خلق نہیں۔ جب یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ تو پھر اس کی عبادت
 اور اس کی صفات میں چیزوں کو گروں شریک مننے پر جس قدر توجہ قرآن پاک کا مبدا ہی مستند ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے اس دو آیتوں میں یہ مسئلہ سمجھا دیا ہے اس کے بعد وہ مسئلہ مضامین میں ہوں گے۔

آلۃ

البقرة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(آیت ۲۳ تا ۲۵)

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ
مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ الْغُرُفِ ۚ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَأْزَنُوا
النَّارَ الَّتِي هِيَ أَشَدُّ سَخًا وَالْحِجَارَةُ هِيَ أَمَدٌ لِلْفِرِينَ
﴿٢٤﴾ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ
ثَمَرَةٍ زُرِقُوا بِهَا ثَمَرًا غَيْرَ الَّذِي رُزِقُوا مِنْ قَبْلُ وَأَنْتُمْ فِيهَا
مُتَنَبِّهَاتٌ ﴿٢٥﴾ وَلَهُمْ فِيهَا أَنْجَارٌ ضَلُفٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا

خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: اور اگر تم میں سے کسی نے شک کرے کہ ہم نے نازل کیا ہے کچھ نہ ہے
اور میں حضرت کو صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دعا تم ایک سورہ اس کے ساتھ اور دعا کہتے
مداہدوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم کہو ﴿۲۳﴾ ہم اگر تم نہ کر کے اور یہ یاد کر
سکے پس پھر اس آگ سے جس کا ایندھن لوہے کی چیزوں کے جو کھر کر کے داروں
کے لیے تیار کی گئی ہے ﴿۲۴﴾ اور آپ تو فطری کتابوں ہی لوگوں کو پرانی ہمارے
سورہ جنوں نے پہلے اعلیٰ جگہ کر چکا ہے اس کے لیے ہدایت ہے جس کے سامنے
خبریں سچی ہیں جب بھی وہ ان چیزوں میں پہلوں سے مدد کی شے جانیں گے
وہ کہیں گے کہ وہ تو وہی ہے جو ہیں اس سے پہلے مدد دی گئی اور وہ اس
میں شے جانیں گے ایک اور جگہ کے مشابہ ہیں اور ان کے لیے ان چیزوں
میں پاکیزہ دیو ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿۲۵﴾

سورہ کے ہفتاد میں اللہ تعالیٰ نے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کا جواب

جو وقت کے ساتھ ختم ہو گئے۔ عظیم الشان و بیش باقی تھے وہاں ہے۔ اسی عظیم الشان کا کلمہ
حضرت صلوات اللہ علیہ کی لائق کا کلمہ، مدنی کلمات تھے۔ جو وقت گزارنے کے ساتھ ختم ہو گئے
عظیم الشان عظیم الشان و بیش باقی تھے وہاں ہے۔

عبد العزت
عبد العزت

اس آیت میں حضور عظیم الشان کے لیے جب کا کلمہ استعمال ہوا ہے، جو کہ بڑا با عزت کلمہ ہے
شُرَّكَاءَ لَهُ عِبَادَتِهِمْ تَكْفِيهِمْ كَيْفَ عِبَادَتِهِ كَالْعَدَدِ اس کی بہت بڑی صفت ہے کہ عظیم الشان
وہ ہے کہ عبادت انبیاء کو ہم عظیم الشان میں ہوئی ہے۔ اور پھر تمام نبیوں میں حضور عظیم الشان اکمل
قرین بندہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نصیب ہے۔ قرآن پاک میں جہاں
ہمیں عباد کا کلمہ آیا، اس پر خاص اہتمام کا ذکر ہے۔ جیسے شُبَّانُ الَّذِينَ اسْتَرَى
بِعَبْدِهِ، دوسری جگہ فرمایا: شُرَّكَاءَ لَهُ عِبَادَتِهِمْ تَكْفِيهِمْ كَيْفَ عِبَادَتِهِ تَكْفِيهِمْ
ہے۔ فَادْعُوهُ عِبَادَتِهِمْ عِبَادَتِهِمْ عِبَادَتِهِمْ عِبَادَتِهِمْ عِبَادَتِهِمْ عِبَادَتِهِمْ
مناز میں جب تک کہ ان کی اللہ تعالیٰ، اللہ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّكَ اس کی عبادت کامل ہی نہیں ہوئی، تمام انبیاء عظیم الشان اللہ تعالیٰ کے بندے
ہیں۔ نہ تو خدا تعالیٰ کے بندے ہیں، نہ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ میں عمل کیا ہے۔ اس میں کوئی شک
کی صفت پائی جاتی ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اس کے عباد میں بندے
ہیں۔ مجدد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

جس لوگ عبادت کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ انبیاء عظیم الشان بشر و انسانی نہیں
بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان بڑا عظیم الشان کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ خَلْقَ الْإِنْسَانِ لَكَبِيرٌ
تو انسان تو بڑا عظیم الشان ہے انسان میں بڑا کلمہ کہ یہ کہنے والا ہو۔ بشر ہونا کوئی بے حقیقت
کی بات نہیں ہے۔ خاص طور پر عبادت تو بہت اعلیٰ صفت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ حاکم کرنے
محض ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ عبادت والی بات ہی نہیں پائی جاتی، جاری عبادت کی حالت
خواب ہے۔ ہم گمراہ ہوا میں، جو گمراہی سے آلودہ ہیں، جن میں عبادت کا تمام حاصل ہے
وہ تو بڑا کلمہ نفوس میں جو عبادت خدا تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول تھے ہیں۔

قرآن پاک
بلکہ جنس

خود قرآن پاک اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خدا تعالیٰ کا کلام اپنے لیے

تیار نہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اس خیال کے نڈے کے طور پر قرآن پاک میں تین قسم کی آیات
بازل فرمائیں۔ اولاً سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ فرمایا کہ یہ قرآن پاک کسی انسان کا وضع کردہ نہیں
ہے۔ اور نہ ہی یہ انسان کے ہنس کی بات ہے۔ بلکہ لہجہ انجیل کے ساتھ انا قرآن انا قرآن انا قرآن
اَنَا نَزَّلْتُ مَوْجِبَ قَوْلِ الْعَصْرِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَقَدْ أَخَذْنَا لَكُمْ عَهْدًا
لَتَقْرَأُنَّ وَلَوْ أَنَّا كُنَّا مُعَذِّبِينَ لَقَدْ أَخَذْنَا لَكُمْ عَهْدًا لَتَقْرَأُنَّ وَلَوْ أَنَّا كُنَّا مُعَذِّبِينَ
لَقَدْ أَخَذْنَا لَكُمْ عَهْدًا لَتَقْرَأُنَّ وَلَوْ أَنَّا كُنَّا مُعَذِّبِينَ
یعنی جنہیں قرآن مجید نام نہان مضمون میں لکھی اس قرآن پاک کی مثل مانا ہے جس کو نہیں
لا سکتے۔ اگرچہ یہ ایک دوسرے کے مدعا بھی بن جائیں مگر یہ ساری مخلوق عاجز ہے۔ اس بات
سے کہ قرآن پاک جیسا کوئی کلام ہمیشہ کر سکیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو کلمہ کے سوا
بوسے میں کسی قسم کا شک ہے یعنی یہ کہ یہ ان کا کلام ہے تو انا تو ہر قسم کے مشابہت
کو اس جیسی دس سو مرتبہ ہی بنا کر سکتا ہوں اور پھر پھر لکھتی ہی ہوں۔ یہاں ہر قسم کے کلام کا واقعی
یہ خدا تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ کوئی انسان بھی ایسی چیز ہمیشہ کر سکتا ہے۔ مگر کوئی بھی ایسی
چیز جو کلام کا جواب نہ ملے سکے۔ اب یہ سورۃ فہر آیات پاک میں آخری جہج دیا جا رہا ہے۔ کہ اگر
تم کو اس کلام پاک میں شک ہے۔ انا تو ہر قسم کے مشابہت کو اس جیسی ایک
سورۃ ہی بنا کر سکتا ہوں اور تین آیات کی جہج کے جہج سورۃ ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ اور اگر بعض چوتھی صدی ہجری میں بوسے میں آپ فرماتے تھے کہ قرآن پاک
کے اس صبیح کو صدیاں گزر جانے کے باوجود کسی نے اس کا جواب لینے کی جرأت نہیں کی۔
اور اگر سید کا بچے کسی شخص نے اس وقت کی کوئی مڑکی لکھائی تھی۔ اس کے ہم کلمہ کا فرق نہ
اس کے نزدیک نہ تھا۔ کہ تم پر رحمت ہو۔ یہ کہ خدا واضح کردہ کلمہ کلمہ ہر لفظ صلی اللہ
عزیر وظم پر نازل ہو کر لے کلام کا متباد کر سکتا ہے۔ یہ کہنے میں کارہگ نہیں ہے۔ قرآن پاک
کا ہر لفظ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود قائم و دائم ہے۔ اور آج تک کوئی کلمہ سورۃ میں
بنا کر ہمیشہ نہیں کر سکا۔

عام مضمون کہ ہم فرماتے ہیں کہ یہ صبیح قرآن پاک کی نعمت و برکت کے ہی ظہور

سے ہے۔ امام ابو جہاں کی انہیں مغرب میں شامل ہیں، جو لوگ سے ہیں، مگر قرآن پاک پر واضح
 وریح کلام ہے، کہ اس میں فصاحت و بلاغت کچھ کم کوئی دوسرا کلام پیش نہیں کر سکا۔ مؤ
 یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ پہنچ فصاحت و بلاغت تک ہی محدود ہے، تو پھر یہ ظاہر
 تک ہی محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ جہاں عربی زبان بولی جاتی ہے، کیونکہ قرآن پاک عربی زبان
 میں تازل ہوا، مگر حقیقت یہ ہے، کہ یہ پہنچ صرف عربوں کے لیے نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے
 لیے ہے۔ اگر اسی پہنچ کو یہی قرآنی پہنچ تسلیم کیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ فصاحت
 و بلاغت کے علاوہ کوئی دوسرا کلام اس میں ہے، تو اس میں لیے ہوئے کلام جیسا کہ نظم و یا
 جانتا ہے، اور نہ ہی اس جیسا کہ کوئی دوسرا دستور پیش کیا جاسکتا ہے، حضور علیہ السلام
 کے احوال میں ایسا ہیست کوئی دوسرا قانون پیش نہیں کر سکتا، مگر کہ سابقہ کتب آسمانی اور مجھے ہی
 ایسا اجماعی کلام نہیں ملے سکتے، جیسا قرآن پاک نے عطا کیا، اسی لیے قرآن کوئی ایک سورتہ فکر
 و کلام نہ ہو، قرآن جیسی جامعیت پیدا کر سکے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن مدظلہ العالی پر پورے کی پوری اپنی شخصیت میں صحت سوز سال کی عمر میں
 اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی، اور آپ کو حکمت مجربہ کو اسلام کی دولت
 سے ۵۱ سال ہوئے، حضرت مولانا احمد علی دہلوی کے والد محترم شیخ حبیب الرحمن حضرت مدظلہ العالی
 کے دوست تھے اور آپ کے ساتھ ہی اسلام دے، رشتے کے لحاظ سے حضرت مولانا مدظلہ العالی
 حضرت مولانا دہلوی کے فرشتے، تو مولانا حبیب الرحمن مدظلہ العالی نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے، کہ دنیا بھر
 کی اقوام اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ جو یہ لوگ اسلام اور نظامِ عدل
 اسلام اور قرآن پاک نے پیش کیا ہے، دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی، خواہ وہ ہندو ہوں یا عیسائی
 یا یہودی، انہیں حقیقت تسلیم کرنی چاہیے گی کہ اسلام جیسا آئی، مضبوط اور غیر تغیر پذیر قانون
 کہیں سے نہیں مل سکتا، امام شافعی فرماتے ہیں، کہ قرآن پاک کی چھٹی سی سورتہ "التغصن" اتنی
 جامع سورتہ ہے، کہ ساری کائنات کی ہدایت کے لیے ہی کافی ہے، بشرطیکہ بنی نوع انسان اس

ہر فرد کو اس سے زیادہ جان چسپاں کریں۔

الغرض! فرمایا اگر جہاد، نکل کر وہ کلام میں نہیں آئی، شک ہے تو اس میں ایک سورۃ ہی
 بانکرہ، حضرت ہی نہیں بلکہ وہ تو شہد کا کلمہ قرآن اربعہ ان کلمہ صوفیہ
 اور اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ پنے گواہی جانو یعنی خود ہی آجہاد نہ پنے دیگر
 مددگار نہ جانتی جس جانور، مگر تو اس کلام میں ایک سورۃ ہی پیش نہیں کر سکتے، بلکہ پنے
 اس دعوے میں چنگے ہو کر یہ نہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے تو اس حلیج کو قبول کرو یہ قرآن پاک
 عربی نہیں میں ہے، یہ قسمی، عربی زبان ہے، حضور علیہ السلام نے اسی قسم سے، اہل سے
 عربی زبان تکھی ہے، آپ سکتے میں ہے میں، یاد آجہاد کریں، یہ اسی مسئلے کی زبان ہے اگر
 حضور علیہ السلام خود کلام بنا سکتے ہیں، تو پھر تم میں کوئی سورۃ بانکرہ نہ دے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عربی زبان اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ اس اعتبار پر پہلے کے مجدد غزل کی طرح کی جا سکتی ہے۔ بلکہ کسی شاعر نے قرآن پاک کی مشعل سے لے کر حضرت امیر خسروؒ کے زمانہ تک عربی شاعری کا کلام ہی جانتا ہے۔ یہ سب کلام ان ہی کا ہے۔ ان سب کلاموں کے ساتھ مولانا کا یہ ہے۔ مولانا میں سے کوئی بھی قرآن پاک کا امتثال نہیں۔ خدا کا کلام تمام کلاموں سے مغزدار اور طاقتور ہے۔

12

قرآن پاک نے جمیع پیش کرنے کے بعد پھر خود ہی اس کا جواب دیا **وَيَا أَيُّهَا
مُتَّقُوا رَبَّ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** پس اگر تم دعا کر کے اللہ تم کو نہیں کر سکا ہے۔ تو یہ پیشگوئی بھی کر
دی کہ تم اس حکوم کی مثل ہرگز پیش نہیں کر سکا ہے۔ تو پھر خدا فرمادے **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** اس
جگہ سے پھر نصیحت و خوف کا اشارہ دیا **وَالْحِجَابُ رَحْمَةٌ مِّنَ رَبِّكَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَفُونَ**۔
گویا حدیث کی آگ میں اس حکوم کے کتبہ ہیں خود کا دعا نہیں ہے۔ حد پھر مہمانے کا مطلب ہے۔
کو جس طرح کہنے سے جوابی گئی آگ سخت بہت ہے۔ اسی طرح پھر سے جتنے دلی آگ شدید تر

ہرگز نہ پھرتے نہ وہ پھر کرے نہتے ہیں۔ میں کی پروا کی جا رہی تھی۔ وہ بھی مددگار کی آنکھ میں جھلنے لگتی تھی۔ فریادیں لگ سب آجیہٹ مشوہتوں پر نہیں ہوتا، کہے بے تید کی گئی ہے۔ کھانا روک ہی لگے گا انہوں میں سے۔

[illegible]

المجلس
الوطني

فرما كُلُّكُمْ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ہر شخص رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔
 دینی دے جانے کے قائلوں کا یہی رُؤُوف ہونا ہے۔ كُلُّكُمْ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ تو کہیں گے کہ تو
 وہی ہے۔ جو ہمیں اس بچنے دی گئی، تو قوالہ کہ مُتَّعًا بِهَا اور وہ اس میں دے
 جانے کے ایک دوسرے کے ساتھ پہل۔ مقصد یہ کہ ایک دوسرے میں کرپل پیش کیے جانے
 کے بعد جب دوسری دھواں سے جتنے جتنے پہل لینے جائیں گے۔ تو جتنی لوگ کہیں گے کہ
 یہ وہی پہل میں جو ہمیں اس سے پہلے ملے گئے تھے۔ مگر جب وہ انہیں کہیں گے۔ تو
 ان کا دلچسپ پہلے پہلوں سے بالکل مختلف ہو گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کے پہل دنیا
 کے پہلوں سے متبادل ہوں گے اور جنتی انہیں دیکھ کر دنیا کے پہلوں پر قیاس کریں گے۔
 ان دونوں قسم کے پہلوں میں ڈالنے کے اعتبار سے بڑا تفاوت ہو گا۔

۱۰۰۰
 ۱۰۰۰

حضرت مرقا شہد شہرت علی شافعی فرماتے ہیں کہ مجھوں میں شہادت کی ایک اور
فرج ہے کہ حضرت علیؓ رکھنے والے اس دنیا میں جب بھی اور اہل امت کے کام کہتے تھے

تو انہیں کثرتِ محسوس ہوتی تھی اس کے نتیجے میں جب درخشش میں انہیں محسوس نہ ہاں گئے
تو وہ لوگ کہیں گے کہ ان میں وہی کثرت ہائی جاتی ہے۔ جو دنیا میں بھی گئی کر کے وقت حاصل ہوتی تھی۔
تو مذی شریعت کی روایت میں آج ہے کہ جنت کی زمین خالی ہے سنبھالنا کہ ظہورِ عالمی
بقیہ وقت اللہ اذ اللہ اذ اللہ اذ اللہ اذ اللہ اذ اللہ اس خالی زمین میں درخت لگانے کے عزائم
ہے۔ جب کوئی مومن دل کی گمراہیوں سے اُٹھوٹا ہو گا کہ جنت ہے۔ تو جنت میں اس کے لیے
ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ جب اس درخت کا پھل انہیں پھر ہو گا۔ تو وہ کہیں گے کہ اس
کا ذائقہ تو بالکل وہی ہے جیسا اللہ ہمیں دنیا میں بھی کی تو تسلی پر حاصل ہوتا تھا۔ اسی طرح کے
مصلحت میں آج ہیں جنت میں یہ نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں تمام درخت
کا جو بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔ وہ سب جنت میں حاصل ہو گا۔ خواہ وہ ہاس کی صورت میں ہو
خوداک کی صورت میں ہو یا اعلیٰ مقام کی صورت میں۔ ہر چیز وہاں حاصل ہوگی اور اسی کو چھوڑ
کی مشابہت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پاکیزہ بیویاں

جنہوں کے ایک اور انعام کے متعلق فرمایا وَلِكُلِّ نَفْسٍ مِنْكُمْ أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ پھر
ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔ ان اور جنہوں کے علاوہ وہ سب تمام پروردگار کی نعمتوں
کا بھی ذکر ہے فَرِيًّا وَلِكُلِّ نَفْسٍ مِنْكُمْ مَا تَشَاءُ أَتَمَّتْ لَكُمْ اس میں نہ اس کے لیے ہر وہ چیز ہوگی
جس کے لیے تمنا رہی ہے۔ جنت کی نعمتوں کی ایک اور خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ درخت چونا
والی ہونگی دنیا میں کسی چیز کے پتھر آہستہ کے پتھر میں ہر وقت خواہ نگاہ رہتا ہے۔ کہہ کی وقت بھی
سکتی ہے۔ یا ختم ہو سکتی ہے۔ مگر جنت کی نعمتیں دائمی ہوں گی۔ ان کے لیے نوال کا کوئی خوراک نہیں ہوگا
اسی لیے فرمایا کہ کوئی رنگ کسی محدود عرصے کے لیے جنت کی نعمتوں سے مستفید نہیں ہوں گے۔ بلکہ رَفَعَهُ
فِيهَا حُلَّةً وہ دائرہ ہوگا ہمیشہ جیسا کہ یہ ہے جس میں رہیں گے۔ اور ان کے عبادت میں
منازعتی ہوتے ہیں۔

ان آیات میں قرآنی پاکیزہ بیویاں اسے دلوں کا انجم بھی بیان فرمایا اور اس کی تکمیل
کرنے والوں کے شہر سے بھی اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا۔

الْعَمَّ

الْبَقِيَّةُ
(نہیں ہے)

میں سے جو باقی رہا

وَاللَّهُ لَا يَخْفَىٰ أَنَّ يُعْتَرِبَ مَعَهُ مَا يَمُوتُ مَعَهُ فَمَا فَرَّقَهُمَا
فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنََّّهُ الْمَوْتُ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا
الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَقْذَرٌ يُفَسِّلُ
بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُفَسِّلُ بِهِ إِلَّا الْفَرِيقَ
الَّذِينَ يَقْتُلُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ
مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُؤْمَلَ وَيَفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ
مُمَّا الْخَسِرُونَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ :- جبکہ اللہ تعالیٰ نہیں شہداء اس بات سے کہ یہاں کسے مثال کلمہ
کی یا اس سے بڑی بہر حال ہر گز ایمان دے رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے اس
کے رب کی طرف سے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہیں وہ کہتے ہیں کیا راہ
کیا اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کر کے اس کے سبب سے
بہتوں کو اسد بہت دیکھتے اس کے سبب سے بہتوں کو اور نہیں کفر کرتا
اس کے سبب سے مظلوموں کو ﴿۲۴﴾ وہ جو اڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
کے عہد کو اس کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کر کے ہیں اس چیز کو جس کو
اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اور زمین میں خوار کرتے ہیں۔ یہ لوگ
نقصان اٹھانے والے ہیں۔ ﴿۲۴﴾

کوشش ہے کہ
پچھلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت، صداقت اور اس کے منزل
میں اللہ تعالیٰ نے جو حضور میرا مسلم کی رسالت کا ذکر کیا تھا اس سے پہلے جو حدیث و روایت
کے مضمون بیان تھا۔ لوگوں کے اس خیال کی تردید تھی کہ یہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام نہیں۔
بلکہ غیر میرا مسلم کا اپنا وضع کردہ ہے۔ اور پھر اس ضمن قرآن پاک کے پہلے کا ذکر کیا۔ کہ اگر

جیسا کہ ایک فقہ حیا جو دیت ہے۔ ایک عابد نام یعنی تمام قرنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غفلت کرنے کے باوجود یہی کہتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جس قدر نجات کئے ہیں۔ اگر وہ ساری عمر بھی عبادت میں لگا رہے ہیں پھر بھی کثرت ہی اللہ تعالیٰ اس کو فروغ عطا کرے اور کچھ سے ہیں اگر جیسے کہ ساری عمر ہی ایک عہد میں گزار دے۔ نہ وہیں اس کی موت آجائے۔ تو وہ باگاہ و بستانِ عزت میں امن کرے گا کہ سرور و کرم اس پر بھی تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ حیا جو دیت یہی چیز کا نام ہے۔

جیسا کہ پہلے نفس سے بھی ہوتی ہے۔ یہ بے شے کوئی شخص نہ سمجھنے والا ہو۔ تو بعض اوقات انسان خود پہنے ہی میں خرم محسوس کرنے لگتا ہے۔ کہ میں کیوں بنا ہوں اور کچھ دھوکا شے ہو۔ یہ نفس کی حیا ہے۔

جیسا کہ ایک قسم حیا کرم ہے۔ خود حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کو کھانے پر بلایا۔ کھانا کھا پکھنے کے بعد وہ لوگ وہیں بیٹھ کر بات چیت کرنے لگے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ذکر گذرنا ہی ہو گیا۔ آپ نے جہل کلام کی وجہ سے انہیں زہن بہدک سے کچھ دیکھا۔ کچھ عطا کر دیا۔ پھر بچے لگے۔ انکو یہ لوگ بھی چپے جاتیں۔ منورہ بیٹھے شے لہو دین کر دے جتے ہی کہ حضرت۔ حیا جو دیت یہ چیز شریعت کے آئینے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت کا نال فرمائیں۔ کہ سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر کھانا کھانے کے لیے جاتے ہو۔ تو وہاں بیٹھ کر بات چیت میں وقت نہ گزرے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی تو عباد کرم کی وجہ سے قیاس نہیں کیا۔ معاذ اللہ خود ہی احساس کرو۔ اور کھانا کھا کر واپس چلے جاؤ کرو۔ چلک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔

ہدایت لکھی

فرمایا جب اللہ تعالیٰ اس قسم کی مثالیں بیان فرماتے ہیں۔ تو اس میں اور کافر ان کے مختلف عزت و شرم ہوتے ہیں۔ فَاَمَّا الَّذِي يَنْتَعِزُ فَيُفَكِّكُ عَنْكَ الْخَلْقَ مِنْ تَرْبِهِمْ اور یہ لوگ بکائی جانتے ہیں کہ یہ جھول بھول مثالیں بے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اہل کے رب کی طرف سے حق ہے۔ ان کو بایں کرنا حکمت کے منافی نہیں۔ لہذا اس سے بچا نہیں جاتا۔ وَمَنْ يَنْتَعِزْ يَنْتَعِزْ كَمَا يَنْتَعِزْ اور اس سے کفر کیا جیسے کوئی نہیں وہ کہتے ہیں کہ فَاَمَّا الَّذِي يَنْتَعِزْ اللہ جہد کما کما اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ساتھ کیا اور کیا ہے۔ اور لوگ بھی کہتے ہیں۔

اور بعد متغیر اور متحرک کہتے ہیں کہ جس کمال چیزوں کی مثال یہاں کرنے سے اللہ تعالیٰ کو کیا حاصل
ہو مگر مثال یہ بیان کرنا حتیٰ کہ کسی اعلیٰ چیز کی بیان کی ہوئی۔ علمی اور کمال کی مثال کی کیا حیثیت ہے۔
اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مثال کو اصول چیز نہ کہو کیونکہ فیصلہ بعد
کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مثال کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ایسی بات جس
لوگوں کے ذہن میں نہیں پیش۔ جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں ملاحظہ
داد وہ حکمت کے اصولوں سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں کام کی حقیقت کا علم ہوتا
ہے۔ لہذا اصول اعتراض پیش کرتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا ایسی مثالیں صرف گمراہ
ہی نہیں کرتیں بلکہ دیکھنے والی پسند کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مثالوں کے ذریعے ہدایت بھی دیتا
ہے۔ جو لوگ مثال کے ذریعے بات کو مثال سے سمجھ جاتے ہیں اور حقیقت کو پہنچتے ہیں۔ لہذا ہدایت
ہو جاتی ہے۔ فرمایا ہم وصفا فیصلہ ہے۔ والا فیصلہ نہیں ہیں گمراہ ہی لوگ ہوتے ہیں
جو واقعی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ کوئی ایسا آدمی نہایت حرج
اور حق کا طالب گمراہ نہیں ہوتا۔

ہاں کان

حق کا معنی خدوہ و باہر نکلتا ہے۔ عربی میں کہتے ہیں لشئ من الشئ یعنی اللہ تعالیٰ کا اصل
پہلے چھکے سے باہر نکلا یا کہتے ہیں لشئ من الشئ یعنی اللہ تعالیٰ کا اصل پہلے چھکے سے باہر نکلا۔ ایسی
اصطلاح میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل جائے۔ شریت
کے حرف میں فاسق وہ شخص میں استعمال ہوتا ہے پہلے سنی میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس کے
دل میں ایمان موجود ہے۔ مگر وہ اطاعت کی بجائے صغیر و بکیر و گناہ کا سر تکب ہوتا ہے۔ ایسا
شخص ملکی ہے۔ اور اس کے متعلق یہ ہے کہ اے آنحضرت میں شامت نصیب ہو جائے گی۔
اور وہ نہایت پہچانے گا۔ کیونکہ ہر حال وہ ملکی ہے۔ ملکی فاسق ہے۔ وہ مذکور فرض کی جاتی ہے
ملکی نہیں۔ مذکور فرض جان کر وہ نہیں کہتا کہ گناہی کو بھیج کہتے ہوئے اس کی طرف اٹھ
نہیں ہوتا۔ شریت کی اصطلاح میں فاسق کہتے ہیں۔ دوسری قسم کا فاسق وہ ہے جو کفر میں
دھسے ہو جاتا ہے۔ سرکش ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اعتدالی مناظروں نے حکمت کا فرد کے متعلق فرمایا
مَنْ يَلْقَ عُقْمَ الْفَيْسُكَوْنِ اَنْ يَمُوتَ يَمُوتَ كَرَاهٍ۔ جو بڑے سرکش، ضدی

دو نفران میں دو کفر میں بٹے چکے ہیں۔ فاسق کہے کہ دونوں مجھے قرآن پاک میں استمال کرتے ہیں۔
 اس مقام پر بعد تشریح یوں کر سکتے ہیں کہ فاسق وہ ہیں جو قرآن پاک کی سیاق و کردہ
 مذاکر سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ مقصد کہ جو شخص قرآن کے پروگرام کی غفلت و درزی کرے اسے
 وہ فاسق ہے۔ قرآن پاک کا پروگرام یہ ہے کہ **الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۱﴾** وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا
أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِمَّا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَرَبِّ الْأَوَّلِينَ ﴿۲﴾ رَبِّ الْأَوَّلِينَ ﴿۳﴾ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
 بِنَزْلِ الْقُرْآنِ ﴿۴﴾ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۵﴾
 جو شخص اس کے غفلت کرے گا۔ وہ فاسقوں کی فہرست میں رکھا جائے گا۔

یہ وہ فاسق
 کہہ رہی

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی تشریح کرتے ہوئے اس کی تین بڑی غلطیوں کا ذکر کیا
 ہے پہلی بات یہ ہے کہ **الَّذِينَ يُنْفِقُونَ عَنِ الْغُيُوبِ** یعنی غیب سے ہنسنے والے
 فاسق دو لوگ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے علم کو توڑتے ہیں اس کو پکڑ کرنے کے بعد۔ گویا شخص منافق
 میں گمراہ نہ رہی سے اقرار کرتے ہیں کہ **نَحْنُ شَاكِرٌ لِّمَا نُنَزِّلُ لَكَ مِنْ رَبِّكَ وَأَنْتَ شَهِيدٌ** ہم اللہ تعالیٰ اور
 آخرت پر ایمان لائے ہیں۔ مگر یہ عہد کو پورا نہیں کرتے۔ عمل غیب پر اس کا بیان دہشت گردی
 فہرست پر ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔ اور اگر فاسقوں سے مراد یہ وہی تو اس سے پہلے کہ ان لوگوں
 میں عہد یا گواہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے ہستے نہیں پر ایمان لیں گے۔ اور خاص طور پر یہ کہ ان لوگوں
 پر ایمان دہیں گے۔ اس کا ساتھ دیں گے اور اس کی نصرت کریں گے نیز یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے
 ان پر عہد دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی سچی نصرت یہ ایمان دہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بعد کو توڑیں
 اس عہد کو توڑ دیں۔ اگر باغیوں کی سچی نصرت یہ ایمان دہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بعد کو توڑیں
 عہد شکنی لوگوں کا وہ سزا گوارہ صاف کافر ہیں یہی دو لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا **سَوَاءٌ
 لَّكَ يَوْمَئِذٍ أَتَوْاكَ مِنْ أَثَرِ النَّفْثِ أَمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ أَمْ مِنْ خَلْفِهِ أَمْ مِنْ تُفَاهِهِ أَمْ مِنْ أَثَرِ الْحَائِمْ إِنْ شَبَحْتَ أَوْ غَوَيْتَ أَمْ مِنْ ظَلَمٍ إِذْ يَزْعُمُ أَنَّهُ قُلْتُمْ**
 اللہ تعالیٰ کے اس عہد کو توڑ۔ جو دل میں بوقت اللہ تعالیٰ نے پوچھا تھا **أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّهُ سَوَاءٌ لَّكَ يَوْمَئِذٍ أَتَوْاكَ مِنْ أَثَرِ النَّفْثِ أَمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ أَمْ مِنْ خَلْفِهِ أَمْ مِنْ تُفَاهِهِ أَمْ مِنْ أَثَرِ الْحَائِمْ إِنْ شَبَحْتَ أَوْ غَوَيْتَ أَمْ مِنْ ظَلَمٍ إِذْ يَزْعُمُ أَنَّهُ قُلْتُمْ**
 کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے ایک زبان پر کہہ دیا تھا۔ تب ہی نے یہ حکم کیا کہ تمہاری
 جگہ تو جوارب نہیں ہوں۔ اس عہد کو توڑ دہی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے دیا ہے

مکہ میں تذل کی گئی جو انہوں نے اس پختہ کر کر ڈالا۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی صحت میں شامل ہونے
ایک عام اصول یہ ہے کہ **اَللّٰہُ مُصَحِّفٌ لِّمَا یَشَآءُ** اللہ کرے ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ
کی قدرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم کرے۔ ان کے احکام کو تسلیم کرنے اور
اللہ پر کافر نہ ہونے کا علم کرے۔ اور جب وہ اس کے خلاف چلا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کرے ہے۔
شخص بھی ماضی یا ماضی کی فرست میں چکا جائے گا۔ اللہ کی عفویت صمدی کرمانی کی واضح مثال ہے۔

تعلیم

ماضی کی وہ مریخصت یہ بیان فرمائی کہ **وَقَدْ قَطَعُوا مَآ أَعَدَّ اللّٰہُ لِمَنْ یَنْفِیْ**
جس پر کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کاظم یا ہے۔ اسے قطع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرست
کے ساتھ صمدی کاظم و ہے۔ مگر اس کے برخلاف قطع دہی کے مکتب ہوتے ہیں۔ جیسے
کافروں کے تسلیم فرمایا۔ کہ وہ قطع دہی کرتے ہیں۔ اس کی ہوس کے
بارہ میں ذرا بعد و بیان کا خیال رکھتے ہیں وہ قربت دہی کو خاطر میں لاتے ہیں۔ بکا نہیں
ہر طرح سے یہاں پہنچاتے ہیں۔ مگر قطع دہی بہت بڑا ہے۔ حدیث شریف میں آگے ہے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے۔ جو شخص ہونے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کتبے میں بھی اس کو
جہنم لگا دے۔ جو قطع کرے۔ میں بھی اس کو کشت دلاں گا۔

مدامی

اللہ تعالیٰ نے صمدی کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ ہم ماضی قربت دہی کو اپنے ہم دہی سے
نکالا ہے۔ اس میں کاشی بلے صمدی ہے۔ اللہ پر ماضی کہنے دہی دہی کے ساتھ نہایت
صمدی کے پیش آنا چاہیے۔ فرمائی کہ **وَأَقْسَمُوا بِاللّٰہِ اَلْوَیْءُ فَتَدْحٰکُمْ بِہِمْ وَاُولٰٓئِکُم مَّکْمُوْرٌ**
یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور قسم دہی کا خیال رکھو۔ صمدی بہت بڑا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ
کو بہت پسند ہے۔ اس میں ماضی کے قلم حقوق آہستہ ہیں۔ میں کی دہی کا اللہ تعالیٰ نے
عقد کیا ہے۔ فرمائی کہ **اَللّٰہُ یُحِبُّ حَقَّ حَقِّہٖ** ہر حق کا حق تو کر۔ یہی صمدی ہے۔

فدائی ہونے

ماضی کی تیسری خصت یہ بیان فرمائی کہ **وَقَدْ قَطَعُوا مَآ أَعَدَّ اللّٰہُ لِمَنْ یَنْفِیْ** وہ ماضی میں
فدا پہنچاتے ہیں۔ فدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دہی کو فدا کر لوں گا۔ یہی ہے

اَللّٰهُ

المعصية

کس چاہے

(تاریخ ۱۹۶۱ء)

يَكُنْ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَعْمٰىنَ فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ
 نُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اَرْسَلْنَا نُوحًا
 هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَكَانَ الْاَكْرَمِينَ جَعَلْنَا ثُمَّ
 اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَكَوَسَهَا سَبْعَ سَمَوٰتٍ وَهُوَ
 بِاَنْكَبُتٍ مُّشْبَعٍ ۝۱۱

ترجمہ: اے کافر! تم اللہ سے انکار کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ، حالانکہ تمہیں جان

ہیں اللہ تعالیٰ نے تم کو زندگی بخشی، پھر وہ تم پر موت طاری کرے گا، پھر وہ تم کو زندہ

کرے گا، پھر اس کی طرف تو لوٹنے کا ذائقہ (۱۱) اللہ تعالیٰ ہی ہے

جس نے یہ کیا ہے، تمہارے لیے جو کچھ نہیں ہے سب پھر وہ موجود ہے

کی طرف، پس ہرگز وہاں کدورت نہیں، پھر وہ تم کو جاننے دے گا (۱۲)

اس سے پہلے آیات میں ہی لوگوں کا ذکر فرمایا جو قرآن کریم کے نزول میں اللہ ہونے کا

انکار کرتے تھے، کیونکہ اس کو ہمیں کچھ معلوم نہیں تھیں پھر یہاں کو بیان ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ

کی ذات اعلیٰ وارفع ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ دیکھ رہا ہے

بھی تم قرآن کی مثال بیان کر رہے تھے نہیں مٹتا، کیونکہ اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں

ہوتی، بعض اوقات ان کی چیزوں میں بھی اہم باتیں ہوتی ہیں، اس لیے ایسی کسی چیز کے بیان سے

اجتناب کرنا خود اپنے حکمت سے ہے، بہتر ضیق کا اس قسم کا اعتراض ان کی کچھ بھی دلیل

ہے، بہتر جہاں دے خوب سمجھتے ہیں، کہ قرآن پاک ان کے لب کی طرف سے جاری ہے،

ابھراؤں کہتے ہیں کہ ایسی چیزیں ہیں مثال بیان کو سننے سے اللہ تعالیٰ کو کیا قصور ہے، اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ایسی ہی مثال کے ذریعے وہ بتا رہا ہے کہ ایت سے نواز ہے، اور بتا رہا ہے کہ کفر کو دیکھ

ملا کر وہی لوگ جوتے ہیں، جہنم میں جوتے ہیں۔

وہیں پر بھی صحت کا ذکر فرمایا کہ جسے اگر اس پر دعا کی عبادت کر دے جس نے قسمیں دیا
کیا۔ قسمیں دینے والوں کو یہ یاد کیا۔ پھر آسان سے میں اپنی نازل کر کے زمین کو پرست کیا کہ
تھانے چلے پہل پہل کیے اس مقام پر صحت و عبادت اور زمین سے پہاڑوں سے والی نعمتوں کا ذکر
کر کے ایک دو سطرہ نازل سے یہاں سے کہ اس نعمتوں کے جوئے جوئے تم انہ تھانے کے
ساتھ کی طرح کھڑے رہو۔

پروخت اس کے جوئے تھانے کی رعایت کرتا ہے۔ اور اس کی عبادت کرتا ہے۔
اس کے سامنے صرف اس کی دیکھوں کہ وہ عقلی و عقلی و عیسوی موجود ہیں۔ اس کے اس پاس
آسانی کا ہیں جو وہیں اس وقت کی عبادت و حق میں کہ انہ تھانے کی عبادت اس کے
ذاتے فرما ہے۔ یعنی میرے سامنے فرمایا حق اللہ علیہ علیہ و ان تعبدوا اللہ و
یستبدوا بہ۔ شہینا یعنی انہ تھانے کا بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں کہ
اس کے ساتھ کسی کو نہ کرے نہ ضرر میں۔

۴۴ حقیقت ادا ہے جس کا کوئی شخص پہاڑ کی جڑ پر نہ لے کر نہ ہے۔ اور انہ تھانے نے
حاصل فرما دیا۔ اس سے لازم ہے۔ وہ زمین و آسمان کے نظام کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا
ہے۔ اور اس کے وجود کو کھڑے کرتا ہے۔ تو یہاں پہاڑ کے لئے صاف نہیں ہی سکتی کہ یہ کھڑا رہا
قدست لایکھنے کے، اور اگر وہ انہ تھانے پر یہاں نہیں لایا تو اس کی نہیں ہے۔ اگر اس پر
بھی انہ تھانے کو بچانا واجب ہے۔ ایک شخص لفظ نازل نہیں لایا یا روز نہیں لایا۔ اس پر اس
کی وصیت پر یہاں ہے۔ تو اس کی پکار کی صورت ہے۔ یہاں کی ہے۔ یہاں کی صورت ہے۔ وہ
قابل گرفت ہو کہ انہ تھانے فرمائے کہ اس نے قسمیں کھلی دی۔ سو چھ بگھنے کی صحت بخشی۔
تھانے اور اگر وہاں پیدہ ہیں۔ اس کے بعد وہ تم نے یہاں کی بجائے کھڑے کا دست اختیار کیا۔
انہ تھانے احوال و قابل معافی ہے۔

اسی سے فرمایا کہ تم ان تمام دلائل کے وجود کو کھنڈ کر دے یا اللہ تم انہ تھانے

موت چیتا فرماتے
تھی میں ہے

۴۵ سورہ ۴۴۔ اسے شروع کر کے علی حدی ۴۴۔ اسے طبع تھانے والی

ہوئے عالم کو اگر یہی یہ نام بدیت ہے کہ جنت پس کر دی، تاکہ ان کی بدگمانی کو انہیں کوئی
سمجھنے والا نہیں پایا: ﴿يَسْأَلُ يَكُونُ وَفَتْ مِنْ حَقِّكَ لَيْسَ الشَّيْءُ

میت دہن کرنے
کے ثواب

مَعْلُومَةٍ مِنْ مَعْرِضِ مَعْمُومٍ كَادُوا بِهَدَاكُمُ سَبِيلًا ۚ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُجْزَىٰ بِكُلِّ كَافٍ
اَلْيَسْرُوعُ وَيَسْأَلُ كَعْمُومٍ الشَّيْءُ اَلَّذِي فَتَىٰ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ

سے قریب کرنے والی اور انداز سے بچانے والی ہے وہ سب میں نے قیس بنا دی ہے۔
اب قیاس سے پاس اندک کی کیا دلیل ہے۔ موت و حیات اور تصرفات کے بنیادی عقائد بیان

ہو گئے ہیں جن کی قرآن پاک میں تفسیر دی گئی ہے

فَرَاوَيْتُ كُودُنِي كَرْتِ وَتَقْتِ يَدِي كَمُومٍ اَللّٰهُ وَتَقْتِ مَعْلُومَةٍ وَتَقْتِ مَعْلُومَةٍ

اسی طرح قرآن پاک میں دہن کے وقت پر آیت پڑھنی چاہیے۔ ﴿مِنْهَا اَعْلَفْتُ كَعْمُومٍ وَتَقْتِ

يَسْأَلُ كَعْمُومٍ وَتَقْتِ كَعْمُومٍ فَتَىٰ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ

کو شریعت پڑھنے لگتے ہیں، کھڑے ہو کر غفلت نہ کرے۔ مگر اس مقام پر وہی کچھ کہنا چاہیے

جیسی تفسیر دی گئی ہے۔

اور ثقیانی کا بھی فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو ان کی سے پیدا کیا، اسی میں اس کو انہیں لگے۔

اور پھر اسی میں سے دوبارہ زندہ کر گئے ﴿تَقْتِ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ

فہم چیزیں زندہ
کے لیے ہیں

اَلَّذِي فَتَىٰ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ ۚ اَلَّذِي فَتَىٰ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ

کیا ہے۔ وہ سب قسم کے فائدے کے لیے ہے۔ غذا، لباس، پانی، ہوا، نباتات، خوشبو،

کاشت، نیک خلقی، رگوں میں چلنے کے لیے نفع سب انسانی مفاد کے واسطے ہیں۔ بعض چیزیں

براہ راست انسانی مفاد میں ہیں، جو بعض واسطے، حتیٰ کہ مادی جاذبہ بھی فائدے کے لیے

ہیں۔ بعض نعمات نیز یہ جاذبہ کا ذریعہ بھی قرار دی گئی ہیں۔ کسی دوسری انسانی گنجوں سے

مَنْ حَقَّقَ مَعْلُومَةٍ بِكَوْنِهَا مَعْلُومَةٍ وَتَقْتِ مَعْلُومَةٍ ۚ اَلَّذِي فَتَىٰ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ

مَنْ حَقَّقَ مَعْلُومَةٍ بِكَوْنِهَا مَعْلُومَةٍ وَتَقْتِ مَعْلُومَةٍ ۚ اَلَّذِي فَتَىٰ اَعْمُرُ تَكُونُ بِهٖ مِنْ جَزَائِ

تک پہنچے۔ مگر یہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ یہ غفلت کے ڈھیر جو یہی کا باعث بنتے ہیں، انہیں نکلیں ہی ہوا ہوتی ہیں یہ تو انسان پر حملہ کرتی ہیں کہ غفلت کے غفلت کا سبب بنتی ہیں۔ مگر حیکم اللہ تعالیٰ نے ہر چیز انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی طبیعت ذلی رویت میں تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہی کو بچنے کے لیے پیدا کیا۔ انہوں نے روزِ قضا عصر کے بعد کو جو عہد اسلام کی تخلیق ہوئی۔ بہ سبب چیزیں پہلے پیدا کر دی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ذریعہ انسان کی مصلحت فرشتوں کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس لیے انسان کی تخلیق سے کہیں سال پہلے فرشتوں کو یہ کیا۔ ان میں جبرائیلؑ اور میکائیلؑ علیہما السلام اور وہ اہل کے دو حکم فرشتے ہیں۔ ان میں مقرب فرشتے بھی ہیں۔ ان میں ملائکہ کے فرشتے اور فضائل اور برائی فرشتے بھی ہیں۔ بہ سبب کے سب انسان کی مصلحت کے لیے ہیں۔ تاکہ انسان درجہ کامل تک پہنچ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے موت کو یہ کیا اور یہ ایک بڑی فضا کا چیز ہے۔ مگر موت بھی انسان کے لیے رحمت کا سامان موجود ہے۔ یہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ بطریقِ سعدیؒ نے اس کی وضاحت ایک مثال کے ذریعے کی ہے۔
 بادشاہ کو وزیر
 خوش گویوں میں معروف تھے۔ بادشاہ کہنے لگا۔ کاغذ اگر یہی موت فرماتے۔ تو خوش ہوا ہے۔
 مینی اگر یہی موت نہ ہوتی۔ تو کیا اچھا ہوتا۔ بہاری بادشاہت جیسے ظہور پائی۔ نہ موت وارد ہوتی اور نہ بادشاہت کا خاتمہ ہوتا۔ وزیر بڑا نا آگاہ تھا کہنے لگا۔ اگر موت نہ آئے اس مصلحت نہ آئے کہ یہی موت نہ ہوتی تو یہ مصلحت تو تک پہنچتی۔ یہ موت ہی ہے جس کے ذریعے یہ بادشاہت تو تک پہنچی ہے۔ وزیر فرمادے۔ آگاہ بادشاہ تک ہی محدود رہتی۔ آگے نہ چلی۔ مگر یہ کہ موت جیسی چیز بھی انسان کے لیے مفید ہے۔ کہ اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اس حکم پر غفلت کے کام اور گمراہی ایک اور مسئلہ یہاں کہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ امید میں اصل چیز راحت ہے۔ مَنْ لَمْ يَتَوَقَّعْ جَعِيفَةً یعنی نہ یہ کہ تمام چیزیں قدامت

یہ پوچھیں۔ اصلہ تمام چیزیں باہر میں جائز ہیں۔ البتہ جس چیز کے متعلق حرمت کی دلیل ملے گی صرف وہی حرام ہوگی۔ باقی سب جائز بھی رہنے گی۔ ہر قسم کے جائز اور ہر قسم کے باطل انہی کے لیے باہر ہیں۔ مگر جہاں حکم آگیا کہ غریزہ حرام ہے۔ سرزد حرام ہے۔ یا فلاں قسم کا جائز حرام ہے اور حرمت کے نعرہ میں آگیا۔ باقی سب جائز ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وضع ہی ایسی رکھی ہے۔ کہ انہیں انہی کے دائرے کے لیے بنا دیا ہے۔ البتہ جس چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ اس میں سرزد کوئی دوسرا ذرا جہانی قیامت ہوگی۔ جس کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب چیزیں جائز ہیں۔

یہاں پر ایک اور سوال پیش ہوا ہے کہ اگر احمت کے اس اصول کو کسی دوسرے حکم کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر چیز پر احمت میں باہر قرار پائے گی۔ مگر یہ نہیں ہے ہر چیز کے لیے کوئی ایک ثابت ہو کر گیا ہے۔ مثلاً ہر چیز کا ہر شخص کے لیے ایک حد ہے۔ مثلاً حدی کے لئے جتنا حد تک کا قانون ہو کر گیا ہے۔ ہر شخص پر ہی اپنی حدود ہیں۔ مگر کسی چیز کا قانون ایک ہوگا کسی دوسرے چیز کے لیے ایک ہوگا۔ مثلاً کسی کی جائیداد کا حدود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس جائیداد پر فیصلہ کس کے ہے۔ دولت کے علم پر اس کا کوئی حد ہے۔ عقیقہ کے علم پر کسی کوئی حد نہیں۔ یا کسی لڑکا تو ان کے تحت اس کا کوئی حد ہے۔ یہ سب قانون شرعی میں موجود ہیں۔ اور انہیں کے مطابق احکام کا تئیں ہوگا ہر شخص حد نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ایک حدت حرمت ایک حدی کے مطابق ہیں۔ اس لیے اس کی ہر حدی میں کوئی دوسرا حد نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے خلاف نہ کہ روایت یا عقل کی صورت میں نہ حدت کسی حد تک شخص کے خلق میں چاہتی ہے۔ نہ احمت کے اس نیچے کو بھی لڑا کرنا چاہیے۔

زمین کی تمام اشیاء کی تخلیق کا دیگر کرنے کے بعد فرمایا کہ اے انسان! میں نے قبائے کے لیے حرمت زمین کی چیزیں ہی بنائیں ہیں۔ بلکہ قَسْرًا مَسْقُودًا یعنی اللہ تعالیٰ کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا مشق ہو کر سَبَّحًا کسبوت ہیں برابر کر دیا اس کو صاف آسمان۔ زمین نہ دروغ صحت آسمان پیدا فرمائے۔ اور زمین سے آسمان تک اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچو تہائی کی مسافت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لئے دہر آسمان پیدا کئے ہیں۔ پندار تخلیقات کے ماہرین آسمانوں کی تعداد تو بتاتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ سات

آسمانوں کی تخلیق

الطیق منشاء لکھو وہ فقہ ہو گا۔ سب چیزیں غفلت اور غما سے بچیں
 کے فائدے کے لیے ہیں۔ یہ عورتیں بھی قادی ہی خدمت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان
 پر سواری کرتے ہو۔ ان سے کھیتی باڑی میں مدد لینے ہو۔ اور پھر ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔
 یہ سب چیزیں قادی غلط پڑی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ
 لَسْكُوفٍ وَخُفْيَشَةٍ وَتَخَضُّعٍ لِّعَالِي الْاَسَانِ اِذَا رَاہُی دینا ترے لیے پیدا کیا ہے۔
 سو تو ان غرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم اس کی معرفت حاصل کرو۔ اور اُسی کی عبادت کرو۔
 وَتَعَلَّقَتْ الْاِلٰهَیَّةُ اَرْوَاقُہُمْ اَزْیَنْبَعُہُ وَہُ قَرَّیْ بِکَ شَدِیدُہُ کہ انسانوں اور
 جنوں کی تخلیق تمہاری عبادت الہی کے لیے ہوئی۔

قرآن پاک میں زبور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو مارا پیدا کیا۔ آسمان و مٹی و پانی
 کی شکل میں تھا۔ پھر اس کو پار کر دیا۔ زمین کا پھیلاؤ اس کے بعد مٹی میں آیا۔ وَاَزْدَتْہُمْ بَعْدَ
 ذٰلِکَ دَحْیَہً۔ زمین کا مارہ کیفیت ہے۔ اہم شاہ ولی اللہ قلیات اخیر میں فرماتے
 ہیں کہ کوہیں مٹی میں مختلف عناصر کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح آسمان بھی مٹی کا عنصر پر مشتمل ہے
 مگر آسمان کے عناصر زمین کی نسبت لطیف ہیں۔ اسی لیے وہاں شہادت نظر آتی ہے۔
 اور کوئی چیز مٹی سے لطیف ہوگی۔ اسی قدر طاقتور ہوگی۔ دیکھنے اور لطیف چیز ہے۔ اس
 لیے اس میں قوت بھی زیادہ ہے۔ اور جتنی کوئی چیز کثیف ہوئی ہے۔ اتنی ہی کمزور اور ضعیف
 ہوئی ہے۔ اگر مٹی پر آواز دھکے پڑیں۔ سَوَہَ عَلَیْہِمْ جَرْمٌ کا ہنسنے والا خدا تعالیٰ ہے
 نہ عبادت بھی انہی کی ہوئی ہے۔

قَدَّ

البقرة

درس پندرہواں

(تجوید ۲۰)

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْۤا سُبْحٰنَکَ ۙ اَنۡتَ عَلٰۤیۤمٌ ۚ
 اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیُکَذِّبُ اٰیٰتِکَ ۙ اَلَمْ نَعۡلَمۡ مَا تَعۡمَلُ ۙ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اور اس وقت کہ خیال میں وہ جب تیرے رب نے فرشتوں سے
 فرمایا: تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنائے گا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا
 کیا زمین میں ایسوں کو بنائے گا جو اس میں فساد کریں گے، اور عین یہاں گے کہ
 ہم تمہاری ہدایت بیان کرتے ہیں۔ تمہاری تعریف کے ساتھ اور تمہاری تعزیر کرتے
 ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو کہ نہیں جانتے ﴿۲۰﴾

اس سے پہلے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارہویں صفحہ میں زمین و نبات
 بیان یا قرآن اور مسودہ نبات کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی کے بعد قرآن و نبات میں ملک کرنے
 دے لگے گا کہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی مصائب کو لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے شمار
 نباتات کا بھی تذکرہ فرمایا۔ جو اُن کے ہی نوع انسان پر لگتے ہیں خصوصاً انسانی نباتات
 کو بیان تھا۔ جس میں انسان کا پناہ دہندہ زمین و آسمان کی تخلیق۔ زمین میں پیدا کرنے والی تمام
 چیزیں شامل ہیں۔ بالخصوص زمین سے لگنے والے پانی کا ذکر تھا۔ جس سے انسان قائم و آباد
 رہا۔ اسی کے نباتات پر ہوتے ہیں جو انسان کی زندگی کا دہندہ ہے۔

اسی نباتات کے تذکرہ کے بعد اس کو اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال و حال میں جنوں
 کا ذکر کیا ہے۔ جو اس نے انسانی کو عطا فرمائیں۔ چنانچہ اس تمام پر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق
 اور خلافت برحق کی بیان فرمائی گئی۔ تخلیق آدم ایک بنیادی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت
 آدم علیہ السلام کو عطا کی اور پھر یہ خلافت ہی نوع انسانی میں روایت کر کے خلافت برحق کے لئے
 کواخ کر دیا۔ مگر اس کے بعد اس کا ہر نوع خلافت برحق ہے۔

مختصر تہذیب

قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور احادیث سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ ہر لوگ دنیا کی زندگی کے بعد حشر و نقر کی منازل طے کر کے جنت میں پہنچیں گے۔ ان میں سے ہر شخص پر ثواب ہوگا۔ اس دنیا میں زیادہ شایہ کثرتوں میں سے ایک کا نصیب ہوتا ہے۔ مگر جنت کے ہر باشندے کا اعزاز دنیا کے بادشاہ سے کہیں زیادہ ہوگا۔ ہر جنسی کو آدم و حوا کے بچے کے مطابق پتر ہوں گے۔ جو دنیا کے کسی فرد سے بڑے بادشاہ کو بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ قرآن نصیب میں وہ لوگ جنہیں جنت میں لائے گئے اولیٰ درجہ بھی حاصل ہو جائے۔

تفصیل لکھنے والے
قرآن کے انداز

اس کتاب میں تحقیق آدم کا ذکر ہے۔ مگر پہلے کے انداز کو ہم نہیں جانتے۔ کئی کتب میں بھی معلوم نہیں ہوا کہ آدم حیرانم سے پہلے کتنے صد گزر چکے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب تفسیرات النبیہ میں بیان کیا ہے۔ بادشاہ اسماعیل خیرا

نے بھی اپنی کتاب "مقامات" میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی عظیم انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ صرف آدم حیرانم کے مدعی کو اجتہاد ہے۔ اجتہاد تک سمجھ لے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص اس دور سے پہلے کے انداز کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ حضرت مجدد امت ثانیؑ، شاہ عبدعزیزؒ، شاہ اسماعیل خیراؒ ان کے جدا جدا طور شاہ ولی اللہؒ اس امت کے آخری دور کے حکم میں سے ہیں۔ البتہ ان کے بڑے بڑے حکماء گذرے ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی تفسیر اور تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں امام ابن کثیرؒ، شمس پاشا کے محقق، مفسر اور تاریخ دان برتے ہیں۔ آپ امام ابن کثیرؒ کے شاگرد تھے آپ کا انداز آخری صدی ہجری ہے۔ آپ کی تفسیر کی سند کتاب ابن کثیرؒ ہے۔ اپنے مجددی شریعت کی شرح اور اصول حدیث پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی تاریخ کی کتاب "الذیہ الفلک" خلافت مستند کتاب ہے۔ جو چودہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے اجتہاد سے کر اپنے دور تک تمام زمانوں کی تاریخ لکھی ہے۔ یہ کتاب آپ نے روایت کے اعتبار سے مزید دی ہے۔ صحیح اور غلط روایت کی پرکھنا کی ہے۔ اگرچہ یہ خود لکھا ہے۔ البتہ جیسے جیسے بڑے محققوں نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے حوالہ سے کتب لکھیں اور ان کی کتب حوالہ دی ہیں۔ مگر ان کے مستند ترین کتاب امام ابن کثیرؒ کی ہے۔

اس کتاب کی پہلی جلد میں امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آدم حیرانم کی تحقیق سے پہلے

اس زمین پر بھی دو گزہ پکے تھے۔ خدا ایک درہم ہر سال کو اپنی نعمتوں کے لئے اس کے بعد بھی کا دے گا۔
 اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل اس دنیا میں جنت کا دروازہ تھا۔
 انہوں نے زمین میں خار و باجیکے جس طرح کھیل کی، دنیا میں کھیل و لذت کئی ایک عام آدمی سے
 اس طرح اُس دور کے جنت میں بھی جگہ و جلی عام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی سرکاری کے لئے
 فرشتوں کو بھیجا، جہاں ساری نعمتوں کے لئے کھانا اور چیزوں کو جو ہر آدمی میں بھیجا دیا اور اس زمین
 کو صاف کیا۔ اس واقعہ کے دو ہزار سال بعد آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔

جنت کا ذکر قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر آیا ہے۔ اہم جہاں جنت کے بار بار کا علم
 توحید و ایمان سے جوتا ہے، ہر حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ جو دروازہ دروازے پہلے گئے
 دو گزہ پکے ہیں۔ کھانے پینے کی نعمتوں کے مطابق اپنی کاموں میں ان کا ذکر کیا ہے۔
 واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ نے انہوں فرشتوں جنت کو بھیجا کہ مختلف آدموں سے یہ فرمایا۔
 پھر ان آدموں کے نام بھی مختلف ہیں۔ فرشتے ایک خاص آدمی اسے سے یہ کہنے گئے ہیں۔
 پھر ان فرشتوں کے مختلف درجات ہیں۔ اہم شاہ اول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فرشتوں
 میں سب سے اعلیٰ درجہ اعلیٰ کا ہے۔ یہ عالمیں عرش فرشتے ہیں۔ اور سب سے نیچے جہنم
 اعلیٰ درجہ والے فرشتے ہیں۔ یہ سب غیرۃ القدس کے فرشتے ہیں۔ پھر آسمانوں کے فرشتے پھر
 فضائی فرشتے، اس کے بعد زمینی فرشتے اور اسی فرشتے ہیں۔ انہوں پر جو وہ ہے ہیں۔ وہ مصلیٰ
 کے فرشتے ہیں۔

جو اللہ انہوں میں شاہ و صاحب قرار دے ہیں کہ اول درجہ کے فرشتوں کا درجہ تخلیق اسی
 آگ کی مانند ہے جو دروازہ صراطِ حق پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئی۔ آپ اپنی زبان کے برابر دیا
 جیسے تھے۔ جہیز بیکریں ساتھ تھیں۔ ذات کا درجہ صراطِ حق۔ یہی حامل تھی۔ اسی کو دروازہ صراطِ حق
 موسیٰ علیہ السلام کو دے آگ نظر آئی۔ آپ اسی طرف گئے۔ تو وہ آگ ایک درخت سے نکل رہی

حقی جو درخت کے پتوں کو جاننے کی بجائے انہیں سرسبز و شاداب کہہ بیٹھی۔ تاکہ میں قدرتی حق سے
دراحت کی مثالوں سے چتروں میں شادابی آئی مٹی۔ یہ واقعہ کہ قدرتی حق پاک میں موجود ہے۔ بمعنی تصویر
سے معلوم ہو جائے کہ وہ تاک نہیں مٹی بلکہ چھاپ نورانی یاد رکھتی ہے۔ مگر میں ان فرشتوں کی تخلیق کرتا تھا
تھے اسی قسم کے واسطے سے کہ پھر اس میں مقدس مددیں ڈالیں۔ جس طرح انسانوں اور حوریں میں
مددیں بکھرتی ہیں۔ اسی طرح فرشتوں میں بھی مددیں ہیں۔

جنتِ ثانیہ

جنت کے بارہ ٹھیکوں کے متعلق قرآن مجید میں موجود ہے: وَأَلْحَقْنَا أَنْحَلِفَتُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارٍ

یہ جنت کا بارہ ٹھیکوں کا نام ہے۔ شاہد عیسیٰ فرماتے ہیں کہ

یہ جنت کا بارہ ٹھیکوں کا نام ہے۔ بالکل سنا اس کی مانند کہ جب وہ دنیا رہا تھا اس

بارہ ہے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ جنت کا بارہ ٹھیکوں کا نام ہے۔ اس

جنت میں برقی ہے۔ اور جنت کا بارہ ٹھیکوں کا نام ہے۔

انسان کا وہ تحقیق خاک ہے۔ دنیا میں جسے بھی حادری غنا ملے جاتے ہیں۔ وہ سب آدم کے وجود میں موجود ہیں تحقیق انسان کے عقل و قواں ہرگز میں آتے ہیں انسانی حیرت و حیرت انسان کو کھڑکے والی سنی سے پیدا کیا۔ وہ حکمرانیت پر قابو اور میں کا عقل بھی آتا ہے۔ الغرض انسان کی تحقیق مٹی سے ہوئی۔ اور یہ تحقیق ذاتی تحقیقات کی نسبت عجیب و غریب ہے۔ اس میں تمام غنا ملے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو اپنے پاس دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ایک کھنڈی (مٹی کی برتن) لیے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی کھنڈی میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس میں پانی لیا ہے کہ میں اس سے اپنے پیاسے ہونے کو مٹا دوں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی کھنڈی میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس میں پانی لیا ہے کہ میں اس سے اپنے پیاسے ہونے کو مٹا دوں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی کھنڈی میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس میں پانی لیا ہے کہ میں اس سے اپنے پیاسے ہونے کو مٹا دوں۔

منصب کرنے والے عام ملک ہیں۔ اور وہی ملے معزول بھی کر سکتے ہیں۔

اس ملک میں اہل سنت والجماعت کا نظریہ داخل واضح ہے۔ کہ طیبہ کا انتخاب واجب ہے اس کو مخصوص اور معزول نہیں کیا گیا۔ بلکہ جماعت المسلمین پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ اپنے میں سے بہتر شخص کو اس منصب پر فائز کر میں۔ غینہ کے بغیر نظام امتی کا چھوڑا درست نہیں ہے صحابہ کرامؓ اس پیمانہ کو بھی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی وفات پر مسکنہ خاتون آپ کے دہن سے پتلے ملے کر پائی گئی۔ ترمذی شریفین کی روایت میں آتا ہے کہ اگر مسکنہ خاتون ملے ذکیا جانا تو امت کے اختلافات کا ختم ہونا ممکن نہ تھا۔ خود حضور علیہ السلام کے دہن کے متعلق اختلاف رائے پیدا ہوا۔ کسی کی رائے یہ تھی کہ آپ کا جسد اطہر بیت المقدس سے جایا جائے۔ کوئی مسکنہ خاتون سے جسد کے حق میں تھا۔ تو اس کا فیصلہ بھی حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کیا۔ معزول نہ کیا گیا کہ اس معاملہ میں جھگڑا نہ کرے۔ میں نے خود اکثر مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانیں ہد کے ساتھ دیکھیں۔ بلکہ آپ کا معاملہ ہد کے ہوا۔ اسی طرح آپ کو دہن کیا جائے گا۔ اس طرح یہ ہم معاملہ ہو گیا۔ آج ہم یہ واضح ہے کہ قرآن پاک کا حضور نبی کریم علیہ السلام نے کسی کا نام لے کر غیبت کا فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ کام جماعت المسلمین پر چھوڑا کہ میں کوئی سب سمجھیں۔ عینہ معزول کر میں۔ البتہ نبی علیہ السلام نے اشد تائید بات سمجھا دی **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اذْكُرْ أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَازِمٌ عَلَيْكَ** یعنی میرے بعد اللہ تعالیٰ بھی زندہ کرے گا اور میں بھی زندہ کریں گے کہ عینہ ابو بکرؓ کے سوا کوئی نہیں ہونا چاہیے۔

انتخاب غینہ کا ایک طریقہ تو یہ ہو گیا کہ مائتہ المسلمین میں کوئی شخص جس سے غیبت منصب کر میں جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا۔ اس کے بعد واصل دو مسئلہ ذرا دلچسپی ہیں۔ جو امت میں غیبت میں غیبت حضرت ابو بکرؓ نے اپنے آخری ایام میں حضرت عمرؓ کا انتخاب علیہ غیبت قرار دیا تھا۔ آپ نے ایک خط تحریر کیا کہ لوگوں کے سامنے پڑھو دینا۔ یہ اگر اختلاف کا ہوا نہ تھا۔ حضرت عمرؓ

نے شاہی ترمذی سنہ ۱۰۰۰ کے شاہی معزول سنہ ۱۰۰۰ بطبع زر کر لائی

سے مسلم سنہ ۱۰۰۰ کے الہ آباد سنہ ۱۰۰۰

دست میں بہتر بنا دی تھے۔ اس کا انتخاب اس طرح عمل میں آیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کا فیصلہ کرنے کے لیے چھ آدمیوں کی خودی قائم کی اور قرآن کو کہے بعد خلافت کا فیصلہ روک کر لیں گے۔ یہ چھ آدمی دو تھے کا حسن و میل اللہ طیب و کم دنیا سے رخصت ہونے وقت ان سے بڑے دوستی تھے۔ چنانچہ ان حضرات نے حضرت عثمانؓ کی راہ کو خلیفہ منتخب کیا۔

خلافت پر غازی ہونے کی ایک باقی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص خود کو خلیفہ پر حکومت حاصل کرے۔ کہتے ہیں کہ ایسا شخص بھی قابلِ اعانت ہے۔ ان اگر وہ شریعت کے احکام جاری کرنے میں کوتاہی کرے۔ تو اس کی اعانت نہیں کی جائے گی۔ انحضرتؐ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نبی پر اس کے احکام نافذ کرنے کے لیے خلیفہ بنایا۔ اور پھر خلافت آپ کی نسل میں باقی رکھی کہ خلافت کا حق بنی نوع انسان کو حاصل ہے۔ یہ حق کسی کو مخلوق کو نہیں پہنچتا۔ انحضرتؐ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا: فَاَنْتَ خَلِيفَتِي فِيْهَا وَبَيْنَ يَدَيْكَ یعنی فرشتوں نے کہا اے آدم کہ تو دنیا میں ایسی سچی گواہ خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہے۔ جو زمین میں خدا کو کریں گے۔ اور وہی بائیں گے حضرت یوحناؑ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا یہ جواب کنی وجوہات کی بناء پر ہو سکتا ہے۔ عموماً کہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ بات انہیں احاطہ کی ہو۔ جس کی بناء پر انہوں نے یہ دستانہ دی یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں نے جنت کے حالات پر قیاس کیا۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ جنت سے نور میں پروردگار ہوا کیا اللہ انہوں نے لکھا کیا کہ آدم کی اللہ بھی ایسا ہی کرے گی۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرشتوں نے خلیفہ کے مفہوم سے یہ قیاس کیا کہ خلیفہ جب زمین پر حکومت کی باگ لے لے لے گا۔ تو وہاں پہلے اللہ و اللہ اور خود غور نہی ہوئی۔ اللہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا۔ تاہم زیادہ تر حضرات یہ کہہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا یہ لکھ جنت کے حالات کی بنا پر تھا۔

اس لکھ کے بعد کے ساتھ ساتھ فرشتوں نے باہر لکھ بہت عزت میں جو بھی عرض کیا وہ سنو

فَسَيَكُنَّ جَنَّاتُ مَوْءُودٍ ۖ فِيهَا نَسْتَوُونَ ۚ فِيهَا يُكْرَمُ أَنْ يُدْعَىٰ بِكُلِّ فَوْزٍ يُدْعَىٰ بِهِ الْفَائِزُونَ ۚ
 تَبٰرَكَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَلِيمُ ۝

تعمید کا معنی یہ کہ غنیمت کی تمام باتیں عورتوں کے لئے ہی ہوتی ہیں۔ اور تنزیہ پر کہ مطلب یہ ہے
 کہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے۔ وہ ہر قسم کی کمزوریوں اور نقصانوں
 چیزوں سے بڑا ہے ۱۱ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تمام شہنشاہوں سے پاک ہے۔

فرشتوں کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَالَ اِلٰہِ اَعْلَمُ مَا تَفْكُمُونَ
 اے فرشتو! تم اس نے ان کو نہیں جانتے۔ معرفت میں ہی جانتا ہوں کہ میں نے کہہ میں کس قدر کامل
 اور شرف و عظمت کا ہے۔

نَمْرُ

البقرة

دری شانزدهم

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَكِ فَقَالَ أَيُّؤْتِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۰﴾
 قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ
 الْحَكِيمُ ﴿۳۱﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ فَلَمَّا
 أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَنَا اللَّهُ
 عَالِمُ الْغُيُوبِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۳۲﴾

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ساری نام سکھائیے۔ پھر چننے کی بات
 کو فرشتوں پر ملی کہ اچھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو ﴿۳۰﴾ انہوں نے
 کہا پاک ہے تیری ذات۔ نہیں ہے ہمارے پاس جو خود وہ جو اسے جو کو خود واجب ہے۔
 بیشک تیری حمد و عزت و اس ہے ﴿۳۱﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :
 بتو اسے ان کو ان چیزوں کے نام۔ پس جب اس نے اسی کی اچھی چیزوں کے نام
 بتو اسے تو فرمایا : کیا میں نے تم سے نہیں کہ تھا کہ میں جانتا ہوں انہوں اور چیزوں
 کی پوشیدہ چیزوں کو۔ اور میں جانتا ہوں اسی چیز کو جس کو تم بتا رہے ہو۔ اور میں
 تم جانتے ہو۔ ﴿۳۲﴾

اللہ تعالیٰ نے قاضی فرمایا ان کی کرامت اختیار کرنے سے پہلے تعالیٰ کی جگہ کر کے کرشمہ بہت
 کا خود ہے۔ اور اس کی چھان کے مسئلے میں اسی کی صفات و کمالات کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ
 نے ان انعامات کا ذکر فرمایا جو اس نے نسل انسانی پر کیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام
 کی تعریف کا ذکر کیا کہ وہ تھا کہ رَجُلٌ عَلَّمْنَاهُ كَلِمَاتٍ بَارِعَاتٍ فِي تَرْجُمَانٍ خَلْقَةٍ
 اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے ذکر کیا کہ میں نہیں میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں

نے جو سب میں کہا اَنْجَعَلُ فِيْهَا مِنْ قَبْلِ دِيْهَا کیا تو زمین میں ایسی جگہ کو بنائے گا جو وہ دیکر بھی حیران رہ جائے گی۔ حالانکہ ہم تحریر فیسیح بیان کرتے ہیں۔ تحریر محمد کے ساتھ۔ اور تحریر ہاک بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا اَخْلَعْنَا مَا كَا فَضْلُكُمْ اِنَّا مِّنْ بَدَلِكُمْ مِیْس جَانِبِیْنَ جو ہم نہیں جانتے۔

خلافت کے متعلق بھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ خلافت نیابت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی اور کو بطور عیض یا فریاد ہے۔ تاکہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت کے فرائض انجام دے جس کی مفسرین کلام فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر شرعی قانون انسان کے لیے ایسا نافذ فرمایا ہے۔ اور تحریری احکام حتیٰ وہ احکام جو انہوں سے متعلق نہیں ہیں وہ قدرت کے مفوض کردہ اور مستحکم کا مذہب انجام دیتے ہیں۔

تبعیق آدم پر فرشتوں کا امان کرنا کریم زمین پر فتنہ و فساد پر پاکستہ۔ اس کا بیان بھی ہو چکا۔ فرشتوں نے خیال کیا کہ عیض کی ضرورت ہی ایسی ملے گا جی ہے۔ جہاں قتل و قدرت اور فتنہ ہوگی۔ لہذا انہوں نے ایسا امان کیا۔ یا پھر یہ وجہ تھی کہ انہوں نے انسانوں کو جہنم پر قیاس کیا۔ جو اس نسل سے پہلے اس زمین پر فتنہ و فساد ہو چکے تھے۔

آدم علیہ السلام کی تعلیم کے وقت اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں کے وہ بیان سوال و جواب ہونے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے کی حکمت کے انداز کے لیے فرمایا وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے۔ ان ناموں سے کیا مراد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کون سے نام آدم علیہ السلام کو سکھائے۔ اس مسئلہ میں مفسرین کلام کے کئی اقوال ہیں۔ تفسیر المصنوع اور مشک عری زبان کی چار چار جہدوں کی مختصر تفسیر یہ ہیں۔ ان کے توضیحی تفسیر یہ تھے۔ وہ اور بعض دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ سے مراد تمام انواع و اجناس کے نام ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے سکھائے۔ اس سے مراد ہر پروردگار نام سکھانا نہیں۔ کیونکہ ہر پروردگار جو کائنات میں ہے۔ ان کے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اِنَّا اَخْلَعْنَا

آدم علیہ السلام کو
ان چیزوں کے
تمام سکھائے گئے

کا مطلب یہ ہے کہ جیسے انسان ایک ذی نام ہے، اس طرح جناس میں سے ہر نام ایک جنس ہے۔ اور ہر نام کے اس کی بہت سی قسمیں ہیں، مثلاً گھوڑے، بھینس، گائے، چیر، بکریاں، کیڑے، مکوڑے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ بھی چیزوں کے نام، آدم علیہ السلام کو رکھائے۔

بعض مصنفین کو درود فرماتے ہیں کہ تَعَالٰی اَوْفَوْا نَسْتَعَاذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ کہ اللہ تعالیٰ سے آدم علیہ السلام کی قیامت کبہ ہوا ہونے والی درود کے نام بتلائیے۔ یہ دعوت اس کے شیخ ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ ہیں نہ کہ بعض دوسری چیزوں کے نام۔ بعض مصنفین کو یہ فرماتے ہیں کہ اسماء سے مراد جزایات ہیں۔ مگر تمام کی تمام اور ہر قسم کی جزایات نہیں، بلکہ صرف وہ جزایات درود ہیں جن کی عزت معنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کو صرف انسانی عزت کی تمام چیزوں کے نام بتلائیے۔ جو چیزیں انسانی عزت سے بہرہ میں ہیں۔ ان کے بتانے کا ذکر کوئی فائدہ تھا۔ اور نہ ہی وہ بتائیں قرآن پاک میں اس کی مثال صرف نمل میں آئی ہے کہ کَلِمًا كَوْنًا اَبْنَيْتَ مِنْ نَجْلِ شَيْءٍ ہر چیز دی گئی تھی تو یہاں پر ہر چیز سے مراد اس کی عظمت کی عزت ہی میں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے ان سے مل کر کیا کچھ پس خلیفہ عیسیٰؑ اور راکٹ بھی موجود تھے۔ بلکہ عزت کی تمام چیزیں تھیں۔ تو یہی پر بھی اَوْفَوْا نَسْتَعَاذُ بِكَ سے مراد انہی چیزوں کے نام ہیں جو انسانی عزت میں شامل ہیں۔ اسی طرح سورۃ نمل میں شد کی کھیر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے شَيْءٌ كُنِيَ مِنْهُ فِی الْاَشْجَارِ ہر درخت میں سے کھاندار شد پتہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت میں ایک پاکیزہ چیز رکھ دی ہے۔ اور اس کے بیٹ میں ایک طبعیت قبر کا وہ پتہ لگا دیا ہے۔ جس سے شد رہا ہے۔ تو یہاں پر تمام قسم کے پھل کھانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ دنیا میں اس کا ہر اچھا بڑا لکڑا کھینچا پھل کھائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی عزت اور روحانی کے متعلق کچھ پھل بھی ملے گی ان پر بخشی ہے۔ اور ہر اس سے اللہ تعالیٰ شد میں سے چیز پتہ کر آئے۔ اور آدم اور

۱۔ ابن کثیر ص ۱۶۰، تفسیر طبری ص ۱۶۰، ۲۔

۳۔ معالم التنزیل ص ۱۶۰، ۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۰

خود کا حق

فانکم علیٰ حقکم کہ تم خود ہی انبیاء کے نام بھلائے کے بعد حق تعالیٰ نے فرشتوں کو آزمایا۔
 پانچواں وہ قسم ہے جن فرشتوں کے سامنے ہمیشہ کریں لَا تَعْبُدُوا شَيْئًا سِوَا اللَّهِ۔
 بعد فرشتوں کو حکم دیا يَا أَيُّهَا الْمَلَائِكَةُ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ۔ لیکن ان قسم پڑھنے کے نام نہ تو بن گئے۔
 خدا فرماتا کہ تم بچے ہو میری سے فرشتہ! تم زاد و ولد نہ ہے۔ کہ انہی مخلوق کے پیدا کرنے
 کا کوئی نام نہ نہیں۔ کیونکہ تم میری تسبیح و تہلیل میں بیان کرنے کے لیے کافی ہو۔ اور مخلوق تو دنیا
 میں خود بنی کر رہے گی۔ مگر تم نہیں جانتے کہ انہی کو کون سے کلمات کا اہل ہو گا۔ بخلاف ان کے علم غم
 کا کامل ہے۔ اعلیٰ ہے۔ جو نہ دیکھا ہے۔ روایت کے لیے ان چیزوں کی ہریت اور حقیقت
 کا جاننا بھی خود ہی ہے۔ جی پر اس نے حکم کا خدا کرنا ہے۔ مثلاً اگر خلیفہ کا شراب کی فحاشیت
 کا ہی علم نہ ہو کہ کس طرح انہی عقل کو ہریت کرتی ہے۔ اور یہ کہ خفایت کی وجہ سے
 ہم انجانا کھلاتے ہیں۔ تو خلیفہ شراب کے دیا کو سزا کیسے دے گا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے نام
 خود ہی چیزوں کے نام۔ ان کی حقیقت اور ہریت سے آدم علیہ السلام کو آگاہ کر دیا۔ تاکہ شرابیوں
 کی ناپسندیدہ چیزوں کو یاد کر سکے۔

فرشتے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ امتحان میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کو اس حقیقت سے
 لگنے پر دیکھا کہ یہ فریاد کرتے ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ لیکن ان کی حقیقت اور ہریت میں
 ہے کہ ہمیں ان چیزوں کے سوا ان کی حقیقت اور ہریت کا علم نہیں ہے۔ ہم اس
 سادہ میں عاجز ہیں۔ بلکہ علم تو اسی قدر ہے جس قدر تو نے میں سکھایا ہے۔ اس کے علاوہ ہم کچھ
 نہیں جانتے۔ لیکن أَنْتَ الْغَلِيْبُ الْمُنْظَرُ ہے۔ لیکن تو ہی ظہور اور غلبہ والا ہے
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ احادیث میں آئے ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں
 کو بتلوا تھا کہ آدم میں ہریت اور ملکیت دونوں خواص ہوں گے۔ مگر فرشتوں کی نگاہ صرف
 ہریت تک ہی پہنچی۔ آدم کی ملکیت تک نہ گئی۔ چنانچہ اس کو ال کہ راضی کرنے کے لیے علی
 صلاحیت ہمیشہ کی۔ تب فرشتوں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ کہ ہمارے پاس نہ کمال نہیں ہے۔

ہیں تو اتنی ہی علم ہے جتنا تو نے عطا کیا۔ ان میں بھی سکھائے علم و فہم کا یہ غرض ہر گاہ اختلاف کے
لائی رہی ہوگی۔ اور وہی جتنی قانون خداوندی کو نافذ کر سکے گی۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک علم فرشتوں کو عطا ہی نہیں کیا تو ان کی
امتحان کا کیا مطلب؟ اگر آدم علیہ السلام کی طرح فرشتوں کو بھی وہ علم عطا دیا جتنا تو وہ بھی جواب
دے سکتے۔ اس کے جواب میں صرف خدا و اشرف علی تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اس کی
تعلیم فرشتوں کی موجودگی میں ہی تھی مگر فرق صرف یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کی
ضرورت تھی۔ لہذا انہوں نے ان کے نامہذیب میں ہی سکھنا کر لیے۔ مگر فرشتوں کو جو علم ایسی چیزوں کی ضرورت
ہی نہ تھی لہذا انہوں نے یہ نام ذہن نشین نہ کئے کی کو مثل ہی نہ کی۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی استاد لہندی کلاس کے سامنے پلڑے سبکی کی پوری
پوری وضاحت کر دے۔ مگر جتنا یہ ہے کہ امتحان کے وقت بعض صاحب علم غیب غیب
شیخے ہیں۔ مگر بعض کو کچھ یاد نہیں رہتا۔ حالانکہ استاد نے سب کو ایک وقت ایک ہی پلڑے
دیا تھا۔ یہی حال آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا ہوا۔ آدم علیہ السلام نے سب حال ہمنے کی بنا پر
انہی چیزوں کے نام یاد کر لیے اور وقت امتحان بنا لیے۔ مگر فرشتے اس سبق کو ضبط نہ کر سکے
لہذا انہوں نے امتحان کے وقت حاضری کا غلط کر دیا۔

فرض! سب فرشتے اس امتحان میں ناکام ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی طرف
مخبر ہوئے فَاَلَمْ يَأْتِ اٰدَمَ اَنْبَاہُ عَنْ سَعَادَتِہٖ فرمایا ہے آدم! اس کو اس چیزوں
کے نام یاد دے۔ چنانچہ فَلَمَّا اَنْبَاہُ عَنْ سَعَادَتِہٖ جب آدم علیہ السلام نے
ان کی کو ان چیزوں کے نام بتا دیے۔ کہ یہ جنت ہے۔ اس میں مائیں بچا ہوا ہے۔ یہ تو ہے
اس پر بدل پکا لی جاتی ہے۔ یہ فلاں چیز ہے۔ یہ فلاں چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر امتحان
سوال کیے۔ آدم علیہ السلام نے تو جواب دے دیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف مطلب
برگردا فَاَمَّا اَلَمْ يَلْکُہٗ کیا میں نے تم سے نہیں کیا تھا؟ اَوْ اَمْ لَمْ یَلْکُہٗ
الشخص؟ تو انہیں کہیں آسمان زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جاننے والا ہوں۔

یہاں آسمان و زمین کے غروب کا حق مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ ذکر اللہ تعالیٰ کے لیے
 بھی کوئی چیز غائب ہے۔ اس کے لیے اگر کوئی چیز بھی پس پردہ نہیں۔ بلکہ مخلوق کے لیے
 بعض چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور بعض پوشیدہ۔ دوسری جگہ ہے: وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ
عِنْدَ رَبِّكَ۔ تیرے پاس تو ایک ذمہ داری پوشیدہ نہیں ہے۔ اس پر تو ہر چیز عیاں ہے۔
 اللہ تعالیٰ کے ساتھ عَالِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اس لیے ہوتا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر چیز کو جانتا
 ہے۔ جو مخلوق کے اعتبار سے پوشیدہ ہے یا ظاہر ہے۔ یہاں پر بھی إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْ غَيْبٍ
الْعَظِيمِ کا ذکر فرما کر مطلب یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمین و آسمان کی تمام
 چیزوں کو جانتا ہوں۔ جو مخلوق یعنی انسانی جن اور فرشتوں کے اعتبار سے خواہ پوشیدہ ہیں یا
 ظاہر ہیں۔ چنانچہ قرآن آدم علیہ السلام کی صلاحیت اور ان کے کمال کو بھی جانتا ہوں۔ نے فرشتوں سے کہ
فَخَلَقْنَاكُمْ عَلَىٰ غَيْرِ الْأَسْمَاءِ کہ جس کی پہلی جگہ ہے اور اسی سے تم نے اذان لگایا ہے۔ کہ یہ
 سنت و فہم پر پا کر ہے۔ گناہ و غریزی کا مرتجب ہو گا۔ یا تم نے جنات پر تپاں کر کے کہہ دیا ہے
 کہ آدم زمین میں لڑائی کھجور لٹے کا موجب بنے گا۔ پس ان نظروں کے کمال تک پہنچ جاتی تو یہ
 گناہ نہ کرتے۔

جو کہتا ہے کہ فرشتوں کے دل میں یہ بات آئی ہو کہ اے محمد کریم! ہم تیری نیچے نظر میں
 بیان کرنے والے ہیں مگر انہیں میں نیابت کی ضرورت ہے۔ تو ہم حاضر ہیں۔

اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ہر شے کو جانتا ہوں۔ اس کو تم ظہیر کرتے ہو یا چھپاتے
 ہو۔ نے فرشتوں! شاید تمنا خیال ہو کہ جو صلاحیت ہم میں دالی جاتی ہے۔ وہ انہم میں نہ پائی جاتی ہو۔
 عجز و رکوع! اللہ تعالیٰ نے آدم میں وہ کمال، نگہ دیا ہے۔ جہاں تک خدا دینی دہائی نہیں ہے۔
لَئِنْ سَأَلْتُمْ لَآتِيَنَّكُم مِّنْهُم مَّوَدَّةٌ وَآخِطَارٌ مِّنْ دُونِهَا وَمَا كَانَ لَكُمْ
لَهُنَّ حَسْرَةٌ کے فرشتوں! میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی ہدیٰ اور نیابت کا اعلیٰ طور پر فرشتوں کے ساتھ میل
 کیا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں فرشتوں کو محمد کے حکم کا پابندی ہے۔

آلۃ

بطۃ

درس چہدہم

تاریخ ۱۳۸۵ھ

وَاذْكُلْ اِلٰهَٰكَ اَسْجُدْ اَوْ اِدْمُ قَسَدًا اِلَّا اِبْلِيسَ
 اِلٰی وَاَسْكُرْ وَاَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقُلْ اِيَادُهُ
 اَسْكُنْ اَنْتَ وَرَوْحُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ
 شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الصّٰغِيْنَ
 ﴿۳۷﴾ فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا
 فِيْهِۦ وَاَقْلَمَ اٰمُطًا لِّبَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ عَزٰوًا وَلَكُوْا
 فِي الْاٰفَاقِ مُتَعَمَّرِيْنَ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِينٍ ﴿۳۸﴾

ترجمہ ۳۶۔ اور اس بات کہنے میں اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے
 مجھ کو آدم کے لیے پس مجھ کو اس نے منع کیا اور میں نے اس کا کیا اور تجر
 کیا اور وہ مکر کرنے والوں میں سے تھا ﴿۳۷﴾ اور ہم نے کائنات کو آدم کو اور قتل
 بری جنت میں۔ اور قتل دونوں میں سے وصفت اور ان کی سے کھاؤ۔
 جہاں سے بھی چاہو۔ اور قتل دونوں میں سے وصفت اور ان کی سے کھاؤ۔
 تم دونوں حکم کرنے والوں میں سے ﴿۳۸﴾ ہمیں پھیلانے والی دونوں کو شیطان سے
 اُس سے پس اُن کو اُنی نعمت سے نکالیں گے اور وہ تھے اور ہم نے کائنات
 جہاں بعض قتل سے بعض کے لیے دشمن ہیں۔ اور قتل سے لیے قتل میں نکالنا
 ہے۔ اور ایک صفت تک قتل و قتل کے بات ہے ﴿۳۹﴾

فرشتہ کی
 مجھ کو آدم کے لیے پس مجھ کو اس نے منع کیا اور میں نے اس کا کیا اور تجر
 کیا اور وہ مکر کرنے والوں میں سے تھا ﴿۳۷﴾ اور ہم نے کائنات کو آدم کو اور قتل
 بری جنت میں۔ اور قتل دونوں میں سے وصفت اور ان کی سے کھاؤ۔
 جہاں سے بھی چاہو۔ اور قتل دونوں میں سے وصفت اور ان کی سے کھاؤ۔
 تم دونوں حکم کرنے والوں میں سے ﴿۳۸﴾ ہمیں پھیلانے والی دونوں کو شیطان سے
 اُس سے پس اُن کو اُنی نعمت سے نکالیں گے اور وہ تھے اور ہم نے کائنات
 جہاں بعض قتل سے بعض کے لیے دشمن ہیں۔ اور قتل سے لیے قتل میں نکالنا
 ہے۔ اور ایک صفت تک قتل و قتل کے بات ہے ﴿۳۹﴾

جا کر دیکھتے ہیں کہ وہاں کے لوگ اپنے بادشاہوں کو کبہہ کہتے ہیں حالانکہ وہ تو اہل میں اور تہ بنی رہتی ہیں۔ تو ہم آپ کے سامنے کیوں کبہہ نہ کریں۔ حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا اور کہا کہ دیکھو بھائی! جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، تو کیا تم میری قبر پر کبہہ کر دے۔ تو اس شخص نے کہا: حضور! ہم یہاں نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا بھی طرح میری قبر پر کبہہ حرام ہے۔ اسی طرح میرے سامنے کبہہ لگا، آج بھی حرام ہے خواہ تھیلی ہی کیوں نہ ہو۔ مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: اگر کسی نے قبر کو کبہہ کیا تو اس کا کفر اور شرک تو نہیں کہیں گے مگر اس کے حرام ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔ اور اگر اس کبہہ سے مراد وہی کبہہ ہے جو بنو سب نے رب کے سامنے کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنے والا کفر اور مرتد ہو جائے گا۔ اور اگر محض تعلیم کے لیے قبر بادشاہ یا استاد کے سامنے کی ہے۔ تو قاصد کلمہ کا فرقہ دینی علماء کے کرام اور صفت صالحین کا مکتبہ توفیق ہے کہ اس کی حرمت میں کوئی خطہ نہیں۔ اگرچہ کلمہ کے روپے ٹک نہیں پہنچا۔

بعض فرشتوں کے کبہہ
کی بعض توجہ سے

بعض فرشتوں کے کرام فرماتے ہیں: کہ حضرت آدم علیہ السلام اور وصی علیہ السلام کو کبہہ منزلہ قبلہ کے تھا۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کیا گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت وصی علیہ السلام محض جنت تھے۔ جی کی طرف نہ کہے کبہہ کیا گیا۔ یہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم آج بھی قبلہ کی طرف نہ کہے اللہ تعالیٰ کے حضور کبہہ رہ رہتے ہیں۔ انہوں نے مراد قبلہ کو کبہہ کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ کبہہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوا ہے۔ اسی علم سے فرشتوں نے بھی آدم علیہ السلام کی طرف نہ محض قبلہ ہونے کی حیثیت سے کیا تھا۔ بلکہ آدم علیہ السلام کو نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی تھا۔

بعض فرماتے ہیں: کہ ہذا دم کال آجی ہے۔ یہی کلمہ تھا کہ حق تعالیٰ کو کبہہ کر دیکھ
علیہ السلام کی رحمت اور سب سے۔ بعض فرماتے ہیں: کہ اس کبہہ میں وہاں تین

بائی جاتی ہیں۔ مہینہ عبادت اور شہنائے کے لئے تھا۔ اور تعظیم و تکریم اور علیہ السلام کے لئے تھی
گو یا یہ خلافت کا تعظیمی سببہ تھا۔

سببہ خلافت : سببہ تعظیمی میں سببہ الیہ یعنی باجگاری ہوتا ہے۔ حضرت مولانا ذوقی فرماتے
ہیں کہ سببہ عبادت میں سببہ الیہ بالذات ہوتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا عید اللہ شاہ علی صاحب فرغانی
کی تفسیر یہ ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی اس زبردست قہر کو سببہ کیا تھا۔ جو آدم جبریل
کے عقب پر پڑے۔ یہی تھی۔ یہی تفسیر مولانا ذوقی نے خازن کے معلق اس وقت کی تھی جب
ایک ہندو یا نہد سر ہوتی تھی۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ سببہ کہہ کر ہندو پتھر کی ہرجوں
کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ اور مسلمان بھی پتھروں سے بنی ہوئی دیواروں والے مکان بھی خازن کو
کہہ کر کرتے ہیں۔ پھر ہندو سلطان میں فرق کیا ہوا : اس کے جواب میں حضرت مولانا محمد شفیع
نے فرمایا تھا کہ سببہ اس بخاں کو سببہ نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے سجدہ کر دیتے ہوتے
ہیں۔ جو اس طرح پڑتی ہے۔ جو عذریہ تعالیٰ جل جلالہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لہذا مسلمان پتھر کی دیواروں
کو سببہ نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی وقت خازن سزا
ہست اللہ شریف کی دیواریں نسیم بھی برہائیں اور غلاموں کی کھلی میزانی نہ ہے تو بھی تمنا
اسی صفت میں سببہ کر دیتے ہوں گے۔ برعکس اس کے ہندو اسی طرف سببہ کریں گے۔ اسی طرف
ان کا بت لکھا ہوا ہوگا۔ لہذا معلوم ہو کہ بت کے سامنے سجدہ کرنا اور مختلف چیزیں ہیں۔

افترض : جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سببہ کا حکم دیا تو سببہ خدا صلی علیہ وسلم کو
اور انبیاء و ائمہ کے ایسے کہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سببہ کرنے کا
حکم تو فرشتوں کو دیا تھا۔ اور اَفَلَا يَتَذَكَّرُ اَنْ سَبَّحَ فَخَمَلًا وِجِسَ كَ النُّجُومِ کا کیا
مطلب تو مفسرین کا وہ فرماتے ہیں کہ سببہ کا حکم نہ صرف داتا کو تھا۔ بلکہ جنت کو بھی تھا۔
اور ایسے جنت میں سے ہے۔ بلکہ اولیائے خدا۔ اور جب کسی بڑے کو کوئی حکم دیا جاتا ہے تو

ایسی بات ہے۔

۱۔ امام الحرمین فی تفسیر القرآن ص ۱۱۲

۲۔ تفسیر عربی قرآنی ص ۱۱۲

۳۔ تفسیر جامعہ

اس کے تحت دسے خود بخود اس حکم کے پابند ہو جاتے ہیں، سوائے حراف میں ایس کے متعلق آتا ہے کہ جب اس نے سجدہ نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے وہ اپنا کیا مَآئِدَ مَعُونَةٍ لِّرَافِعِ الشَّجَرَةِ رَافِعًا مَعَهُ شَجَرًا، جب میں نے قیس حکم دیا تو اسے سجدہ کیوں نہ کیا، معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کا حکم ایس کو بھی پڑا تھا، اور اسی طرح پر بہ جنات میں سے تھا، جیسا کہ سورۃ گفت میں: کَانَ مِنْ اَتَمِّ الْوَعْدِ لَنْ اُغْفِرَ ذُنُوبَهُ وَرَبِّهِ وَهُوَ جَزَلٌ مِنْ سَعَةِ تَعَالٰی میں نے اپنے رب کے حکم سے ہم ہو گیا، مقصود کہ سجدہ کا حکم فرشتوں اور جنات و جنات الارواح کو تھا خدا فرشتے آدم علیہ السلام کے سامنے سر سجدہ ہو گئے، مگر ایس اور اس کی قوم نے انکار کیا۔

حضرت یحییٰ میری خواہ نظام الدین ہویا کے خیر خواہ تھے اس کے عالم اور بزرگ تھے انہوں نے اپنے معجزات میں لکھا ہے کہ ایس نے سات لاکھ سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی، مگر ایک حکم کی سرکشی پر مردہ ہو گیا، موشے نے عرصے کی عبادت برباد ہو گئی۔

حضرت شہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ محدث ابن ابی الدین نے اپنی کتاب مکاشفۃ الضیاع میں ایک روایت بیان کی ہے، مکاشفۃ الضیاع کا مطلب ہے شیطان کی نکال دینا، تو وہ فرماتے ہیں کہ کسی مرتب پر ایس کی حقاقت حضرت ابن علی علیہ السلام سے ہو گئی، ایس نے عرض کیا کہ تو اب اللہ تعالیٰ کے پاس میری سفارش کریں، وہ میری توبہ قبول کرے، اسی طرح دعا لے سفارش کا وعدہ کیا، اور دعا میں مشغول ہو گئے، نہ صرف خدا تعالیٰ کا حکم ہوا، کہیں ایس کی توبہ میں شرط پوسول کرنے کو تھا، ہوں کہ وہ آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے، جب اسی علیہ السلام نے ایس کو یہ شرط پیش کی تو کہنے لگا، کوئی مذکر میں تو میں نے آدم کو سجدہ کیا اب میں کی قبر کو سجدہ کر، میرے لیے ممکن نہیں، ایس اپنی بات پر چا تھا، اس نے انکار کیا، اَللّٰهُ اَشَدُّ شَكًّا مِنْكَ وَكَانَ مِنْ اَلْكُفْرَانِ وَكَانَ عَرَفَ اَنكَارًا، کیا تجھ جی کیا، اور تھا انکار کرنے والوں میں۔

یہاں پر ایک اور مسئلہ بھی ابھریں، آپ کے شاگرد میں بھی شاید آج ہو کہ انجیل کے بعض

دو ٹکڑے کر کے بڑی فضیلت سے ارفٹ پر دو گیا۔ مگر اس دنیا میں اتنا بڑھ سکتا ہو سکتا ہے۔ اور جنت میں گندم کا درخت اتنا بڑا کیوں نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ نے وہی دنیا کو جنت کو انوسٹ میں جنت کہا کہ بڑا دیکھا ہے۔ یہ تو کی قسم کا کثیر اور کم کر کے ہو سکتا ہے۔ اور بڑے عرق سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جنت میں آج کے جنت میں جبرائیل کے ذریعے کے وقت اللہ کے واسطے نئے بڑے بڑے ہوں گے۔ کہ ایک دانے کے نصف حوالے سے اتنا بڑا ہو جائے گا جس کے نیچے دسویں میں آدمی ضرور لگیں۔ ہر حال یہ اعتراض محض نہیں ہے۔ کہ گندہ کا پورا ہوتا ہے۔ درخت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ جنت میں گندم کا جنت بڑا درخت ہو۔ جس کے قریب ہانے پہل لگنے کے شمع کا کیا گات۔

اللہ تعالیٰ کے حکمت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ جنت میں پہنچے گئے۔ وہ کچل کی طرح شیطان اور مصمم تھے۔ ابھی ان میں ہی جنت کا وہ نہیں بھڑکا تھا کہ شیطان نے تیسرا آدمی دوسرا آنا شروع کیا۔ فَاذْكُفْكَ الشَّيْطَانُ خُفْكَ اَنْ دَفْنُوْكَ شَيْطَانُ نے چھوڑ دیا۔ دوسری جگہ آتا ہے؟ قرآن میں لکھا ہے الشَّيْطَانُ شَيْطَانُ نے دفنوں میں دوسرا آنا۔ کسی چیز کے تحقق دوسرا آنا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ درخت کا پھل کھانے کے متعلق دوسرا آنا دوسری جگہ آتا ہے۔ کہ شیطان نے کہا کہ اس کھانے کو تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں دوسرا آئے۔ اور کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو گا۔

بعض کہتے ہیں کہ فرشتہ جنت میں کہ دوسرا آنا کے اندر ہی آتا ہے۔ کوئی فعل سرزد کرنے سے ہی دوسرا آتا ہے۔ کوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کہ شیطان ایک چیز کو چلا کر لایا۔ اور جنت کے دروازے پر اس سے بائبرت کی ہے۔ آدم علیہ السلام دیکھ کر کہتے تھے۔ تو ان کے دل ہی میں یہاں ہی خیال پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ معاہدہ کیا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ جنت کا لباس آنا گیا۔ اور وہ دونوں رہنے ہو گئے۔

شیطان کی دوسرا نڈی کا تجربہ ہوا کہ اس دوسرا نڈی نے فَاتَحَ رَبِّهَا صَفًّا كَمَا فَعَلَ
 اس نڈی کو اس طرح جنت سے نکال دیا جس کے اندر وہ گئے، وَقَدْ أَتَاهَا بَطْنُ
 عَمِّ لَکَ تَوْبًا وَتَقَفَتْ لَهَا الْفُجُورُ مَكَرًا بَعْضُ قَدَمَيْهِ بَعْضُ الْوُجُهِ فِي شَيْطَانٍ مُنَادٍ
 دُشْمَنِیْ بِہِ اَلْوَقْتُ لَہِ الْوُجُہِ بِہِ۔ وَلَکُمُ الْفُجُورُ اَلْاُخْرٰی مَشْفُوعًا مِّنْ ذٰلِکَ
 بِہِ شُكَاہِہِ۔ مہندی، دُشْمَنِیْ نہیں پر ہوگی، وَقَدْ اَتٰہَا بِیْہِ اَلْوَقْتُ
 اَلْوَقْتُ بِہِہِ اَعْلٰیہِ ہے، یعنی مہندی اصل مہانتی گاہ نہیں ہی ہوگی، اہل مہانتی گاہ نہیں کو چھڑ
 کر کہیں انھوں نے اہل مہندوں میں جانے کے تو وہ مہانتی قیام گاہ ہوگا، مستقل قیام نہیں پر ہی کرے
 گئے کے وہ میں جو پانچ لکھا گیا جہاں ہے، کہ ہم زمین پر مستقل ہو رہیں، یہی گئے، کہ پانچ
 مہانتی گاہ مہندوں میں چلے جائیں گے، تو اس شخص شیطانی پانچ لکھا ہے، پانچ مہندی نہیں سے
 قریب ترین پانچ ہے، اور اس کا مہندوں کو کھیل ہے، مہانتی تو یہاں سے کہیں کو
 میل نہ ہے، اور وہ مہندوں سے اس سے ہی وہ میں، مہانتی گاہ کہ پانچ لکھا ہے، کہ جس کا بندہ
 پانچ لکھا ہے، وہ میں مہانتی قیام ہو جہاں ہے، تو اس کا مہانتی گاہ پانچ لکھا ہے، کہ ایک پانچ
 خدا کو پانچ پانچ لکھا کے یہاں میں پانچ مہانتی گاہوں کے، وہ میں پانچ لکھا کا مہانتی گاہ میں پانچ
 وہ میں میں پانچ لکھا ہوگا، یہ مہانتی گاہوں کے، اس لئے میں میں مہانتی گاہ۔

نہیں ہی اس
 لکھا ہے

پانچ پانچ لکھا مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہوگا، وہ میں میں مہانتی
 کی مہانتی مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، جہاں پانچ لکھا مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، وہ میں
 یکسوت گئی ہے، اور دوسری طرف مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، جس کا مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔
 مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، یہ مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔
 پانچ لکھا مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔
 مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔
 مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔
 مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔
 مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے، مہانتی گاہ میں پانچ لکھا ہے۔

گئے۔ اسی لیے یہاں پر فریاد کرتے آہم اور قرآن میں یہاں سے نہیں پر تو جہاں ایک خاص
 دے تک وہی تہاڑ ٹھکانا ہوگی۔

البقرة

آیت ۲۸

دوسری ترجمہ جمعہ

فَلَقَدْ آتَيْنَا مِنْ رَبِّهِمْ كَلِمَةً فَتَبَّ يَحْيَىٰ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ
 التَّجْنِيسُ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا رَسُولَهُ ۚ فَاتَّخَذُوا
 مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً مِمَّنْ يَبْتَغُونَ كُنُوزَ دُنْيَا وَلَا يَخْشَوْنَ
 اللَّهَ الَّذِي تَخْشَىٰ وُجُوهُهُ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ أُولَٰئِكَ
 أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ جمعہ ۲۸۔ پس آدم اور حوا سے اپنے بچے چند کلمے یکھے۔ پس انہوں نے

نے جرح کیا کہ اللہ کی بات نہ پانی کے ساتھ۔ بے ثقیل وہ جمع کرنے والا ہے وہ

مرد ہی ہے ﴿۲۸﴾ بھرنے کے تو سب زمین پر اترا ہوا ہیں جب میری طرف سے

فصل سے پاس نہ پہنچاں پس میں نے میری ہدایت کی پیروی کی۔ تو بڑی کئی قوت

نہیں تھا۔ اور وہ وہ لوگ ہیں ﴿۲۹﴾ اور جنہوں نے کھڑکیا۔ اور جاری ہوں کہ

مجلس ۲۸۔ وہ دوزخ دست میں۔ میں ہی میں ہی میں ہی کے ﴿۲۹﴾

جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس راحت کا پھل کھا لیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔

نور علیہ السلام

تو ان سے نادم و اکرم سے گئے۔ اور انہیں علم ہوا کہ زمین پر اترا ہوا۔ بعض کہ جس کے
 دشمن ہیں۔ اور قاصد سے نہیں ہی ٹھکانا ہے۔ تو میں ایک وقت تک قاصد ہوا۔ اور اگر وہ
 قوم علیہ السلام کو ٹہری پر پڑی ہوئی۔ کہ انہیں نہیں ہوا تو نے کاظم علیہ السلام سے۔ بعض کہ ان میں یہ
 ہی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری لڑائی میں اس سے آدم علیہ السلام کے
 سر سے قاتل آیا۔ اور ان کے بعد سے بہشت کا لباس ہی اتار لیا اور انہیں برہنہ کر دیا۔ چنانچہ انہوں
 نے حرا میں اپنے کے لیے جنت کے درختوں کے پتے استعمال کیے۔ کیونکہ دوسروں کے سامنے
 سر کا کھنڈا نہ دینا بہت ضروری ہے۔

نے تفسیر علی بن ابی حمزہ

اس کے بعد کیا ہوا، فَتَلَقَىٰ آدَمُ مَرْيَمَ رَبِّهَا فَحَصَبًا میں آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے
 چند کلمات کہے، یعنی کامیابی پانا بیٹھا ہے، ان کلمات کا اللہ تعالیٰ نے اللہ کیا یا آدم علیہ السلام
 کے دل میں ڈالا، ان کلمات کے ساتھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کی، میں کہہ رہا ہوں
 میں تیرے! فَتَلَقَىٰ رَبُّكَ حَصَبًا فَكَلَّمَكَ اللَّهُ كَيْفَ شَاءَ وَنَزَّلَ مِنْهُ هَبْشًا لَّكَ وَتَحِيَّتًا
 فَكَلَّمَكَ اللَّهُ الْخَبِيرَ، یعنی نے پروردگار! ایک ہونٹ بنے انہوں پر چڑھ گیا، اگر تو میری طرف
 نہیں کرے گا، میری پرہیز نہیں کرے گا تو ہم تعان اٹھنے والوں میں ہو جائیں گے، اس کے
 بعد حدیث میں یہی دعائے کلمات کا ذکر ہے، جن کے ذریعہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی
 تجویز ہوا کہ فَتَلَقَىٰ رَبُّكَ حَصَبًا اللہ تعالیٰ نے رجوع کیا کہ تو میرا بعد کی طرف مردانہ کے ساتھ
 نائب کامیابی رجوع کرنا ہے جب یہ غلط اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا پائے، تو اس کا
 مطلب ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے رجوع کیا اپنی مردانہ کے ساتھ، اسے جب اس منکر کو نبی
 کی طرف منسوب کیا پائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ نبی سے رجوع کیا اپنی عاجزی کے
 اعتراف کے ساتھ اور بڑائی کے ترک کرنے کے ساتھ، گو تو یہی صفت کا تعلق نہ ہے اور مغلوب
 انداز کے ساتھ ہوتا ہے، جب ہم کہتے ہیں تَوَلَّىٰ رَأَىٰ اللَّهُ رَأْسًا لَا مَطْلَبَ فِيهَا ہے کہ
 گناہوں کو چھوڑ دے اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس سے محال، علی
 رَأَىٰ اللَّهُ رَأْسًا تَوَلَّىٰ الرَّجِيمَ، یہ ایک وہ رجوع کرنے والا ہے جو مردانہ ہے اور اللہ تعالیٰ
 نے اُن کی غزالی کو محال کر دیا۔

اہم یہی کہنے پر مشورہ کتاب شنب ابویاں میں روایت دی گئی ہے کہ اپنی غزالی
 پر آدم علیہ السلام اس قدر نے کہ تَوَلَّىٰ رَأَىٰ اللَّهُ رَأْسًا تَوَلَّىٰ الرَّجِيمَ، کہ رجوع
 تَوَلَّىٰ رَأَىٰ اللَّهُ رَأْسًا تَوَلَّىٰ الرَّجِيمَ، یعنی آدم علیہ السلام نے جس قدر اسے توبہ کے گناہ
 معاف ہوئی کی قیامت تک نے والی ماری اور اس کے ساتھ کیا ہئے، تو آدم علیہ السلام کے
 اسے توبہ کا توبہ، اور توبہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وادیت بھی ہوئی تھی۔

نہ تفسیر جزیری فارسی پڑھنا، بکوالہ تفسیر شنب ابویاں کے درمیان میں ابوالحسن علی بن ابی طالب

حضرت آدم علیہ السلام
 کی توبہ

ہوا ہے۔ یہ ضرور کوئی عظیم شخصیت ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان اخلاق کے ساتھ صفائی بخشی۔
 اَنْشَرْنَا بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا عَشْرَتًا یٰۤاَسْمٰی کے اللہ! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے طفیل سے، تاکہ انہوں کو میری غرض کو صاف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَمَّا اَقْبَلُ
 کیا جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی میں۔ انہوں نے جواب دیا: سو کہ میرا میں اس سے زیادہ
 بلکہ نہیں جانتا کہ میرے نام کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام لکھا ہو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 نے اَمَّا اَقْبَلُ یعنی اولاد میں یہ آخری نبی ہوں گے۔ میری ہی مخلوق میں ان کی خفیت کو کوئی
 نہیں پہنچے گا۔ اگرچہ یہ روایات ضعیف ہیں لیکن میں نے ان کو موضوع بھی کیا ہے تاہم قرآن کی
 خاطر ان کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اَمَّا اَقْبَلُ کے ساتھ السلام کی غرض کو صاف کر دیا۔
 بیعتی کے علاوہ روایات طبرانی، حاکم اور دیگر صحیح میں بھی موجود ہیں۔ اور روایات میں وہ بھی آتے ہیں
 کہ اَمَّا اَقْبَلُ کے ساتھ السلام کو دنیا میں بلا مشرک کیست سے بچھا جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ
 کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہ ان کی کیست سے بچا جائے گا۔ گویا آپ کو بلا مشرک اور جو کہ دونوں
 امر شامل ہیں۔

بھئی اَمَّا اَقْبَلُ کے ساتھ کہ روایت میں آتے ہیں۔ کو قیامت کے روز جب وہ اَمَّا اَقْبَلُ کے
 کے پاس جائیں گے تو انہیں گے کہ اَمَّا اَقْبَلُ اَمَّا اَقْبَلُ آپ تمام نسل انبیاء کے ہر نبی
 ہیں۔ وہ انہیں کہ اللہ تعالیٰ حساب کتاب شروع کریں حضرت اَمَّا اَقْبَلُ کے ساتھ السلام انہوں نے گے
 کہ انہیں گے کہ وہ نام نہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جادو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
 روایت میں آتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کیا اَمَّا اَقْبَلُ کے ساتھ
 کے نبی تھے۔ فرمایا: اَلَمْ یَسْئَلُوْا لَنْ یَّجْعَلْهُ اَمَّا اَقْبَلُ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ
 سے کلام کیا۔ آپ ہر نبی نازل ہونے والے۔ اَوَّلَیْ لَمْ یُنْزِلْ بِکَ اَمَّا اَقْبَلُ اور خاتم النبیین حضرت کو صفی
 صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فرمایا ایک ایسا نسل ہے جس سے ان کی مابعد کو انہوں کی صفائی پہنچتی ہے نیز میری

نورانی کی طرف

میں بھی نسبت خداوندی معنی، تخلیقِ آدم کے وقت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: "اَنْزِلْنَا عَلٰی قُلُوبِہِمْ خَلْقًا" کہیں زمین میں، شب بنائے اور ہوں۔ چنانچہ اس ارادے کی تعمیل یعنی نہ وقت انہی کے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتار دیا گیا۔ آپ نے نبوت کے کام کی ابتداء کی۔ وہ پھر غرضِ آپ کی آنے والی دور میں مستقل ہو گیا۔ گو زمین پر اترنے کا حکم نہ انہیں نہ آپ انوار تھا۔ جو آدم علیہ السلام کے چلتے ہیں کیا کہ انہیں نبوت انجی کا فریضہ ہونا گیا۔

خوفِ کفر
کی قیمت

حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید حکم دیا کہ فَاَنْزَلْنَا عَلٰی قُلُوبِہِمْ خَلْقًا جس میں ہر طرف سے گناہت پسِ دہشت آنے لگی۔ جب نبیہم علیہم السلام میرا پیغام بد دہشت لے رہے تھے فَاَنْزَلْنَا عَلٰی قُلُوبِہِمْ خَلْقًا کہ دہشت کی پیروی کی۔ فَاَنْزَلْنَا عَلٰی قُلُوبِہِمْ خَلْقًا ان پر انجانے کے لحاظ سے کوئی خوف نہیں ہوا وَلَا هُمْ يَخْشَوْنَ اور نہ وہ ڈرتے تھے۔

یہاں پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن تو بہت زیادہ خوف ہو گا۔ عام انسانوں کا کیا حال ہو گا۔ خود نبیوں کے متعلق آتا ہے کہ وہ فَخَشِيَ خَشْيًا پڑیں گے۔ اس کے جواب میں سفر میں کرم فرماتے ہیں کہ ظاہری طور پر تو یہ واقعی خوف ہو گا۔ مگر انجام کے اعتبار سے بالکل خوف نہیں ہو گا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی قمری صفات کا انوار ہو گا۔ تو خوف و ہراس طاری ہو گا۔ جیسے کسی مشعر میں موسمِ بڑا ٹھہرتا ہے۔ بڑا کھیل مشن کی سلی و چوڑ کر دیتا ہے۔ کہ غلو سے کی کوئی دہشت نہیں۔ قتل و کفر، آٹھ مارا، انجام بخیر ہو گا۔ اسی طرح جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمد و دہشت کی پیروی کریں گے۔ انہیں اگرچہ قیامت کے دن واقعی طور پر خوف ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق آدم کا۔ انہیں خوف نہیں ہو گا۔ دہشت اصل میں یہی کی روح اور خشیت کو کہنا ہوتا ہے۔ اور وہی حق و ان کی قانون کا ہے جو انانیت کے پہلی تہذیبوں کو پرانا کرتا ہے۔ اسی دہشت کے مصطلحات میں نبی، رسول، جنات سمجھتے۔ کتبِ سوریہ اور شریعت و غیرہ آتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کا اعلان ہی دہشت

دہشت کے
مبطلین

خود سر اسٹیجی عمر کی خدمت ہے۔ جو کہ میر علیہ السلام اور اس کی اولاد کو نصیب ہوئی۔ یہ عزت
 بنی اسرائیل میں سے ایک تہذیبی، چھوٹا تھا۔ نے اس سے یہ خدمت نصیب لی۔ یہی
 کہ حاصل ہوئی۔ یہاں یہ بنی اسرائیل کی ان عبادوں کو ذکر ہو گا۔ جن کی وجہ سے اس ذاتِ ختم نبوت
 خلیفہؑ کو محروم ہو گئے۔

اسرائیل صیغہ میر علیہ السلام کا نہ ہے۔ اس دوزخ خانہ میں یعنی بنی اسرائیل میں بنی اسرائیل
 کے بعد نبی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ جن کا وطن باکوٹ اور بعد ازاں سے ستر میل اور باہر
 شمر تھا۔ آپ کی یہ مثال کے دست بائیں دست بڑا شہر اور تہذیب کام کر تھا۔ یہ چالیس مربع
 میل میں پھیلا ہوا تھا۔ اور بہت بڑی سلطنت کا پایہ تکنت تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے
 اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں سے حرکت نہ کیا۔ نہ بائیں نہ کچھڑائی کر لی۔ نہ مصر کے
 رستے شمار پیچھے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا۔ پھر باز آنے اور طوطا بھی گئے۔ آپ اس
 جاتی تھے۔ پھر شاہی پھر چاندی ہوئے۔ ان ٹکڑوں میں کھنڈیں ڈالنا ہی کہتے تھے۔ اور یہ شامی کے
 ماتحت تھا۔ بعد میں اس کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی پوری جامعہ سے عظمت کا بین میر علیہ السلام کو ہوئے۔ آپ کے
 بارہ فرزند تھے۔ چھ ان کے آگے بے شمار قبیلے ہوئے۔ عورت داؤد علیہ السلام کی دوسری پوری
 آپ کی کچھ اور حضرت داؤد بقیں۔ بنی کا ذکر قرآن پاک میں بھی آئے ہے۔ آپ کے بطن سے
 حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور چھ ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے
 عظیم نبی ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ہی جنت سنادی
 تھی۔ اور کہنا کہ اِصْحٰقُ الْبَعُثُوْبُ یعنی تانا فرزند اسحاق علیہ السلام سے ہی کے بیٹے
 یعقوب علیہ السلام ہوں گے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے۔ ان میں
 عَشْرَةُ اَسْبَاطٍ اَصْفَا اَمْرًا ان میں سے تیرہ ہے۔ یہ اسی دست کی طرف اشارہ ہے
 حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک تیسری پوری قصہ اسی میں ہے جس کی اولاد بنی اسرائیل ہے

عزائیں زیادہ شرف حاصل ہے نہ ہوتی۔

واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت ائمن علیہ السلام کے وہ بیٹے ہی جن کو یعقوب عزیزان کہتے تھے، اہل بیس ذرا پہلے پیدا ہوئے اور یعقوب علیہ السلام بعد میں۔ یعقوب کا پہلی عمر تھی کہ اپنے والد کے ہیں۔ خدا کی قدرت کہ ائمن علیہ السلام کو بیس کے ساتھ زیادہ محبت تھی، اسی کی برکت کو یعقوب علیہ السلام زیادہ پاس سے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام زیادہ محبت سزاؤں وغیرہ دیا کرتے تھے۔ ایک تھے کہ حضرت ائمن علیہ السلام نے انہیں یہ فریضہ سونپ دیا تھا کہ وہ روزانہ سے پہلے نماز پڑھیں، جب تک میں عبادت میں مصروف رہوں۔ کسی کو نہ آئے کی عبادت نہ ہو، تا کہ عبادت میں خلل واقع نہ ہو۔ ایک موقع پر اثنائی قتل میں فرشتہ آیا اور اللہ جانیا یہ سزا یعقوب علیہ السلام نے دو کا جب اسکاں علیہ السلام باہر آئے آدھی کو یعقوب علیہ السلام فرشتے کے ساتھ اٹھ کھڑے تھے۔ تو انہوں نے انہیں فرمائی کہ واقعی تم نے اپنی ڈاڑھی پوری پوری راکھی ہے۔ فرشتے نے آپ کا ہوا یہ افس کہ تو انہیں یعقوب بتایا گیا، اس نے کہا اس کا نام اسراہیل ہے۔ سزاؤں کی جزائی زبان میں اسراہیل کا معنی اٹھتا ہے۔ کہ فرشتے نے یعقوب علیہ السلام کا نام اسراہیل یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ رکھا، جو کہ عبد اللہ کے سزاوت ہے۔ بیس سے آپ کا نام اسراہیل مشہور ہوا۔ اور آپ کی اولاد ہی اسراہیل کہلائی۔ چونکہ حضرت ائمن علیہ السلام کی محبت بیس کے ساتھ زیادہ تھی، اس لیے انہوں نے بیس سے فرمایا کہ میں انہی وقت میں قبر سے اٹھ کر آؤں گا۔ جب اس کو پتا چلا تو اس نے کہا کہ یہ وہاں یعقوب علیہ السلام کے حق میں ہو۔ چنانچہ اس نے یعقوب علیہ السلام کو بیس کا بیس بنا کر ان کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ اور ساتھ نصیحت کی کہ باپ کے سامنے اپنے ہونے کا کہہ دو تمہیں پہچان نہ لیجیں۔ چونکہ اس وقت حضرت ائمن علیہ السلام کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیس جگہ درائن کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد میں خوشی کو باری لکھے۔ یہ غصہ بھی دعا کرتے تھے کہ ان فرمائے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام

سے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا ہی اللہ اول اس خاندان میں ہو کر رہا ہے۔
 کہ جس سے جس نے باپ کو یاد دلائی کہ آپ نے میرے حق میں دعا کا وعدہ فرمایا تھا، تو آپ نے کیا کہ وہ دعا میں نے کر دی ہے۔ عیسیٰ نے کہا کہ وہ دعا آپ نے مجھ پر اللہ کے
 کے حق میں فرمائی ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ کیا وہ تو اس کے لیے ہو گئی۔ کیا اس نے دعا ہے یا نہیں
 کہ اللہ تعالیٰ تمام خاندان میں بادشاہت نہ کر سکے۔ یہ تو آپ کی دعا ہے بادشاہت کا
 زیادہ تر مسئلہ عیسیٰ کی دعا میں ہی رہا۔

بہت مختصر، لیکن عظیم مسودہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ تو ان کے ساتھ میں رہا
 پر عیسیٰ نے جتنے کو باپ پر محبوب علیہ السلام کو پکارا۔ اسی دن وہ اس کی جہیز لائے گا
 جو ان کی عیسیٰ کی طرف ہو گا۔ وہ محبوب علیہ السلام ان کے لیے کی شادی میں نہ گئے
 تھے۔ ان کے۔ اس کی دوسری بہن تھیں تھیں۔ جو بڑے اہل علم تھے۔ ان کے منہ دیا، کہ
 ان کے پاس بیٹے پیدا ہوئے ان کے پاس ان وہ اس کی بیٹی ہی ہے جس کے
 ساتھ وہ تمام نعمت کی کہنے گا۔ چنانچہ آپ بیٹے لایا، ان کی دلوں کے پاس بیٹے۔ وہ
 آپ کو بچہ کرنا خوش ہو۔ سو کہا کہ بیٹے جانی کی دوسروں سے بڑے بڑے نہ ہوں، میں خدا ہی
 ہر طرح سے ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے بیٹے کے ساتھ ان۔ باپ کا متعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کو بنا دیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی کر دیا۔

یہ سب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنچنے والا تھا۔ اور اس کے بعد جو یہ کہانی ہو
 گیا۔ دوسروں نے آپ پر ہم یہ سمجھی کیا کہ دوسری بیٹی کا نکاح کر دیا، اس سے وہ فریاد کیا کہ اس
 وہ دوسری فرست ہو گئی۔ اس کے بعد دوسروں نے دوسری بیٹی آپ کے نکاح میں گئے۔ اسی
 سے ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پہنچی ہو گئی۔ چہ
 دوسروں نے اپنی چوتھی لڑکی۔ یہی نکاح کر دیا، اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو
 چالیس برس ہو چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت فرمادیا، اور ملا کہ اس مقدس چھوٹے

کو گنتی چلے جاؤ۔ اور وہاں پر تبلیغ کا فریضہ انجام دو۔ جب مومن کو پتا چلا تو اس نے کہ
کو تعالیٰ جہاں سے تکلیف تو فرود ہوگی۔ سو اللہ تعالیٰ کی رضا پر میرے قدم ہیں۔ چنانچہ اپنے
بخوشی حضرت یعقوب علیہ السلام کو گنتیاں چلے جانے کی سعادت ملے دی۔ اور چوبی یگوں
کو بھی ساتھ بھیج دید۔ اور ان کی خدمت کے طر پر پانچو گھوڑے۔ پانچو دشت۔ پانچو گائے
پانچو غنیم۔ پانچو بھڑاس اور ست سادو سداں بھرا کر دیا۔

گنتیاں پہنچ کر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جمیع کام خراج کر دیا۔ وہاں پر اپنی
چوتھی بیوی زہیر کے بطن سے دو بیٹے اوسق اور بن زاین پیدا ہوئے۔ اوسق علیہ السلام
ابھی دو سال کے تھے کہ زہیر کی موت ہو گئی۔ جب مومن کو پتا چلا تو اس نے اپنی بیوی
زہیر کی تلخ بی بی سے دی۔ اور اسے یعقوب علیہ السلام کے نون میں بھیج دید تاکہ بچوں کی
پرورش ہو سکے۔ اسی نون یعقوب علیہ السلام کے گل بادو بیٹے ہوئے۔ جن سے آٹے بارہ
خاندان نمود۔ جن سے آٹے

اللہ تعالیٰ نے عیسٰی کو بھی اس طبیعت سے کوہم نہ کیا۔ جیسا حضرت یعقوب علیہ السلام
گنتیاں کی طرف تشریف لے۔ تو راستہ میں عیسٰی نے بھی آپ کا استقبال کیا۔ اور عرض کیا کہ اللہ
تعالیٰ نے آپ کو فوت کے ذریعے جہد پر نصیحت بخشی ہے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
میرے خاندان میں بھی نبوت جاری فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ تو وہی نے طہروی کر دیا جسے
عیسٰی کے خاندان میں ایک بنی ایوب علیہ السلام کو پیدا فرمائے گا۔ اور ایک غلام افریت بادشاہ
ذوالقرنین بھی آپ کے ہی خاندان میں ہوگا۔ چنانچہ اس کے چل کر ایسا ہی ہوا۔

ان آیات میں انی اعدائے کافر ہے۔ براہِ شریعت نے بنی اسرائیل پر
کیے۔ **يَسْبِقُونَا اِنَّكَ اَنْتَ اَكْبَرُ ذَا فَتْحٍ مُّقْتَدِرٌ** اَلَمْ تَعْثُ عَلٰى كُفْرٍ
بنی اسرائیل! میرے ہی اعدائے کراؤ کہ وہ جس نے تم پر کیے۔ میں میں سے درخشاوی
انعام لگے۔ یعنی اس قوم میں انبیاء علیہم السلام جو شہید کیے اور بادشاہت میں صفا کی برقرار

بنی اسرائیل پر
اعدائے

میں موجود ہے: اِنْ جَعَلَكَ فِتْنَةً اَيْنَا وَجَعَلَكَ خَلْقًا مَّا اَوْفَىٰ تَعَالَىٰ نے
 کتنا عظیم احسان اس قوم پر کیا، اس وقت اس کے پروردگار میں کوئی دوسری قوم نہیں
 تھی۔ اس کو عزت اور امت اور شرف حاصل تھی۔ مگر آج آج اس میں بے نیازی ہے۔ لگائی
 کہ صبح میرا سلام گزرتا ہے ملک ان کی ذلت آتا، کہ پہنچ گئی۔ بچل اور قورچا کی کتابوں
 سے معلوم ہو تا ہے۔ کہ ان میں بہت زیادہ غریبیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ ہزاروں سال گزرنے
 کے بعد جب رسولِ قرآن کا زمانہ آیا، تو ان میں صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں شریف و سرفراز تھا
 کا آخری پیغام اور شرف بہت نازل ہوا۔ اس وقت میں بے شمار غریبوں کے ہاں جو ہی اول
 صاحبِ علم بھی جاتے تھے۔ پناہ قرآن پاک نے اس مقام پر اپنی اسرائیل کو ہی اور ست فر
 دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جنہیں قرآنی عزائی کی وجہ سے کھینچے ہو۔ لہذا اب
 یہی دوا درست پر آیا ہو۔ بنی اسرائیل ان پر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام کو
 تسلیم کرو۔ تو قدامت یعنی برائی عزت و پس آگئی ہے۔ اور اگر یہ نہیں کرے گی۔ اپنی بے شرمی
 پر قائم ہوئے۔ لہذا جس نے مجھے میں ذمت اور کالی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ چنانچہ اگلے کورج
 میں ذکر آئے گا۔ کہ بنی اسرائیل میں کس جہت غریبیاں پیدا ہوئیں۔

اسے تھانے نے نعمات کا ذکر کر لیا ہے۔ اور فرمایا: اَوْفَىٰ تَعَالَىٰ نے
 بنی اسرائیل میں سے عہد کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد تو لیا تھا۔ کہ میری عاقبت
 کرنا۔ ایشیاءِ صغیرہ کی عاقبت کرنا۔ اور فرماؤ کہ پورا کرنا۔ قرآن اس کے بدلے میں اُنہیں
 پھیلنے کھڑا میں تھا۔ عہد پورا کروں گا۔ قدامت عہد یہ ہے۔ کہ قدامت سے آواز صحت کر کے
 تمہیں نکش دیں گا۔ اور جنت تک پہنچا دیں گا۔ قدامت ہی نفع انسان نے جو خدا سے تھانے سے
 کیا ہو رہا ہے۔ اسے اس کے مصلیٰ یعنی میثاق کا ذکر بھی آئے گا۔ بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ وہ
 میثاق میں پورا کرو۔ اَلَّذِي وَاَفْعَلَكُمْ بِلَدِّكُمْ فَرَسْتُمْ بِمَنْ عَمِلْتُمْ اَوْفَىٰ تَعَالَىٰ نے
 بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ صبح میں عہد کی بات کو مستحجابانہ سزاؤں نے کیا کیا: فَتَبَيَّنَا
 دُرُودًا مَّعْهُ فَرَجَعْنَا اس عہد کو ہم بہت ذرا دیا۔ خدا قرآن کے وقت تک بنی اسرائیل
 میں قورچا اور کھن میں کی بھاری پٹنے عروج پر تھی۔ یہ لوگ قورچا، بچل اور اچھل میں موجود

آخری نبی مبرکہ کے تعلق میں گویا کہ چاہتے تھے۔ اور اس حد میں جتنو کے کوئی اثر نہ رہا۔
 نبی سرور کی بجائے بنی امیہ میں کیوں رہا ہے۔ یہ لوگ صاحب علم ہونے کے باوجود منصب
 کے متعلق کسی نے کوئی قول کر دیا مگر یہ لوگ اپنی ضد پر اٹھتے تھے۔ یہ کہنا کہ کبھی نہ
 جتنو کو فوجیوں کی ایسی ان کی کمزورتی نہ ہونے کی ہے۔ جب کہ نہایت ہی قیاس قدر
 زاہد دست پر آئی ہے۔ چنانچہ ان میں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی چند حق باتوں نے
 اسلام کی دعوت قبول کی۔ اعتراض فرمایا کہ میرا عہد پرزگروہ میں تھا اور وہ لوگوں کو گمراہی کی
 فکاہ تھی اور نہ اس کو ہی سے ڈرا۔ یہی قدر خالق اللہ ایک ہوں میں نے تو پرست
 بھی غم کیا ہے۔ تادمی کروں گا، بشرطیکہ جو سے ڈا کر رہے رہے رہا ہوں۔

یہ وہاں

نبی سرور کی کا خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ فَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا
 نے نازل کی ہے۔ اس پر ایمان لاء۔ اور یہ چیز مَنْ كَرِهَ اللَّهُ میں ہے۔ یہ نہایت
 تصدیق کرتی ہے۔ جتنا ہے اس پر جو ہے۔ یہی توفیق اور جو ساتھ کتب میں ہے یہ نہایت
 رہا ہے۔ کہ قرآن پاک ساتھ کتب کی برتری میں ہے کہ تصدیق نہیں کرتا۔ مگر ہماری طرف
 بعض اجماعوں کی تصدیق کرتا ہے۔ جس طرح رہی ہے یہ خودی ہو رہا ہے۔ کہ وہ ساتھ
 نبی کی تصدیق کرے۔ مگر اس کی شریعت ہو۔ احکام کی اس میں تصدیق نہیں کرتا۔ کہ وہ ساتھ
 وہ نہایت چلتی ہے۔ بعض چیزیں نسخ کر رہا ہے۔ اس میں قرآن پاک بھی ساتھ کتب کی تصدیق
 رہا ہے۔ ان تو اس قرآن پاک کو کبھی نہ تھا نہ ہی تھی۔ اور اس پر عمل پیرا ہو۔
 وہ نہایت کتب کا ساتھ کتب ہو۔ وہ نہایت کتب کے اور میں بخیر رہی ہو۔

قرآن پاک کا نزول اس طرح میں شروع ہوا۔ اور سب سے پہلے انکار کرنے والے لوگوں۔
 مرستے۔ پھر جب حضور علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہیں ہودہ سے اس کا انکار کیا۔
 اس کے بعد قرآن پہلے کے عربوں میں گھس گیا۔ مگر یہ وہیں ہو رہا ہے۔ عربوں میں نبی سرور کی
 خطاب ہو رہا ہے۔ کہ تم لوگوں میں سے نہ رہی ہو۔ حضرت کریم اس کی توجہ یہ بیان نہایت

بچنے میں جنس بھڑانے کے لیے تیار نہیں، یہ لوگ جب یہ کوئی ملامت برداشت کر لیں گے
جیسا کہ پیروں اور علماء سوء سننے اور بڑی کجائیت کی، سو رہنے خود ساختہ عقیدے کے خلاف
کوئی چیز برداشت کرنے کے لیے کبھی تیار نہ ہوں گے، ایسے ہی لوگ انہی ہی کے ہم خب
ہو سکتے ہیں۔

آنجنابوں کے ساتھ کیا سوچ رہا ہے، انہی کو قرآن کی پروا ہے، اور نہ انہی
کی معمولی معمولی باتوں کو نشانہ بنا کر ان کی نشیور رہی ہے۔ پراپگنڈا سب ہی ہے، تفرقہ بازی
کو فروغ دیا جا رہا ہے، اور پھر کالی ٹھونک تک زہت پہنچی ہے۔ یہ سب کیا ہے، بنی اسرائیل
کے شیعوہ کو اپنا جبار رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ ہیں، بنی اسرائیل میں دلی جاتی
تھیں، اے میری امت! تم میں بھی وہی پیدا ہوں گے کہ ان کی حد و التعلیل بالاشیاء
جس طرح ایک جہاد دوسٹر کے مطابق ہوتا ہے، اسی طرح میری امت کی غزایوں بنی اسرائیل
کی غزایوں کے مشابہ ہوں گی۔

فریاد میں کہ اہل کے ساتھ ملاؤ اور دینی کو چھوڑ دو، وَأَسْتَفْتِيكُمْ فَمَنْ كُودِمَ هَانَتْ
جو کہ یہ کیا ہو رہا ہے، غرضیکہ اس مقام پر بنی اسرائیل کی غزایوں کا اجماع بیان ہو رہا ہے، نکلے
و کلمات میں تفصیل کے ساتھ ایک ایک غزائی کی نشان دہی ہوگی۔ آج بھی یہ خطبے جاری
اور کے بنی اسرائیل کے لیے موج رہے۔ ان کے ہاتھوں کی غزایوں کو ان کے سامنے رکھا
جا رہا ہے، اور یہ غزایاں ان کے اند دلی جاتی ہیں، ان کی نشان دہی بھی ہو رہی ہے، گویا
دعوت الی انہی ہے کہ "أَوَلَمْ يَكُنْ أَهْلَ الْاِسْلَامِ" جس چیز کو میں نے مذکور کیا ہے
یعنی قرآن پاک آؤ آج بھی اس پر ایمان لے آؤ قرآن پاک پڑھو گے، قرآن پاک پہلی کتابوں کی
تصدیق کرنے والا ہے، اور آخری فرشتہ اور مکتوب ہے، اس پر ایمان لائے بغیر اور اس کے
چشم کردہ ہو کر آپ اہل کے بغیر خلاص نصیب نہیں ہو سکتی۔

البقرة ۲

الْقُرْ

دیس پھر ۳

(آیت ۴۳-۴۶)

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَبُوا مَعَ الزَّكَاةِ ۝
 أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ
 تَسْلُونَ الْكُذِبَ ۝ أَهَذَا تَقُولُونَ ۝
 وَالصَّلَاةُ ۝ وَلِلَّهِ الْغَيْبُ إِلَّا عَلَى الْخَافِضِينَ ۝
 الَّذِينَ يُظَاهُونَ الْقَوْمَ فَلَمَّا رَأَوْهُمُ وَالْقَوْمُ لَهُمْ
 رُجُومٌ ۝

۲۱

تو چہ : دقت کہ خدا کو اور زکوٰۃ اور رکعت کر دے گا کہنے میں سے
 سطر (۳۱) کہتا لوگوں کو بڑی کا کوشش ہے۔ اور جی جان کر فراموش کر گئے ہو
 وہ خود کتاب پر لکھے ہو کیا تم نہیں سمجھتے (۳۲) اور وہ غیب کو صبر نہ کرنا
 کے ساتھ۔ اور بے شک یہ غیب بہت بھاری ہے۔ مگر ان لوگوں پر جو عاجزی
 کرنے لگے ہیں (۳۳) وہ لوگ جو زمین نکلتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے پروردگار
 سے لٹے والے ہیں۔ اور بیشک وہ اسی پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے
 والے ہیں (۳۴)

اس بارے کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ضرب آدم علیہ السلام کی خلافت کا ذکر فرمایا۔
 جو ان میں پر حقانے کا نظریہ اور ریاست و ایمانی کا وہ اصول ہی بتو دیا جس پر جنت میں عباد
 داخلے کا داروں ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل سے خطاب ہوا۔ دوسری قوموں کے عقیدے
 میں بنی اسرائیل کو امت و رانک نصیحت حاصل رہی۔ نبوت اور حکومت ان میں رہی۔ ان
 میں ہر سے ہر سے جب و زاب لوگ پیدا ہوئے۔ مگر ایک طرحی عہد کے بعد اس قوم میں جریلا
 پیدا ہو گئیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں
 منتقل کر دی۔

میں غلوۃ فری شہ ہے۔ دوسری جگہ فریاء و تَجَبُّوْنَ لَعَلَّ حُبَّ حَقِّ قَرَمِ مَرُودِ
سے محبت کر کے جو جس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں اور لوگوں کے مومن متنازع
ہو سکتے ہیں۔ اس قسم کی چیزیں بنی اسرائیل کے قول میں مانع نہیں۔

ان چندوں کا علاج
کا علاج

ان دو چندوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اَوَّلُ شَيْءٍ الْعُسْرَةُ فَاذْكُرْهُ
وَاَوَّلُ الْبُخْلِ الْكَوْنُ فَاذْكُرْهُ اور اگر وہ لوگوں میں صحت بہار کی بیماری کے لیے غلاز شالی ہے۔ یہ علاج اس
میں اللہ تعالیٰ نے خود بخیر اور بڑی کا علاج رکھا ہے۔ جو شخص غلاز تم کرے گا اس کا مطلب
ہے کہ وہ صحت بہار کی بیماری سے شفا یاب ہو جائے گا۔ اسی طرح صحت ال کی بیماری کا
علاج اور اپنی زکوٰۃ میں ہے۔ اور اس میں بہت سی حقیقتیں ہیں جو ان کے کمال اور کامیابی سے چاہنے
جب کوئی شخص ہر سال ال کی زکوٰۃ دے کرے گا۔ اور ان کی صحت چل کر ہو جائے گا۔ پھر یہ بھی ہے
کہ صرف مقررہ مدت میں زکوٰۃ دے کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ فریاء لَعَلَّ حُبَّ حَقِّ قَرَمِ مَرُودِ
ہم کا تَجَبُّوْنَ یعنی تم ہرگز غریب کو نہیں سنی سکتے صحت تک کہ اپنی پسندیدہ چیز خرچ کر دے
میں وہ جذبہ ہے۔ جو ال کی محبت کو کم کر کے بخل سے محبت دے دیتا ہے۔ لہذا اور زکوٰۃ
صحت بہار اور صحت ال کی بیماری کا علاج ہے۔

غلاز میں
وہ ہے

اور پھر ان فراموشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے اَوَّلُ شَيْءٍ الْعُسْرَةُ فَاذْكُرْهُ
میں غلاز کے ساتھ توسل چکرنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ غلاز تمام عبادت کی حاجت ہے۔
غلاز میں وہ مانی۔ غلاز میں وہ جہانی ہر قسم کی عبادت جمع ہیں مثلاً غلاز عبادت پر عبادت ہے کہ
عبادت اس میں ایک بہت بڑا اصول ہے۔ انبیاء عظیم السلام کی تعلیمات کا حصہ ہے
اسی طرح سرکار کا پناہ غلاز کے لیے شرط ہے۔ ہر اجتماعی قوم و ملت میں لازم ہے۔ مگر غلاز
کے مدنی قوم زیادہ ضرور ہے۔ انسان ہر جگہ کی حالت میں غلاز کو نہیں کر سکتا۔ عبادت
کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ مال میں صرف کرنا پڑتا ہے تو اگر غلاز میں غلاز جیسی عبادت میں غلاز
ہے۔ پھر غلاز کے لیے قبل ضرورت کی طرف توجہ کرنا بھی ضروری ہے۔ غلاز کی حالت میں انسان
مستلک ہوتا ہے۔ اور اصطلاحات ایک مستقل عبادت ہے لہذا غلاز میں غلاز بھی شامل ہے

نہ اس سے مراد مذکور تہمت ہے، بلکہ اس میں انہی کے لیے جہاد قرار دیا گیا ہے، اسی سے اجتماعی جہاد کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ جہاد ہی یہودیوں کا علاج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا دیا اور دیکھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے کوئی بیجا نام پر ایمان نہ دینے کی تہمت کی۔ پھر ان کی عسایاں ظہر کر کے انہیں تبس اندک نہ کی تھی سے منع فرمایا، ان یہودیوں کا علاج خدا اور نذرت بخود اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی کھڑکی کی طرف توجہ دینی، اور فرمایا اِنَّكُمْ سُرُودٌ، انگلیں پالنے والے، جو انہوں کو کسی اور عبادت پر نہ لگائے، وَمَنْ شَاوَا اَنْفُسَكُمْ، اپنی جانوں کو فراموش کر دے، وَمَنْ شَاوَا اَنْفُسَكُمْ، اگر کسی نے جان کو فراموش کر دے، اِنَّكُمْ سُرُودٌ، انہیں اللہ تعالیٰ کے عبادت پر نہ لگائے، جو خود ہنسنے اور ہنسنے ہی میں مشغول ہیں کرتے ہیں، کہ یہودی تورات کے عالم تھے اور ان لوگوں کو تورات کے مخالف سے روکنا ہی کرتے تھے، ان میں اللہ تعالیٰ کے کسی بھی کلمہ قرآن پاک اور آخر نبی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جہاد نہیں کیا، جو انہوں نے لوگوں کو بتا دیا تھیں، بلکہ یہ مخالف ملتے ملتے تورات میں ان کو دفعتاً کرنے سے یہودی طرز خود ان مخالف سے نفرت ہو گئے، اگر انہوں نے اپنے آپ کو فراموش کر دیا، بعض عبادت پر نہ لگے، کہ یہودی عالم اپنے مخالف دشمنوں کو لکھتے تھے، کہ تم ہی شخص پر ایمان لگاتے ہو، وہ جانشین چار آخر نبی نبی ہے، اس کا دامن نہ چھوڑنا، بلکہ خود اس پر ایمان نہیں لاتے تھے، وہ یہودی کہ ایمان لانے سے ان کے دل فراموش ہو جاتے تھے، ان کے اسی دیکھ کے متعلق فرمایا کہ انہوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ خود کو فراموش کرتے ہیں، لیکن یہودی نبی کے بارے میں جنہم کے کہنا، کہ نبی ہستی کے سورۃ آل عمران میں ذکر آئے گا، کہ انہوں نے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا تھا، حضور علیہ السلام نے ان کی خاطر یہاں سے مجرم و سیرت کی، اور دوسری گناہوں میں مجرم، جسے انہوں نے اس دفعہ کے لوگوں نے کہا، کہ اگر تم جان قسبول کر میں، تو جہاد سے روک دیتے، اور انہوں نے نہ جواب دیا، کہ انہوں نے ایمان لانے کے

سینے بند نہیں، اسی سے ذرا کڑا دوسروں کو قوتِ قہر کی طرف رجعت چلتے ہو، مژغور میں سے نکلتے
ہو یہ کائنات کا نصف اور مختصری ہے۔

حصہ غیر اصولیہ و اساسی نے قریباً کوسوں کی دست پر لکھ دینے والوں پر ہوا جس کے باعث
جنس کی قبیلوں سے کھٹے جھپٹے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا تھا: یہ لوگ ان لوگوں میں
انہوں نے بتایا کہ حضور! آپ کی امت کے غییب میں، ہر لوگوں کو سرانجام دینا چاہیے
کاظم کرتے تھے۔ مژغینے آپ کو فراموش کر دیتے تھے۔ امام زکریاؑ نے بھی ایک حدیث بیان
کی ہے کہ جنہم میں ایک ایسا شخص بھی ہوتا ہے جس کی دہستہ ہندو دے بھی چڑا ہوں گے لوگوں
نے عرض کیا کہ حضور! ایسا بہت شخص کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا وہ صاحبِ علم شخص جو اپنے
علم سے غلام نہیں اٹھاتا، ایک دوسری حدیث میں اس طرح آتے ہیں کہ جو شخص دوسروں کو
نیکی سکھاتا ہے، اور خود اس پر عمل نہیں کرتا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے چرخ آہ و ہرج
کو یکسانی میں کر دیتے، مژغور جتنا دیتا ہے۔

بخاری اور مسلم قرابت کی حدیث میں آتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک شخص کو چاہئے
گا، اور اسے اس حالت میں جہنم بھیجا دیا جائے گا، کہ اس کی آنتیں ہیٹ سے نکل کر پیچھے
کی طرف ٹھک رہی ہوں گی، وہ شخص انہوں کو اس طرح کہنے لگا، میں کہہ چاہتا ہوں کہ کچھ غلام
لوگوں اس کے، اور اگر جمع ہو جائیں گے، اور انہیں لے کر کسے خان: کچھ: صحبت کر سکتے
ہیں، یہ وہ لوگوں کو ان کی کاظم دیتا تھا، اور ہانوں سے منع کرتا تھا، وہ کہے گا: ہاں میں تم کو
نیکی کاظم کرتا تھا، مژغور میں نہیں کرتا تھا، تمہیں براؤں سے منع کرتا تھا، مژغور وہ نہیں کرتا
تھا، اس لیے آج مجھے یہ سوال رہی ہے۔

تو فرمایا میں نے ہی اس میں نیکی، تم لوگوں کو نیکی کی تحفیں کرتے ہو، بڑے مصلیٰ بنائی کرتے
ہو، قرآن پاک کی تحدیث کا اقرار کرتے ہو، بنی آخر الزمان کے اوصاف جیسے بھی بتاتے

نے نصیر کیر چٹا، بن کیر چٹا، نے نصیر کیر چٹا، کے نصیر کیر چٹا، بن کیر چٹا

کے سم چٹا، بخاری سے نصیر کیر چٹا، مژغور چٹا

یَقْطَعُونَ جَوَافِقَ یَقْتَضِیْنَ اَرْقَیْمَ کر دے پٹے پر درہ گار سے طاقات
 کرنے والے ہیں غلط کن، امراض و صافی میں استعمال ہونے والا نازک ہے، اس کا معنی لکھی
 بھی ہو سکتے، اور یقین بھی ہو سکتا ہے کہ لکھی یقین ہے، عربی زبان میں بعض اوستھ
 لکھی الفاظ میں متضاد صافی دیکھتے ہیں، جیسے خان کا معنی سیاہی اور عین بھی، اسی طرح عین کا
 کا معنی گرم اندر سرد دونوں طرح ہو سکتے۔

قریباً یہ غلطی لوگوں پر اہل نہیں ہے جنہیں یقین ہے کہ انہیں ایک دن اللہ تعالیٰ
 کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ وہ ان اعمال کی یاد پر ہی ہوں، سرخار جیسی نعمت کی قدر و اہمیت
 کو معلوم ہوئی، اور انہیں یہ بھی یقین ہے وَالْهَيْبَةُ اَنِیْبُو رَجَعُوْنَ کہ انہیں اللہ تعالیٰ
 ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، وَالْهَيْبَةُ پر فرما: وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہُ "مقام
 چیزوں کا رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے" وَاَنْ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَخِلٰی اور سر پر کی انت
 بھی وہیں ہوگی، چونکہ عاجزی کرنے والوں کا ان باتوں پر یقین ہے، اس لیے وہ نہایت ڈانٹ
 نہ ادا کی و شوق کے ساتھ نذر پڑھتے ہیں، ان پر وہ جباری نہیں ہوتی۔

آلۃ

الباقیہ

بسم اللہ

ذیل ۱۰۰: ۱۰۰

يَذِيحُ سَائِلَكَ اذْكُرْ وَاذْكُرْ اَلَّذِي اَشْمَعْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَلَّذِي تَسَلُّتُكُمْ عَلَى التَّمِيمِ ⑤ وَاقْتُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي
نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ
مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ⑥ وَذُجَّيْنَكُمْ رَمَن
اَلِيْ فِرْعَوْنَ يَكُوْمُرُكُمْ سَوْءَ الشَّكَايِبِ يُدْمِخُوْنَ اَهْلَكُمْ
وَيَسْخِيْبُوْنَ فَاَدَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ
عَظِيْمٌ ⑦ وَلَا تَرْوُفٌ بِكُمْ الْبَحْرُ فَاُجْبِئْكُمْ
وَاُفْرِقْ اَلْفِرْعَوْنَ ⑧ وَاسْتُمْ تَنْظُرُونَ ⑨

ترجمہ : ۱۔ اے سائیل کی یاد دہاؤ اور یاد دہاؤ کہ جس نے تم پر

افسوس کیا کہ میں نے تم کو غیبت غشی جان و دلوں کے متعلق میں ⑤

اور ذرا اُس دن سے کہ نہیں پھانے گا کوئی شخص دلاستراض سے کچھ بھی اور

دعوت کی جائے گی۔ اس سے خود ہی اور نہ یہاں سے اس سے خود۔ اور نہ ہی کی

دعا کی جائے گی۔ ⑥ اور میں وقت کو دگر۔ جسے کہ تم کو نہایت دی فرما

دلوں سے۔ اور پھیلے تھے۔ تم کو بہت بڑی نرا۔ اور لڑا کہ تھے تم سے

یمنوں کو۔ اور نفاہ پھرتے تھے۔ تمہاری جہتوں کو اور۔ میں بہت میں کہ تم سے

فہمی تم سے اب کہ طرف بہت بڑی ⑦ اور اس بات کو کہ وہ جب جہت

تمہارے پہلے وہاں کہ پادشاہت۔ اور جہت میں نہایت دی۔ اور اہل فرما کو فرما کہ

اور تم کو نظر جھٹکتے ⑧

اور تم کو نظر جھٹکتے ⑨

بجائے کہ میں اہل تھا۔ اب یہاں سے اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ ہی لکھی

کہ کہ کیا ہے۔ اور انیس وہ انہماک و کبریات وادوہے ہیں۔ جو ہی پر ہمہ جگہ کی گئے۔

نہولی قرآن کے نامے کے ہی سہیل کہ دولت دی کی بہت کہ وہ ایمان تفسیر کی میں نیز اس

تقسیم کرتے ہیں۔ گورانی اسرائیل کے قدر میں جو دوسری اقسام خود تقسیم، ان میں سے کمزور کی تاریخ بھی ملحوظ نہیں ہے۔ بنی اسرائیل ہی ایک واحد قوم ہے جس کی تاریخ حقیقی ہے۔

تاریخ

ابن عربیؒ کا یہ قول ہے کہ "میں نے اپنے رب سے دریافت کیا کہ میں نے تم کو کون سے نعمتیں عطا کی ہیں؟ تو فرمایا کہ تم کو اللہ کی طرف سے جو کچھ چاہو وہ عطا کر دیا جائے گا۔" (حدیث صحیحہ)



ہر حال یہ چیز حق سرنگل کے خصال میں سے ہے کہ انہوں نے اپنی آرزو کا کوئی محض فائدہ
 اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر غیبت کلمیٰ اور فسادِ کربیں نے قیام میں پر غیبت کلمیٰ یہ بات
 قابلِ ذکر ہے کہ ہمیں سے مراد تو ہم عالم ہیں اور اس سے صرف ان ہی مراد ہیں۔ کہہ دو
 دنیا کی باقی اشیاء تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی خدمت کے لیے یہ فراہم کی ہیں "مَخْلُوقٌ لِّكَلْمٍ"
 مَخْلُوقٌ الْأَنْزِلُ جَبَّيْنًا قَدْ نَزِلَ مِنْ كُلِّ جَبَلٍ قَدْ نَزَلَ مِنْ كُلِّ جَبَلٍ قَدْ نَزَلَ مِنْ كُلِّ جَبَلٍ قَدْ نَزَلَ مِنْ كُلِّ جَبَلٍ
 ہی حاصل ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو کہنے والے میں تو ہم عالم پر غیبت کلمیٰ حاصل تھی۔ یہ غیبت
 مطلقاً ہر زمانے کے لیے نہیں تھی۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت سب امتوں سے
 ہے بخلاف سب امتوں سے

مردوں کے قتل اور عورتوں کے زندہ رکھنے کا عمل جنی اسرائیل کے ساتھ درد و غم پیش آیا۔ پسلی دفر پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے پہلے ڈھایا گیا۔ جب انہوں نے جنی کوئی کی کہ جنی اسرائیل میں ایک ایسا کچھ پیدا ہونے والا ہے۔ جو فرعون کی سلطنت کے زوال کا باعث بنے گا۔ اس وقت فرعون نے حکم دیا کہ جنی اسرائیل میں جو بھی پھر پیدا ہو۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس لئے زندہ چھوڑا جائے۔ مگر جب موسیٰ علیہ السلام پہلے ہوتے تو اس قدر محتاط نہ فرعون کے حکم میں ہی نہی کی پرکھیں گی۔ اور وہ سارے واقعات یہیں کے جو سورۃ قصص میں مذکور ہیں۔

ظلم کی اس پٹی میں کتنے شے ہیں۔ اس کے شکنجہ میں روایات آتی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس وقت تو سب بڑے بچے فوت کئے گئے، ظلم و جور کی یہ انتہا تھی۔ لیکن والدین کے دل پر کیا گنداقی ہو گئی، جس کے سامنے ان کے ذمہ وہاں کو قتل کر دیا جائے۔ ایسے والدین کی پریشانی کا کیا حل ہو گا۔ اسے تھانے سے نروا کر میرے اس حصے کو پا کر رہا۔ جب میں نے تھیں اس ظلم سے نہات رہی۔

جنی اسرئیل کے چٹان کے قتل کا دوسری دفعہ حکم فرعون نے اُس دن سے میں ایسا
حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی بن کر آئے اور تیغ کا کام شروع ہوا اس وقت فرعون کو دربارہ
ظہر ہوا ہوا۔ کہ جنی اسرئیل کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ بے کسی طرح کم کرنا چاہیے، چنانچہ
نئے حکم ملے آیا کہ جنی اسرئیل میں درود کا پتلا بونے پتا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے۔ اور اگر لڑکی پیدا
ہو تو اسے زندہ چھوڑ دیا جائے۔ لڑکیاں مہر کی خدمت گداری کے کام آسکتی ہیں۔

فرما وفاقاً لیکھو یہ کہ جن نے تم کو جہنم سے دوس میں سے تم سے دے دی ہے
 سے بہت بڑا امتحان تھا۔ بنی اسرائیل کے لیے واقعی یہ بہت بڑی آزمائش تھی کہ اپنے سامنے
 بچوں کو ذبح کر کے وہ کس طرح اس امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ عیسیٰ بنی اسرائیل اس
 امتحان میں کامیاب ہوئے۔ رحمت اور واسطہ چھوڑا۔ قرآن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عمل سے نہایت
 شرف دی

١٤. تفسير الإمام المصنف: $\frac{9}{10}$ بحالهم في الدنيا $\frac{10}{10}$

استرقاقی سفیر بنی اسرائیل کو اور سربراہ اس میں رہا، اور ان کو فرقتا بکھڑا
 کھڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ جب جہت سے دیا کو کچھ دیا، جو تم کو نہایت دی، بنی
 اسرائیل جب ہجرت کر کے مصر آئے تھے، تو اس وقت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کے
 بیشتر آدمی تھے، چار پانچ صدیوں کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام حضرت علیؑ کے واسطے
 بنی اسرائیل کی تہذیب و تمدن پر جانچ دیکھ کر ستر ہزار ہجرت لے گئے، موسیٰ علیہ السلام کو استرقاقی نے غلام دیا
 کہ میرے اس بندوں کو اسے کریاں سے نکل بیس، آپ نے اپنی قوم سے مشورہ کیا، اور سلیہ
 پایا کہ بغیر اطلاع یہاں سے نکلنا درست نہیں، کچھ فرعون سے اجازت حاصل کر لینی چاہیے،
 چنانچہ انہوں نے فرعون سے اجازت طلب کی کہ میری تفریب میں جا، چاہتے ہیں، رہنا
 دی گئی، انہوں نے فرعونوں سے زیورات و جزا لے لی، اور ایک خاص تفریب میں
 شامل ہوا ہے، چنانچہ بنی اسرائیل سفر و روز بروز گئے، سارا دن گزرا گیا، اسی رات فرعونوں کو
 اس میں روکا، کہ گیس بنی اسرائیل باطل ہی دیکھتے جائیں، ان کو پتا نہ چلے، فرعون نے قریب
 کا حکم دیا، ایک ان خط کو تیری میں لکھ گیا، اور دوسری دست بھی لکھ گئی، بنی اسرائیل
 مسلسل چلتے چلے، سب سے مشرق کی جانب ہیکر و قمرم آئے، اس کو مجھ کرانے کے بعد
 صحرائے سین آئے، یہاں کوں کی ممانت ہے۔

تیسری باتوں میں آئے، کفر و کفر کا ٹکڑا، دیکھ کر فرعون پر مشعل تھا، شاہ و بیخ ادب
 دوسری کو خطی اور بازاری لوگ، کارکن تفری سٹاؤں کے قریب تھے، نام جب
 بنی اسرائیل مجھ و قمرم کے گاہے پر پہنچے تو پتا چلا کہ یہ کچھ فرعون اطوار کے آثار ہے، اس لیے کچھ
 کو اب تو مجھ پر چلے جائیں گے، اور ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہیں چکے گا، موسیٰ علیہ السلام
 نے بنی اسرائیل کو تسلی دی کہ کچھ راستہ ان مشق و زحمت نہ ہو، ہیکر و قمرم میرے
 ساتھ ہے، وہ ضرور پہنچ کرے گا، اس موقع پر استرقاقی کا حکم ہوا، ان کو استرقاقی نے
 ابھڑا، یعنی اسے موسیٰ بنی اسرائیل سے سمجھ میں دیا، وہ جگہ غریب بنا، بنی اسرائیل کے بارے

وَرَدَعْنَا مَنُورَهُ نَزَّهَةً لَّهِنَّ اَس بات کو دھماکی میں دوا دیج کہ جو نے مومن کو
 سے چاہیں ان کو دودھ دیا تو۔ یعنی مومن علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ دھماکہ چاہیں بات نہ
 نہانی میں، احوال کریں، قرآن پاک میں ہے کہ اصل دودھ ایک سینہ کا تھا، علیحدہ میں دودھ
 چاہیں راستہ کر دیا۔ دودھ تھا کہ مسلسل چاہیں بات کے احوال کے بعد مومن علیہ السلام
 کو کتاب دی جائے گی۔ دودھ اس وقت کا دوا ہے۔ جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے
 نجات حاصل کر چکے تھے۔

وَرَدَعْنَا بِابِ مَنَاطٍ كَصَيْفٍ۔ اور اس کا معنی بھی وَرَدَعْنَا بھی برآ ہے۔ مومن
 علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے علیک اور جیل اللہ پر خبر تھے۔ بنی اسرائیل اور صاحب آخریت تھے۔
 مذاقے کے قیض بھی تھے۔ احوال مومن قرآنی زبان کا اظہار ہے۔ جسے عربی میں احوال دیا گیا
 ہے۔ عربی زبان کا اصل احوال مومن تھا۔ آج کا سنی دانی اور شا کا سنی مذمت ہے۔ مومن
 علیہ السلام اپنے بچپن میں دانی میں بستے بستے آج تھے۔ جب انہیں احوال دیا وہاں مذمت
 بھی ہو رہی تھی۔ اس بنا پر آپ کا نام بیٹا اور پھر عربی بن مومن بن گیا۔ حضرت مومن علیہ السلام
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ منشی سے سولہ سو سال پہلے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر ہر ایک بچہ ستر
 سال تھی۔ اسی عمر میں یہ حادثہ واقعہ پیش آئے۔ آپ کے والد کا نام عمران تھا۔ آپ کا
 شجر نسب یہ ہے مومن بن عمران بن مہصر بن خبثہ بن داؤد بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم
 ہادی یعقوب علیہ السلام کے چچا بڑے بیٹے تھے اور عزت عام میں بڑا بیٹا بنی و راستہ اور
 نیابت کا داشت ہوا ہے۔ اس لحاظ سے مومن علیہ السلام کو دوا بنیشتی حاصل تھیں۔ جس کو نیابت
 یعنی بڑے بھی ان کو حاصل تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی دوا وصول کیا۔ اور وہ راستہ
 یعنی نیابت بھی بڑا ہونے کی حیثیت سے آپ کو ہی حاصل تھی۔

فرعون کی طرف قانی کے بعد بنی اسرائیل کو اس پر دوا کہ وہ اب آزاد ہو چکے ہیں۔ خودی
 کی نہ خبر میں ٹوٹ پٹی میں۔ لہٰذا ان کے پاس اپنا قانون بنانا چاہیے جس سے دوا نہ ملتی حاصل

کریں۔ اور اس کے مطابق زندگی بسر کریں۔ چنانچہ قرآن کی خواہشیں پر مبنی حیدر معظم کے ادب لغت کی ۱۰۰۰۰ کواہ میں عرض کی کہ میں کوئی قانون طعن کیا جانتے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظہر پر اگرچہ پچیس رو۱۲ اختلاف کرو۔ آفتابیں کتاب دی جائے گی۔ تم تنہا سے پہلے مشکل قانون ہوگی۔

تفسیر معالم الشریعہ اور بعض دیگر تفسیر میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ کوئی اسرائیل کو قتل نہ کرے کہ اس کے ختم اسے سینہ میں ڈال دے جو اسے سواروں نے چارلس سال پہلے ہی تیریں گئے تھے۔ حضرت موسیٰ حیدر معظم کی وفات بھی وہیں ہوئی۔ بارہوی حیدر معظم بھی اسی مقام پر فوت ہوئے۔ تاریخ ثابت بھی یہ چیز ثابت ہے۔ کہ چارلس سال بعد ہی اسرائیل کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ کہ اگرچہ اس وقت سے یہ مسئلہ کہ وہیں پر نہیں کئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ کہ اگرچہ اس وقت سے یہ مسئلہ کہ وہیں پر نہیں قبضہ دیا جاتا گا۔ مگر یہ لوگ اس کے بے جا۔ ہوئے۔ چارلس سال بعد ہی اس نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اس وقت میں پر چڑھ گیا کہ اس کا یہاں ہوئے۔ اس وقت حضرت موسیٰ حیدر معظم کے نائب حضرت یونس حیدر معظم منصب فرستے ہوئے خانہ تھے۔ انیسویں ہجری اسرائیل میں حضرت یونس حیدر معظم کا ذکر آتا ہے۔ کوئی کے نام نے میں شہم اور ضعیفی پر بنی اسرائیل قابض ہوئے۔ ملی نام نے میں اس علاقے میں آدم حق اللہ کی خواہش تھی۔

معالم الشریعہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ قتل کو پارہ کرنے وقت حضرت موسیٰ حیدر معظم نے اپنے قوم کے کچھ تہیوں کو اس کی طرف بھی بھیجا تھا۔ مگر یہ تھا کہ وہیں کا انتظام کریں۔ ایسا نہ ہو کہ جو۔ ڈاکو، فراق، غم و حیرت ایک میں جانی پیہی میں بہا ہست مگر جو ماہ روزیوں کے خدمت ہے تاہم اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ موسیٰ حیدر معظم نے بعض لوگوں کو وہاں بھیجا ہو مگر آپ خود وہاں نہیں گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہ وہ ظہر پر پہنچتے ہوئے وہاں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن فانی۔

اور تم ہوتے تم کو کرنے لئے تھے۔ تم نے کچھ خیال نہ کیا۔ تمہارے پاس ایک پیغمبر بھی موجود تھے۔
 مگر اس کے بعد جو تم کو سالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ شرک میں غارت ہو گئے۔ حالانکہ ان
 الْبَشَرِ الْاَفْلَکُ عَظِیْمٌ۔ شرک بہت بڑا گھمبہ۔ دوسری جگہ فرماتا کہ اَلْاَفْلَکُ الْاَعْلٰی
 عَظِیْمٌ۔ اُن کو نظر کرنے والے بہت بڑے نظام میں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں دخل انداز
 کرتے ہیں۔ اس کی سماعت میں شرک کرتے ہیں۔ یا اس کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں۔
 سورہ طہ میں آتا ہے۔ کہ حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو کہتا ہے کہ تم کہتے
 تھے۔ انہوں نے ہر طریقے سے کھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس قوم نے کوئی بت نہ دی۔
 شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر سالہ پرستی ہر قوم کی زبان پر ہے۔ یہ بت
 کہہ کر صرف کچھ کسے کی ہو یا ہی نہ ہو کہ داخل ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی ہو یا نہ ہو
 کی۔ دو شرک کی ہوا۔ ترقی شریعت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ فَمَنْ عَبدَ الْاِیْتِ
 بَا وِہودَیْنِہٖمَا بَعْدَ مَا جِئَہُمَا بِاٰیٰتِنَا مَکِرَہِیْمَ۔ اِنْ اَعْطِیَ رَہْمٰہُمْ اَنْ لَّا یَقْبَلُوْا فَاَعْلَمُوْا
 اَنْہُمْ لَفِی سُلٰکٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اور اگر نہ دیا جائے تو داخل ہو جائے۔ یہ وہ اس
 و ہر دو دنیا کی عبادت ہی ہے۔ اس کو ہی اگر سالہ پرستی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایک عام اصول
 ہے کہ جو چیز تجھے نہ خدا کے کی عبادت سے داخل کر دیتی ہے۔ وہ تیرا غلت ہے۔
 اس مقام پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اہل انبیاء علیہم السلام جیسے نبی کی ہوا آگ کی
 بنی اسرائیل کو سالہ پرستی میں کیسے مبتلا ہو گئے۔ مفسرین کو اس پر اس کی غائب ہوا
 رہے۔ کہ صحیح میں صدیوں تک شیعہ ہوئے بنی اسرائیل سے صحراؤں کے اثرات قبول کر سکتے
 تھے۔ مفسرین لوگ ساتھ ہی کہہ کرتے تھے۔ گائے کی ہوا کرتے تھے۔ اور صحیح کی ہوا
 کرتے تھے۔ فرعون کا مٹی ہی بڑا دیوتا ہے۔ وہ یہ صحیح کے نام پر بنایا ہوا تھا۔ اس کے
 علاوہ عظیم قدرت کی ہوا کرتے تھے۔ یہ چیز بنی اسرائیل ہی میں سرایت کر چکی تھی۔ لہذا
 انہوں نے بھی کچھ کسے کی ہوا شروع کر دی۔

تفسیر ابن عربی
 ص ۱۰۲
 اثرات

الامہ عالم کے ایک دوسٹر پر اثرات تاجی عوارض ثابت ہیں۔ برصغیر کے ٹھنڈے مندوں کے آئندہ سے بہت متاثر رہے۔ ہندوؤں کی سب سے زیادہ نمونوں میں بھگوان جاتی ہیں۔ مرنے والے کا بیجا، ناقص، پامیس و غیرہ بتدوۃ زود نہیں۔ وہ نہ تلوں کاں، کون سے کوئی تحقیق نہیں۔ اسی طرح جی اسمزیل جو غلاموں کے غلام تھے۔ اندسہ ہاں کے اثرات جی سرپیل میں بھی سریت کو لگے۔ روح اور دھنوں میں دھنیں جو قریب، غریب کی غریب میں رہی ہیں۔ وہ سب ان کی تشریب و تفسیر سے متاثر ہیں۔ مشرقی ملک میں سے ہوا غریب، بتدوۃ زود ہوا بھگوانوں نے اسی کا بڑا اثر قبول کیا ہے۔ اس حال میں ہوا میں سرپیلوں کا ہے۔ جیت مسوں کی عادت جی اسمزیل میں سریت کو بھی تھیں۔ اندسہ مرقع سے ہی ہوا نے اس کا سبب پستی شروع کر دی۔

بعض سرپیلی صوفی فقیر کہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کر رہا ہے۔ اور اس شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسے ہندوں میں امار کا عقیدہ ہے۔ کائنات میں اللہ کی شکل میں ظاہر ہو گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا ہے۔ قومی قوم کے عقیدہ کی بنا پر سامری ہیجنت نہیں قرار دے کر اس میں کوئی بات ہوگی۔ یہ ایک قومی ہیجنت ہے۔ سامری نے کہا۔ *هَذَا إِلَهٌ كَوْنُهُ مَرْنَسُو قَرْمِي قَدَر مَرْمِي حِرْمَسَد مَرْمِي* نے اللہ تعالیٰ اس بھگوان میں صحت کر آیا ہے۔ اندسہ لی پنا حرمیں کر اور بھگوان نے اپنا اثر شروع کر ہی دیا تھا۔ مثال قوم کے جی اسمزیل سامری کی باتوں میں آگئے۔ اور انوں نے بھگوان کے پرہیز شروع کر دی۔

باقی۔ باہر سوال کہ سامری نے یہ کہہ کر کیسے ظاہر کر دیا۔ خود شخص میٹھا، سڑا ہوا، یا جادو گر تھا۔ وہ مختلف قسم کے ناک جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے چال بازی سے کام لیا۔ جب غریب کا حضور جی اسمزیل کے تعاقب میں بگڑا غریب پہنچا۔ اور ان کے گھمٹے گھمٹے میں اترنے سے پہنچا۔ اندسہ نے جی اسمزیل حیر مسد کو گھمڑی پر سوار کر کے جی اسمزیل غریب کے آگے آگے میں غلی۔ سامری نے دیکھا کہ میں بگڑا جی اسمزیل حیر مسد کو گھمڑی پر سوار کر کے دیاں فرمایا۔ تاکہ آتا تھا۔ وہ بگڑ گیا۔ کہ اس میں کوئی فرق ہے۔ اس نے گھمڑی کے پناں لائی۔ جب کہ گھمڑی میں مٹی گھمڑی کر لی۔ اور نہ تو آتی ہی۔ اس نے سونے کا بھگوان بنایا۔ اور اس کے سر

میں وہ منی رکھ دی۔ جس کی وجہ سے کچھ لمبے سے ہونا شروع کر دیا چنانچہ اس نے مشورہ کر دیا۔
کہ نہ اتنا ہی اس میں حمل کر آیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام
کی مایہ

موسیٰ علیہ السلام چالیس روزہ احوال کے بعد اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کہ واپس آئے
تو دیکھا کہ کئی لوگ شرک میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ مشورہ کیا کہ جو کیا۔
پہنچ جائی ہمدان علیہ السلام سے میں بڑے ناراض ہوئے کہ اچھے قوم کو شرک میں مبتلا ہونے
سے کیوں دیکھا۔ بھائی نے خدا کی قسم کی۔ کہ میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے تو انہیں ہم جنہ شرک
سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ میرے قتل کے وہ پہنچے تھے۔ وَكَانَ ذَا يَفْشَلُ وَنَجَّيْنِي
بِهِ سَاءَ الْقَوْمَ لَا إِخْلَافَ لِي بِهِمْ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر یہ لوگ آپ کی بت
نہیں مانتے تھے۔ تو آپ ان کو چھوڑ کر تنگ ہو جاتے۔ اس کے جواب میں ہمدان علیہ السلام
نے کہا کہ میں نے تعزیری کو پسند نہ کیا۔ کہ آپ دایم ہمارے احترام میں کرتے کہ قوم کو وہ سختوں
میں کیوں غم کر دیا۔ ان میں یہ اپنی بڑی پید کر دی ہے۔ لہذا میں نے انہیں کے وہ اپنی سب سے
ہونے انہیں بھانسنے کی کوشش کی مگر ان بہ نکلنے سے میری بت دانی۔

بکھرے کے
بجھان کا
تقریباً

جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو خوب ڈانسا تو وہ پشیمان ہو گئے۔ انہیں جس ہول کا
انہوں نے غلام کام کیا ہے۔ اور بچے تب پر حمل کیا ہے۔ تو انہیں کیا کہہ سکتے اس جرم کا ان کا
طرح ملکی ہے۔ اللَّهُ تَعَالَىٰ لَمْ يَرْشِدْ فرما لَا تَسْتَعِينُوا عَلَيْهِمْ كُمْ مِنْ أَجْدِهِ وَمَا لَكُمْ لَكُمْ
فَتُكْرَدُونَ ہم نے تمہیں صحت کر دیا۔ تاکہ تم غم نہ ہو۔ خدا ہی تو یہ قتل کی طرف سے
سنت طریقے سے جیسا کہ اسے آیت میں آ ہے۔ وَأَذَانِيَّتْ مُوسَىٰ الْحَكِيمُ وَالْعُزَّىٰ
جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ مَدْفُورَانِ میں فیصلہ کی طاقت ہمہ اہم است احاطہ
لَكُمْ كَمَا تَقْتَدُونَ تاکہ تمہاری بات چاہا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وَأَذَانِيَّتْ مُوسَىٰ الْعَزِيمُ يَقُولُ إِسْكُمْ
فَتُكْرَدُونَ فَتُكْرَدُونَ فَتُكْرَدُونَ فَتُكْرَدُونَ فَتُكْرَدُونَ فَتُكْرَدُونَ فَتُكْرَدُونَ
پس تو کہہ دیجئے یہ کہنے کے واسطے صوبہ کو جہنم والے سے ہونی چاہیے۔ محض بنانی

نے آپ کو دئی ہے۔ یا آپ خود بنا دے ہیں۔ اس آیت کو ہمیں اُمی و احمق کی طرف اشارہ لگے
 جی۔ اس سبب کو خطاب ہے۔ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ خُذْ هَذَا الصَّلَافَ جب تم نے
 اُنہا سے کہی۔ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ خُذْ هَذَا الصَّلَافَ کی بات کی تصویر نہیں کریں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے ملے گا کہ وہ کتاب ہے۔ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ خُذْ هَذَا الصَّلَافَ جس نے
 کو ہماری طرف سے دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لیا ہے۔ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ خُذْ
 آؤں منتخب کے کہ میرے ساتھ طور پر چلو۔ وہاں یہ نہیں اللہ تعالیٰ سے بلا راست کہتا ہوں
 کہ یہ کتاب اُمی نے اُنہی کی ہے۔ اگر طور پر چلنے کے لیے تیار ہو گئی۔ آپ نے جو جیسے سے فرما
 آؤں جسے۔ ہمارے قبیلوں کے بہتر آدمی جمع ہوئے۔ ان میں دو آدمی حضرت یوشع اور قاب کے
 تھے کہ ہیں آپ کی بات پر یقین ہے۔ لہذا اسی طور پر جانے کی ضرورت نہیں۔ جو وہ ان دو
 آدمیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصویر کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعد میں انہیں نبوت
 سے سرفراز فرمایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی مشق آدمیوں کو اسے کہ طور پر چلے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے
 حکم کیا کہ ان یہ کتاب میں نے ہی دی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ہمت شکنی کے باوجود یہ لوگ
 ایمان نہ آئے۔

بعض حضرات کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے کچھ نہ کی جو یا کی جی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان
 میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کیا۔ کہ کہ طور پر چلا کہ اللہ تعالیٰ سے اس فعل شیعہ کی معافی طلب
 کریں۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کا حکم شکنی کے بعد ان لوگوں نے یہ بے ادبی کی کہ اسے موسیٰ علیہ السلام
 تیری تصویر نہیں کریں گے جب تک جو اللہ تعالیٰ کو ہماری اذیت میں اس کا دل میں اللہ تعالیٰ
 نے انہیں عزائی۔ میں کا ذکر آگے آئے۔

تفسیر ہدایات اور بائبل کی ہدایات کے مطابق یہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم
 نہ مانا شکنی کے بعد بھی قرآن کا کتاب اُمی تفسیر کیا تھا۔ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ خُذْ
 جس نے چاہا۔ ان کی سرکشی کی یہ سزا دی گئی کہ اگر کچھ بھی میں اور سب کو فنا کر گئی۔ کہتے ہیں کہ

سوئی حیدرآباد کو ایک سو پینسٹی تھی ہوئی۔ جبکہ سرحد احمدیہ میں آہستہ آہستہ حیدرآباد نے
 ضایت و جبری کے ساتھ ہنگامہ بہ ہنگامہ سرحد میں داخل ہو کر پورے سرحد کو اپنے زیرِ
 کرب و ماتحتی میں منجھوڑ کر دیا۔ یہ پہلے بھی جاکر کر چکا تھا۔ یہ بد وقت ہیں۔ ان کی وجہ سے
 میری ذات پر کوئی جھٹکا نہ آئے۔ اگر میں واپس قوم میں کیوں جاؤں گا تو وہ کہیں گے کہ
 ہمارے آدمی سے جا کر ہوا ہے۔ نے سو کریم احمدی فرزندِ تجربہ ہوا کہ اس وقت حال سے پہلے
 کی دعا کثرتِ قربت لکھا۔ سو فرمایا۔ قَدْ قَسَمْتُ كَلْبًا جَدًّا بَعْدَ مَوْتِ كَلْبٍ
 ہم نے تمہاری موت کے بعد نہیں مٹاؤں گا۔ مگر یہ کلمہ ہر دم میں۔ وہ لوگ کہتے تھے۔ موت
 کے بعد انہیں زندہ کیا۔ جسے فراموش کرتے ہیں۔ کہ مرے نہیں تھے۔ بلکہ مرنے پڑے تھے۔ ہر
 برائی میں آگے بہت درست نہیں۔ مگر یہ کلمہ سے واضح ہے۔ کہ اس لوگ کی موت
 واقع ہوئی تھی۔ اور پھر نصیری مداحوں میں یہ بھی آگے کہ ان کی مذکور کی موت سے شریعہ
 برنی وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے جسم کو ابی حسد لکھ ہو رہا ہے۔ پھر اس میں زندگی کے
 آثار پیدا ہونے شروع ہونے۔ اور پھر وہ اپنے کے اپنے زندہ ہو گئے۔ یہ سب کچھ ان کی
 آنکھوں کے سامنے ہوا۔ فرمایا یہ اس واسطے کیا قَدْ قَسَمْتُ كَلْبًا جَدًّا تاکہ تم لوگ اس پر
 قرائی پاک میں حضرت عزیر علیہ السلام کا دعویٰ ہی تم کہ ہے۔ جب عزیر علیہ السلام
 سوال کے بعد اٹھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَدْ قَسَمْتُ تم کہنے دی سوتے ہے۔
 عرض کیا قَسَمْتُ کہ میں نے قَسَمْتُ کہ جو ایک دن اس کا کلمہ صد سالوں پہلے
قَسَمْتُ چنانچہ قَسَمْتُ کہ تو سو سال تک سوتے ہے۔ اتنا عرض کر گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ
 گواہ بنا ہو گیا۔ اس کی قبریں چوڑی ہو گئیں۔ اب دیکھو اس کی قبروں کو میرے لکھ کر دے
 ہیں۔ پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ اور زندگی بخشے ہیں۔ یہ بد وقت اس کے کیا، بد غراب
 جو بسنے والی چیز ہے۔ مگر وہ بالکل تڑپا ہوا ہے۔ قَدْ قَسَمْتُ کہ وہ کھڑا نہیں۔
 آخر میں فرمایا اَللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادر

ہے۔ وہ جس طرح چاہے اور جب چاہے کر سکتا ہے۔

اسرائیلیوں کو اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد دوبارہ زندگی دی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ ان لوگوں نے دوبارہ زندہ ہو کر انوارِ کبریا کو ہمیشہ غفلت پر تھے۔ میں یہی بات عرض کرنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی انہوں سے بچنے کا حکم صادر کرتے۔ اس نے بعد انہوں نے دوسری بار انہیں دی کہ اپنے ملک میں نہ لڑنا لڑنا کا حکم دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو کتابِ خط کی ہے۔ لے بنی اسرائیل! اسی پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

اس کے بعد دوسری بات یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا کہ تمہاری تعلیمیں تمہارے ہر لمحہ عظمت اور بزرگوں کی تعلیمِ اللہ کی وارثت ہے۔ اس امر پر اپنی رخصت دوبارہ حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جنوبِ ایشیاء سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا کھانا یہی ہے اب اس علاقے پر حملہ آور ہوا ہے۔ تم ان کے غصے جاد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خدا کا وطن دیا ہے وہاں کے وہی وطن جہاں تمہارے آباء و اجداد آ رہے تھے۔ اور بنی اسرائیل بھی وہی ہیں۔ تم غمگین نہ رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

بنی اسرائیل مسلسل غمی کی وجہ سے بڑا دل بڑھکے گئے۔ انہیں جس طرح طرح کی غمگینیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ ان کے خیر خواہوں کو بڑھکے تھے۔ اسی لیے وہ جہاد پر آمادہ نہیں تھے۔ یہ غمی، غم تھا۔ آج جہادِ عالم بھی یہی ہے۔ انگریز کی سوارِ غمی کے نتیجے میں اس علاقے پر چڑھ چکے ہیں۔ جہنم نے انگریز کا دودھ پی لیا ہے۔ ان کے اسواق کی کدورتی کا کوئی مکان نہیں۔ اور بنی اسرائیل کے ان کے لئے حالات پیدا ہوں گے۔ قومِ مصر کے بعد اسواق کی کدورتی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

قومِ اسرائیل بڑے گنت دل تھے۔ جب بنی اسرائیل نے ان کی عزت و عظمت کے گھڑائے سے قرآنی کے حصے مزید پست ہو گئے۔ کہنے لگے ہم جہاد نہیں کر سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بڑا کھانا آدھا صحت کو بہت بامعور۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا نفع صفا فرمایا ہے کہ سوائے اللہ میں تمہاری تکیہ نہ ہو۔ یہ قوم کسی طرح جہاد پر آمادہ نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا میں مبتلا کیا۔ پچاس سال تک صحرا میں گھومتے رہے۔ یہی تھی کہ ان کو سزا دی گئی۔

ان کے ہائی میں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے لیے شفا رکھی ہے۔ اس کا پانی سرور میں جا کر نکل رہا ہے۔
 بادیل سے سی سانی، اس کے ہائی میں چلا کر آنکھوں میں نکالی جائے۔ تو آنکھوں کی گئی چیزوں کے
 لیے شفا کا حکم رکھتی ہے فرمایا یہ کھینچیں جس کی ایک قسم ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو کھینچیں کہ
 قسم کے اس بارہ کوئی اس میں کے لیے خود کی کا دیر بنایا۔

سوتلی سوان کے اور ہے۔ یہ بری کی قسم کا جادو تھا۔ مرنے والے ہاتھوں کے غل کے
 غل دیا کے سوتلی موت سے لڑا کرتے تھے۔ مگر بنی اسرائیل کے غلوں کے قریب اگر چڑ
 جتے تھے۔ نہیں دو آسانی سے پکڑا جیتے تھے۔ نہیں پکڑنے کے لیے اور سے شفا کا لڑنا
 ان کو سخت نہیں کہنی پڑتی تھی۔ بلکہ حشی ذرا اذیت برتا تھا۔ بنی اسرائیل ان ہاتھوں کو آسانی کے
 ساتھ اپنی اپنی عزت کے مطابق پکڑ لیتے تھے۔ چرائی کو ذبح کر کے ان کا گوشت بکاتے
 تھے۔ اور کباب بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ وجہ کی خدا کی عباد کی تھی۔

چند ہزار

ہرل کے سامنے دو خدا کی ہم سانی کے عہدہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک اور
 نعمت عطا کی تھی۔ تفسیری باتوں میں آتے ہیں۔ کہ ایک بہت بڑا ستون خدا تھا جس سے بنی اسرائیل
 پرکھنیں مل کر تھکتے۔ رات کے وقت بہت بڑا ایک اٹھتا تھا۔ جس سے اس قدر کشتی میں تھکتی
 تھی۔ چر بنی اسرائیل کی ضروریات کے لیے کافی تھی۔

فرما: فَلَمَّا مَنَّ عَلَيْهِمُ اللَّهُ سَلَتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ کہ ایک چیز جو جو بنے تم
لَهُمْ مِنْ دُونِ آلِهَتِهِمْ اور انہوں نے جو ہر کوئی نوافی نہیں کی وہ لیکن ان کے
أَفْعَلَهُمْ وَطَعْنَهُمْ بلکہ انہوں نے اپنی ہی ہاتھوں پر خود کیا۔ بنی اسرائیل کو عظیم ہوا۔ کہ ان کے
 بیٹے اور بڑے ہاتھوں میں انہیں خوب کیا دیا۔ ان کا دیر نہ دیکھی انہوں نے
 ذخیرہ کو ہر طرح کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ گوشت لکھنے شروع کیا۔ علم شریعت کی روایت میں
 آئے۔ فَرَاكَ بَعْلُ رُحْمٍ أَهْبَسَ یعنی اگر بنی اسرائیل ذخیرہ افندی کا انتخاب ذکر سے ڈراست
 انہیں اس کا نتیجہ خواہ میں ہوں پڑا۔ بہت عمو ان کی اس کا نوافی کی وجہ سے گوشت لکھنے لگا۔ اس

طرف گویا منوں نے خود اپنا قصا ہی کیا۔ ہم پر کوئی حملہ نہ کیا۔ نہ خود اپنی ہاتھوں پر غلطی سے غریب مجھے
 افسر تعالیٰ نے جی سڑا بلکہ ہنسے افسر کے۔ ان کی ہاتھوں میں مصیبت کی وجہ سے
 غریب طرح کی آنا آئیں یہی آتی تھیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ سرکشی میں مبتلا ہوئے۔ جیاد کا انکار
 کیا۔ نبی کی تکذیب کی۔ اس کو بتایا۔ اس کے باوجود افسر تعالیٰ نے اس کی توبہ کی کاغذ پر لکھا۔
 فرمایا: ہائی کی ضرورت کبھی نہیں آئی تو جیاد کو آگے آئے گا وہ بھی مہیا فرمایا۔

الۃ

بقیہ

میں سجدہ کیا

وہ سجدہ کیا

وَأَذِّنَاكَ إِذْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَخَلُّوا مِنْهَا حَيْثُ
 شِئْتُمْ رَغَدًا ۖ وَخَلُّوا الْبَابَ مُحْجَذًا ۖ وَتَوَلَّوْا حِجَّتَ
 تَغْيِرَ لَكُمْ خُطْبَکُمْ ۖ وَكَذَٰلِكَ نُنْذِرُ الْمُحْصِنِينَ ﴿۵۸﴾
 فَبَلَ الْكَذِبَ طَلَعُوا قُوَّةً عَلَى الْكَذِبِ قَبْلَ لَهْمِ
 مَا تَزَلَّ عَلَى الْكَذِبِ طَلَعُوا رِحْلًا مِنْ الشَّعَاوِ
 كَثَرًا يَنْقُورُونَ ﴿۵۹﴾

تو مسجد میں اس وقت کو کہ جب کہ میرے کیا داخل ہو جاؤ اس جگہ میں اور
 کہ اس میں سے جہاں بھی تم چاہو گئے۔ اور داخل ہوو۔ اور اسے میں بند
 کرتے ہوئے اور کو خلیج۔ ہم بخش دیں گے قمار کی نہیں کو۔ اور نہ وہ دیکھ
 ہم نکل کر تھوڑی کہ ﴿۵۸﴾ پس تبدیل کر دیں آؤں نے جنوں نے ظہر یا بات
 کو۔ سو اسے اس کے جہاں کو کو گئی حق ہیں نہ ہی کیا محمد نے ہی آؤں پر جنوں نے
 ظہر یا غائب آہی کی طرف سے اس کے کہ وہ انفرادی کر تھے ﴿۵۹﴾

تعلیمات

جس طرح اپنے ارکان میں ہی ستریل سے خطاب تھا۔ یہی آیتوں سے لے کر
 بقیہ آیتوں سے لے کر اس میں جہاں سے آیت کے خطاب ہی ہی ستریل
 ہی ہیں۔ جہاں اس قوم پر حق تعالیٰ نے احکامات کا ذکر ہو رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہی ستریل
 کے بعد اس میں کہ انفرادی کا حال ہی جہاں ہو رہا ہے۔ احکامات میں سے ظہر کی طرف سے
 آؤں نے کتاب قرآن کا حصول اور حق و ستریل کا ذکر ہو رہا ہے۔ انفرادی کا ذکر ہو رہا ہے۔ انہوں نے
 اللہ تعالیٰ کی بات ستریل ہی میں یہ نہیں ستریل ہی اس کے بعد ستریل ہی اللہ تعالیٰ سے لے
 تعالیٰ نے احکامات ہی کر دیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جہاں کی تیار ہی کرو۔ اللہ تعالیٰ میں
 شہر و خلیج کا وہ علاقہ دہیں دہاں کے۔ جو خدا سے آباد آباد کا سکے۔ جسے ستریل ستریل

نے بنا کر دیا۔ کھنے کے وہاں پر ڈسے گنت لوگ ہیں۔ ہم ان کا حق بڑھیں گے۔ ابو
مکر وہی کہ اس جگہ سے نکل جائیں تو ہم وہاں جانے کو تیار ہیں۔ اس کی مکمل تفصیلات تو
مورخہ مذکورہ میں ہیں۔ تاہم یہ کہ اتنی صورتہ جھوٹ میں بھی آئی ہیں۔ ان کی نذرانی کا بیخود ہونا کبھی بڑا
مقرر حال ملک تیسکے یہاں میں سرگردی چھتے بنے۔

اس تمام پر اللہ تعالیٰ نے ہی مسرت کیلئے تفرار سرکاری احوال میں فرما کر دوسرے لوگوں
کو متنبہ کر دیا ہے کہ سرکاری کا بیخود بیخود ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت آئی ہے۔
مسرت کی کام فرماتے ہیں کہ بنی مسرت کی کسی دوسری کھاتے ہوئے کئی سال گذر گئے۔ بعض
دوایست میں اضافہ مال کا ذکر آتا ہے۔ تو انہوں نے بعض دوسری چیزوں کا مطالعہ شروع
کر دیا۔ جس کا ذکر اگلے کو ج میں آئے گا۔ کہ ہم ایک ہی طرح کا کھانا کھانے لگے
ہیں۔ میں دوسری کی بجائے مسرتوں مورخہ والی دیکھ کر کھانے کو ہی پہنچا ہے۔ اس کے باب
میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم یہاں ہی رہتے ہو۔ تو اس جگہ میں چھ جاؤ۔ وہاں پر یہ چیزیں
قیس صبر آجائیں گی۔

وہاں ہی جگہ تھی جس میں بنی مسرت کی دانت کاظم ہوتی۔ اس کے خلق مسرت کی گفت
تھی۔ جس میں مسرت کی شے بہت اللہ کی سے منسوب کرتے ہیں۔ ملایہ دوست نہیں دیا۔ وہ فری
قیاس بہت کہ وہ دیکھا آئی جگہ تھی۔ مسرت تعالیٰ نے فرما دیا کہ اس جگہ کے لوگوں سے جدا کرو۔ تو
اللہ تعالیٰ خبر دیا کرے گا۔

اس معاملہ میں بھی اختلاف پڑ جاتا ہے کہ ڈاکو بہت سی میں یہ خود خدمت مری علیہ السلام
کی زندگی میں واقع ہوا اس کے بعد تاہم صحیح بات یہی ہے کہ وہ اپنی جی جیہ مسلم کی خات
کے بعد فرمائی حضرت ریش جیہ مسلم کے نام نے میں بنی مسرت کی کئی نسل جہاد پر تیار ہوئی۔
تو انہیں شہداء و قسطنطنیہ پر غلبہ حاصل ہوا۔ ہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی دوسری کی جیسے دوسری
خود کی کھلب ہے۔ تو اس کو دیکھا آئی جگہ میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں نہیں قادی مظلوم چیزیں دوسر
آئیں گی۔

قل بنا کنی چاہیے، ہم صرف مجھ کو لینا بھی درست ہے۔

بسم اللہ
بسم اللہ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو وہ احکام دیے تھے، ایک تو یہ کہ اگر تم اپنی قوم پر کبھی غصہ کرو
کہتے ہوئے داخل ہوں، ضرور دوسرا یہ کہ وَقُولُوا حَقَّ عَلَيْنَا لَمَّا جَاءَنَا مَوْسَىٰ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ أَنِ امْكُرُوا لَنَا يَوْمَئِذٍ آلِهَةُكُمُ احْكُمُوا
ہماری غلطیاں کو معاف فرمائیے، خطہ کا عقل منیٰ قرار دیا ہے۔ جاری خطوں کو گرا دے، غلط خطوں
و اصل أَحْطَظْ مَا أَحْطَظْ کا مخفف ہے، میں جاری غلطیوں کو گرا دوں اور غلطوں کو مٹا دے
معاف کر دے یا مگر فرما، اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مجھ پر غصہ کرنے کی تلقین کی۔
اور فرمایا کہ اگر تم اپنی خواہش کے مطابق خدا کی حاصل کرنا چاہتے ہو، تو ان دو شرطوں کے ساتھ
یعنی وَأَعْلَمُوا اور وَأَعْلَمُوا۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ برصغیر کی کوئی آبادی بڑی ہے، وَأَقُولُ الْغَيْبُ وَأَشْفَعُ فَرَادِ
خیر کی ابتداء مستند سے ہوتی ہے، میں انہیں اپنی غلطیوں کی معافی طلب کرے، ابن ماجہ
اور ترمذی شریعت کی حدیث میں آئے ہیں، وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا جو اس خطہ کا ہے
غصہ اس پر ہوتا ہے جس میں بڑی برائی ہو، وہ ہیں جو توبہ کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سے معافی
طلب کر چکے ہیں، جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا کہ
سے توبہ کر لینے والا ایسا ہی ہے جیسا اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

فرمادے جب تم استغفار کرو گے، پھر سے معافی طلب لو گے، پھر میں اس کا صلہ دوں گا،
کہ وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا اور وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا
میں سے صرف معافی ہی نہیں کریں گے بلکہ وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا کو بھی
اور عطا فرمائیں گے۔

مگر نہ وہی
مگر نہ وہی

بنی اسرائیل کی جھوٹوں میں تم تو دوسری ٹکڑی کی ٹکڑی سے کوئی حکم بھی ان سے کوئی نہ دے،
جس کا بھانپو ہو کہ وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا میں تبدیلی کر دی اس لوگوں نے جنہوں نے
خود کو وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا سے وَأَشْفَعُ الْخَطِيئَاتِ بَيْنَ أَثَرِهَا وَبَيْنَ بَرِّهَا میں نہیں ملے تو یہ

وہابیہ کا
کلمہ

لڑائیوں کی بدولت سے محمدی بھی مذہبی اسلام میں تبدیلی کے متبادلات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
لوگوں کو لڑائیوں پر دو گواہی دے دی ہے۔ پہلا جہاد ہے۔ پہلا جہاد ہے اس میں بھی بدو چل رہا ہے
لڑائیوں کی بدولت کے لڑائیوں کا فی نہیں اس ملک میں غزوہ آباد تو اس نے خود لوگوں سے
پر جہاد کہہ کر پہلے مسلمانوں کو شریعت کی مدد سے پہنچا دیا ہے۔ دوسرے جہاد کے مطابق تو بعض
اصول کے لوگوں نے دین کے مطابق تفسیر کر لی۔ چنانچہ یہ قانون آج تک موجود ہے
کو بدولت کی تفسیر دین کے مطابق کی جاتی ہے۔ جس سے ان کی حکومت ہو جاتی ہے۔

صوبہ سرحد میں یہ قانون لڑائیوں کا فی تھا۔ پہلا جہاد ہے۔ پہلا جہاد ہے اس قانون
کا باندھنا۔ آخری تفسیر یہ تھی کہ وہی دین ہے اسی کے مطابق اختلاف چلتے تھے۔ مثلاً جہاد
وہابیہ ایک شخص کا پھر دین میں بدولت ہے۔ پہلا جہاد ہے اس نے ساری جانیں دو لڑائیوں کے نام پر
کر کے لڑائیوں کو گروہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے دینا پر ہی یہ سنواری کہ اللہ تعالیٰ کی پیروی میں جہاد
وہابیہ ایک ۱۰۰۰۰ ہے۔ اس کا یہ جہاد بدولتوں کے بھی آپس میں لڑتے چلتے تھے۔ ایک
سے دوسرے لوگوں چھاری ہو اس کا بدولت گیا۔ اس طرح گویا اس شخص کو اسلامی قانون کی بدولت
کر کے ملکہ نصیب نہ رہ سکے۔

پہلا جہاد

پہلا جہاد تعالیٰ کو پہلا جہاد علی اللہ جہاد کے اسلام میں بدولت بہت بڑی بات
ہے کہ قابل مذہب ہے۔ پہلی سنہائیں کے بعض غلام لوگوں نے اس بات کو بدل دیا جو انہیں
کئی گنی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عَلَى الْمَدِينَةِ خَلْعُوا جُنُودَكُمْ کے حکم کی تعمیل کرنے
کی پر تامل کیا۔ وَجَزَاءُ مَنْ كَفَرَ اس سے مذہب، سمری کریم ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے دین کی بدولت کی صورت میں مذہب بدل لیا۔ صرف ایک دن میں جو میں جہاد تھا میں تہ
میں ہوئے۔ اور اسی طرح وہی اس مذہب میں جہاد ہو کر اپنے انعام کو چھینے، دوسرے دن کے
اللہ اس چھائی نے چھائی کیا اور جی اس میں کاغذ پر لکھ دیا اس کی وجہ سے جی کر جہاد کا کو
يُخْلَعُونَ وہ لوگ فسخ کر کے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے احکام کی تعمیل کر کے تھے۔ لہذا

اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دی مگر کچھ بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کا مرتکب ہوگا۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے غضب کی زد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ عجلت سے اسے آگ کی جلت سے جلا دے گا۔ اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

اہم بینادوں پر قائم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اطلاع سے ہوتی ہے اور مخلوق کی برائیوں کی وجہ سے اس کی برائی ہوتی ہے۔ حق و باطل کو آپ جنگ تلی کا نام دیں اور حقیقت یہ ہے کہ کھیل تھوڑا اور لعب یہ کاری، تو آئی، خدا، سورہ غوری وغیرہ سب مجاہد کی گفتگو نکلیں ہیں، یہ زمین میں خدا پیدا ہے، آبادی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ کوئی زمین کی آبادی تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہوگی۔ جس قدر سکھ ہیں نصیب ہوگا، انہی قدر آبادی ہوگی۔ جس قدر گناہوں میں اضافہ ہوگا، اتنی ہی بے چینی بڑھے گی۔ لوگ غلط ہو گئے۔ طرح طرح کے مصلیٰ کا شکار ہو گئے۔ انہیں معلوم ہو کہ نافرمانی بہت بُری چیز ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے ہم سب کے لیے نصیحت کا منظم کیا گیا ہے کہ کوئی اللہ کی برائی میں تمیز کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے دوسل مصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ نافرمانی سے پرہیز کریں۔

نہج کی آبادی
سورہ غوری

ایک مقام پر تھے۔ اُسے قادس کی بیٹی بھی کہتے ہیں۔ یہ علاقہ کچھ پہاڑی ہے۔ وہ کچھ حجاز ہے
 پانی زیادہ ہے۔ اس مقام پر ہی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے پانی کا مطالبہ کیا۔ کہنے لگے جہاں
 پس پانی کا ایک ٹھکانہ ہے۔ مطلقاً شک ہو جھوٹ ہے۔ اُسے موسیٰ علیہ السلام جانتے کیلئے پانی
 کا بندوبست کر دیا۔ اس حادثے میں وہ موسیٰ علیہ السلام سے اس قدر بے وقوفی سے پیش آئے کہ
 ان پر لعنت پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بدگوارہ بے عزت میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کا آغاز کیا
 کہ اے موسیٰ کریم! اپنی اسرائیل پر سے سارا حق اٹھ کر اس قدر بے عزت کر دے کہ جس سے یہ کبھی شکر کرنے کے
 وہ چنے ہیں۔ لہذا قرآنی سن کے لیے پانی کا انتظام فرما، آیت زیر میں ہے: **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً**
فَرَأَىٰ الْمُتَشَكِّكِينَ يُلْقُونَ فِيهِ شِقَاقَ آبٍ اور اگر وہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی
 قوم کے لیے پانی طلب کیا، کشتی کا حق بھی منیٰ طلب کر لیا ہے۔ اور اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ
 کے سامنے گواہوں کا استغفار کرنا معافی مانگنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام
 کے واقعات میں مذکور ہے کہ قحط سال کے دوران انہوں نے اپنی اپنی قوم کے ساتھ **يَقْتَضِمُ**
اِسْتَقْتَضُوا رَبَّكَ كَفُوْا قَوْلًا لیکھ اسے قوم نے اپنے ساتھ استغفار کر دیا تو یہ کہہ کر
وَيُؤْتِي السَّمَاءَ غُيُومًا فَتُخْرِجُ مِنْهَا مَاءً کہہ کر وہ تمہارے لیے آسمان سے پانی
 برساتے۔ جب کبھی دنیا خشک مالی کا شکار ہو جائے۔ زمین، نباتات، انسانوں، حیوانوں
 کے لیے پانی کی قلت پیدا ہو جائے۔ تو غرضی سب کے لیے کئی ذریعہ مقبول کی جاتی ہیں۔ منجملہ
 ان ذریعہ کے شریعت نے استغفار کا بھی ذریعہ دیا ہے کہ انسان اپنے رب تعالیٰ سے
 بے گناہوں کی صفائی مانگیں۔ صدقہ خیرات کریں۔ چمکے پیچھے میں اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے
 گا۔ **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُخْرِجُ مِنْهَا مَاءً** غرضیکہ استغفار کی حقیقت یہ ہے
 کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا گناہوں کی صفائی طلب کی جاتی ہے۔

استغفار
 حقیقت

عنا کر ہم سے بڑا اور خیرہ و گناہی تمام حق پر فروخت حاصل ہے۔ غنا بہت و
 اجتناب میں کوئی بھی آپ کا جو بچہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی مگر بصیرت عطا فرمائی تھی۔
 انہوں نے ان کی ایسی ذریعہ دست خدمت کی ہے۔ جو انے دالی نسلوں کے لیے ہمیشہ متعلیٰ رہا
 ہے۔ آپ نے وہی کا پکارا اور غرض اس طرح سے پیش کیا کہ تمام عالمی قریب سے کوئی قول کر

استغفار کا حقیقت

گیش، اقتت پر فب کا نر اعلیٰ ہے جس یرن کو تیں کر مہ نے اصریت کے اعلیٰ کی خدمت کی مضرتی کر مہ نے ذاتی بکسی قشرن کا بیان کی اسی یرن فقہس کر مہ نے ہستہ کے مذہبے خودی مانی کا استنباد کیا کہ حکومت کے مل بھش ہے۔ انہں نے یہی اصرم کو اسی طریقے برامت کے مانتے ہیں کہ راستے میں آتے ذاتی تہہ کاروں کو روکیے۔

[illegible]

دوسرا طریقہ بھی مخصوص بنی کر ہم میں شہید و حکمرانے ثابت ہے۔ آپ نے نیز فقر و محنت کا
تکے اختیار نہ فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص نے اگر عرض کیا کہ حضور! جاؤ، تاکہ موت میں
فصلیں نہ ہوئیں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہادی رہا ہے۔ آپ نے نیز یہ بھی نہ کیے وہاں کے یہ
بہتر تھا دیکھئے۔ اس وقت ہوں داخل صحت متبادل کا کہیں اور ہوتاں وقت۔ آپ دعا
فرمائی ہے۔ کوئی گناہ سے بدن کا ایک نذرانہ ہوا۔ دیکھئے یہ کیجئے وہ بدل اہل گیا۔
اور یہ ایک مصلحت و دعا بھی شروع ہوئی۔ ایک تیسرا طریقہ بھی ہے کہ کسی میں کہ جسے بدن کے
جیت دعا کی جائے۔ شہید کی بڑھت۔ موت میں جس سے کوئی بھی صورت اپنی باقی ہے۔

بہر حال مولیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا۔ اور یہ قوم سخت پریشانی کے غلبہ میں تھی۔ اور ان کی طرف سے دعا کرتے ہوئے فرمائی کہ اے اللہ! اس قوم کو جو تم پر ایمان لائے ہیں، ان کو پانی عطا کر دے۔

لے دیئے ہوئے ہیں۔ لے دیئے ہوئے ہیں۔

تاریخ: ۱۳۸۵/۰۵/۰۵

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا: **اَفْقَتْنَا اَصْرَبَ قَتَمًا لَا يَلْحَقُكَ كَيْفَ يَنْزِي**
وَالِي اس پتھر پر بارہ سواری علیہ السلام نے ٹھکانے کی۔ جو سنی ماضی پر زور دے گا **اَلْقَبْرُوتُ يَنْزِي**
اَفْقَتْنَا اَصْرَبَ قَتَمًا اس میں سے بارہ چٹے جھوٹے بڑے سراسر طعن اللہ تعالیٰ نے
 بنی اسرائیل کے لیے پانی کا انتظام فرمادیا۔

اس بات سے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ کون سا پتھر تھا جس پر وہ ماضی لکھنے سے پانی
 جاری ہو گیا تھا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ پتھر کوئی علیہ السلام کے قہقہے میں ہم وفد تعمیر
 روایات کے مطابق پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ذبیحہ و نیاں آید تھا۔ اور مٹا ہوا نسل موسیٰ
 علیہ السلام تک پہنچا۔ تاہم کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہے۔ بخدی کہ رسم شریف ٹھکانے
 بعض روایات سے کوئی علیہ السلام کے ایک دو سحر دانہ کی طرف اشارہ دیتا ہے کہ ان
 دانے میں بنی اسرائیل کے لوگ پڑے کا خاص خیال نہیں کرتے تھے۔ نہایت وقت بھی ایک
 دو سحر کے سامنے کھڑے اندک نہا شروع کر دیتے تھے۔ برطانیہ اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام
 بٹوسے یاد کرتے تھے۔ جن کو کرتے وقت ستر و حق کا خاص خیال رکھتے اور پڑے میں نہاتے۔ وہی کا
 اصول محمدی سے کہ اول و ہذا داخل کرتے وقت دو سحر شخص کی نظر نہیں پڑتی چاہیے۔
 لیکن اوجہات میں پروردگار واجب ہے۔ مگر بنی اسرائیل اٹلی و نہایت کے ایک تھے کوئی
 علیہ السلام کو پڑے میں غسل کرتے دیکھا تو سمجھا کہ اس کے جسم میں کوئی عیب ہے جیسے چھپا
 چاہتے ہیں۔ جس نے کہا کہ آپ کو انورہ کی بارہ دانی سے جس میں فیض پھیل رہے ہیں
 اللہ تعالیٰ کی قدرت ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ کوئی علیہ السلام کسی بڑے پتھر کی
 اوٹ میں اس پتھر پر کھڑے دیکھ کر پڑے میں غسل فرماتے تھے کہ وہ پتھر آپ کے کپڑوں
 سمیت جاکر کھڑا ہوا۔ آپ نے یہ دیکھ کر کھانچا تو سخت پریشان ہوئے تو انی حجاب و
 تو انی حجاب و مٹی پتھر میرے کپڑے۔ پتھر میرے کپڑے کئے ہوئے۔ پتھر کے چھپے جاکر

اور اسی حالت میں اپنی قوم کے پاس پہنچ گئے۔ لوگوں نے آپ کو ہندو مت میں دیکھ کر
جسم میں کوئی عیب نہ پایا تو کہنے لگے: خدا بقوسنی و من بانہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو تو کوئی بڑی
دعوت نہیں۔ ہم تو غلط سمجھ رہے تھے۔ ہر حال جب کوئی عہد اسلام اس جگہ گئے ہوئے پھر ملک پہنچنے
میں کامیاب ہو گئے۔ تو اپنی حوالہ صیحت کے مطابق اس پتھر کو سینے ڈانٹ سے خوب دیا
جس کی وجہ سے اس پتھر پر دعویٰ کے پنج، سات لاکھ ڈانٹے، تفسیری روایت میں آتے ہیں۔
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بڑا پاک پتھر ہے۔ ایک حالت اس نے میرے علم کی تعمیل کی کہ
پہلے سے کہ جہاں کچھ اور دوسری حالت ہوئی عہد اسلام کے لوگ کو بھی غمزدار تھا یعنی غمزدار
ہو گیا کہ اس پر دعویٰ کے نشان پڑ گئے۔ چنانچہ حضرت کوئی عہد اسلام کو حکم ہوا کہ اس پتھر کو اپنے
پاس رکھو۔ اس میں بڑی حکمت ہے۔ کہتے ہیں: یہ وہی پتھر تھا جو حضرت کوئی عہد اسلام کے
تھیلے میں تھا۔ اور جب بنی اسرائیل نے پانی طلب کیا۔ کہ حضرت کوئی عہد اسلام نے اس پتھر
کے حکم سے اسی پتھر پر دعویٰ دیا۔ بارہ چٹھے جھوٹ پڑے۔ ہر حال یہ تفسیری روایت میں کسی
آیت یا صحیح حدیث سے ثابت نہیں

بعض تاریخی روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کوئی عہد عیسیٰ میں جو پانی مسدود
ہو چکا نہیں ہے۔ وہیں زمین پر پانی ہوئی ایک چٹان پر کوئی عہد اسلام نے دعویٰ دیا یعنی اور اس
میں سے پانی برآمد ہوا تھا۔ مگر زمین کا یہاں ہے کہ اس پتھر میں سب پانی اُنہیں ہے۔ مگر پانی
کے نکلنے کے نہ اتنا سب تک موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان روایتوں سے کسی وقت
پانی نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پانی بنی اسرائیل کی غزوت پوری کرنے کے لیے حکم دیا تھا جب
وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ پانی کی غزوت باقی نہ رہی۔ تو وہ بھی ختم ہو گیا۔

پانی کے بارہ چٹھے جس وقت کی حکمت یہ تھی کہ بنی اسرائیل بارہ قبیلوں پر مشتمل تھے۔
ان کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان کے تین کے کسی موقع جھوٹے کے بیش خزانے تھے

سنے پر قبیلے کے بڑے علما و امیر و پڑھنے والے کو یہ چٹھوں کا نہیں ہر قبیلے کی تلواریں کے لئے لکھے
کیا گیا تھا۔ جسے قبیلے کے بڑے پڑھنے والے ہوا، وہ جو سننے نہیں کے بڑے پڑھنے والے اس
طرح کو دیا یا نہیں کر دیا گیا، فریاد و غلغلہ کئی آوازیں سننے والے ہر ایک نے اپنا اپنا گوش
مستقیم کر لیا، حضرت کو کافی عرصہ انہوں نے ہر قبیلے میں ایک ایک پڑھنے والے کو یہ ہر قبیلے نے اپنی
ضرورت کے مطابق دیا یا نہیں دیا، انہوں نے کو دینا ہی لگے۔

اس تعمیر سے بہترین حاصل ہوتا ہے کہ مشین کو مشین کی تعمیر بدل دینا صاف
پر ہونے چاہیے۔ تاکہ کسی قسم کا تھکاؤ نہ پیدا ہو۔ مختلف صلاحیتیں رکھنے والی مشینوں میں
کی پالی تعمیر کیا گیا تھا۔ لکھنؤ شریف یونیورسٹی کے شعبہ کیمیا میں اس طرح کی تعمیر سے
فریاد کہ پالی پینٹ کی ایک مقدار تیار ہوتی ہے۔ اور ایک مقدار ڈھیلے کی قوم نے مقصد حاصل کر لیا۔
کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری قوم تیار ہو گئی۔

بعض لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ بچتر سے ہائی کے آگے بہ ضوابط عقل معلوم ہوتا ہے
یہ اعتراف درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کی چیزیں کو اپنی ناقص عقل سے قیاس کرنا
مناسب نہیں۔ ایسا کام ناقص عقل لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ موجودہ منسلک کے مائیس دہی ،
یامنی دہی ، جزیرہ دہی سب کے سب ناقص عقل ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت یا عقل
کی کوئی خبر نہیں۔ وہ ان ناقص دہی و جہیز میں محسوس ہوتے ہیں۔

اور بیاضی فرتے ہیں کہ جگر سے پانی نکال کر ان کی بجائے عقل بہت ہے یہ تو عام
مشاہدے کی بات ہے۔ مثلاً میں میں ایک جگری ہے جو اسے کہانی طوف کیسٹنا ہے۔ اس
ضال نے اس میں ایسی تاثیر پیدا کی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی جگری میں پانی کو اپنی طرف کھینچنے
کی تاثیر رکھتے تو یہ کوئی کیسی بات ہے جو عقل میں نہ آتی ہو۔ ابی سرمد کہہ رہے ہیں کہ عقلی
پانی تو جگر کے چنگل موجود تھا۔ سو ہی طبع اللہ نے جگر کو ذرا سا جگہ دیا تو پانی کو ذرا دھک سے پیادہ تو
جگری بہت کا اہم تھا۔ اور جگر اس کا مستحق حاصل بہت پر ہے کہ پانی کا جگر محض اللہ تعالیٰ سے

تاریخ: ۱۳۹۸/۰۵/۰۵

کے علم سے پرانے یہ مجاہد تھے۔ جو عریضہ اسلام کے باقرہ ظاہر نورانہ پر مضمون میں کیا ہوا۔ عریضہ
عریضہ اسلام _____ نے دینی چٹائی کو بار بار سنے
ہیں تھے۔ پانی گناہوں کے ساتھ نہ ہوا کہ گناہوں کا عملی نام لے کر اسلام پر اور پانی میں رہتے ہیں گناہ
اور یہاں دینی۔ یہ تو خشک ہے پانی کے چٹنے بہت ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ
کے حکم سے ہوا۔ پانی ٹھکانہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دینی دینا خدا کا ہے۔

نبی کا مجاہد ہوا۔ دینی کی کرامت ہو۔ اصل علم تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اور کرنے والی
وہی ذات ہے۔ اس مقام پر اگر لوگ غور کریں گے۔ نبی کے مجاہد ہونے والی کرامت
کو ان کا ذاتی فعل سمجھیں۔ اور شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے معجزات کو ان کا ذاتی فعل سمجھا۔ وہ شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اور وہ تو یہاں اللہ تعالیٰ
فرماؤ تو انہیں ہی اذکفعۃ وانا منہوض وانشی السورۃ یا ذین العقول میں اللہ تعالیٰ
کے حکم سے اللہ زادہ ہے۔ اور اس کو ٹھیک کرنا ہوں۔ اور ٹوٹے میں جا ہی ڈال دیتا ہوں۔
اسی طرح اولیاء اللہ کی ہر کرامت جمیع طرح سے ثابت ہیں۔ وہی اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا
ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ عزت بخشے۔ نبی کے باقرہ کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اپنی مرضی
سے تو کوئی بھی مجاہد ہمیشہ نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔ تو صا کان لہو سؤل
ان یثاکر بائیک۔ اذ یا ذین۔ قطعہ فعل تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ سئل نبی کے باقرہ ظاہر کر دیا جائے۔
۷۔ سے دینی علم علیہ السلام کی زندگی میں بے شمار کرامت چلی آئے۔ بہتوں سے پانی ٹھکانا
تو عام مشاہدہ کی بات ہے۔ جنہوں نے یہ باتوں سے چٹنے لگتے ہیں۔ سئل ہوتے ہی ہمت علیہ السلام
کا مجاہدہ ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ کی انہیوں سے پانی کا چتر جاری ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عہو عنہ پیش کر سکتے ہیں جو اس کے لیے سفر فرما۔ دیکھتے ہیں پانی کی قوت یہ ہو گئی۔ حضور
علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی کے پاس ٹھکانہ ہے۔ پانی سے تو ہمیشہ کیا جائے۔ چاہے ایک گناہ
میں ٹھکانہ اس پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلی گیا۔ آپ نے اس پانی سے چٹائی

پھر وہ پانی پیئے جس کو ایل کر پنا باقر مبارک اس پیئے میں رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے
انھیں مہر کے گچھے سے پانی کا جو شر جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ بابرکت پانی ہے۔ اسے
اللہ تعالیٰ نے عطا ہے۔ آؤ پانی پی لو اور اس سے دھو کر دو لوگوں نے پانی حاصل کیا۔ اس
سے دھو کر کیا اس میں سے پیا اور دوسری ضرورت پوری ہو گئی۔ جب مہر باقر مبارک ہو گیا۔ تو
آپ نے پنا باقر مبارک اٹھایا اور پانی عطا نہ ہو گیا۔ اسی سے حضرت عرفا کو کھانا کم بخواری
فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنا عظیم عظیم کو جو عزت عطا کی ہے وہ اسی کا کمال ہے مگر
جو عزت حضور علیہ السلام کا عزت کی ہے وہ کمالوں سے بھی بڑا کر کمال ہے۔ مگر حضرت موسیٰ
علیہ السلام کا بڑا عزت ہے اسی اہل علم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔ مسل میں کمال اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔

بنی اسرائیل کے کھانے کے لیے سن و سنی کا بندوبست ہو گیا۔ اور پیچھے کے لیے وہ چٹے
جاری ہو گئے آؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھاؤ اور شکر کرو وین و زنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی
مدد سے کھاؤ اور جو بنی اسرائیل کو خطاب کر کے ساری ذریعہ عطا کی کہ یہ بات سمجھا دی گئی ہے
کہ ہر شے کی مدد ہی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ اسے کھاؤ اور ہم اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ ہر شے
نے بڑی دیکھی بات کی ہے۔

اور باد و طوفان ہیشہ و طغیان نہ کاندہ آواز آئے جلت آری و بختی غازی
ہر ذہن تو سر گشتہ و فداں بردار شرط انصاف تھا کہ تو مستند ہی غری
فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گر کر شکر کر رہی ہیں۔ تاکہ تیری
کو باقر میں لائے اور شفقت سے دیکھتے۔ وہی کہتے وقت انسان کو خدا کی چاہیے کہ وہی
کو یہ ٹکڑا کھاتے مڑا ملے کہ آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کارخانہ قدرت میں لاکھوں مشینیں اور
کرڈوں ہاتھ کام کر رہے ہیں۔ جب ایک دلی اللہ تعالیٰ قہر سے ہاتھ میں دیتا ہے پانی کا
ایک ٹکڑا جو آپ کے ہونٹوں تک پہنچتا ہے۔ یہ کن کن مشینوں سے گزرتا ہے۔ اسی طرح
باس کی تیار کی مشینیں کتنا غامض کئے اللہ تعالیٰ درخ اور ہاتھ کام کرتے ہیں۔ تب ہا کر

بخت پر
اللہ تعالیٰ کا کھانا

ذہانت اور سترپیشی کے لیے کچھ اصرار ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں انسانی کونکرہ و خوک کی صورت دیتی ہیں کہ جس تک انسان کے اس قدر سخاوت سے نوازا ہے۔ اس کی روزی و شوال کئے کی اس کا شکر ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اسی لیے قرآن کو کس قدر انصافی کی بات ہوگی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استمال کرنے کے بعد اس کی ضروری نہ کرے۔

قرآن پاک میں درجہ حرارت پر آتا ہے: لَکُنْ مِنْ خَشِيتِ عَادَ وَ ثَمُودَ کَثْرَةً مَدِیْتِہِمْ یَزِیْرُ کہ جو خدا سے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کی ہیں وَ اسْتَحْذَرُوا یَوْمَ الْقِيَامِ کَثْرَتَهُ اِیَّاهُ فَکَیْفَ تُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو مگر تم اس کے بندے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ کہ انہوں کو کفر و کفر نہ کہو۔ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے تم تک ہو مگر اس بات کی طرف غور نہیں کرتے کہ یہ نعمت آتی کہاں سے ہے۔ یہ کس کی عطا ہے۔ یا وہ کفر۔ اگر غریبوں، مسکینوں کو مل جائے تو خود رکھ گئے۔ اس کا حق ہوا نہیں کہ وہ لے کر اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور تحقیق پر نہ دیتی ہوگی۔ ہر صاحب استطاعت کا فرض ہے۔ کہ وہ انہوں کو خیال رکھے۔ شے دیکھنا چاہیے۔ کہ مومن یا مومن کوئی کفر کا پتہ نہ ہے۔ خاص طور پر سرزد ہونے والی ملکیت کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ پٹے پٹے ملک میں جاہلوں کی غمخیزی کریں۔

صبار اللہ علیہ نے پہلی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ بادشاہیا حکم حقیقت میں وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شخص کفر کا پتہ نہ ہے۔ اور سلطنت اس طریق پر سرکار قائم ہونے چاہیے کہ ہر شخص کو اس کی بنیادی ضروریات مہیا ہوں۔ بے شک اشیاء درجے کی ضروریات مذہبی حاصل ہو سکیں۔ تاہم انکم مونی ہے کہ تو مٹی چاہئیں۔ ہر شخص کے کھانے پینے، پہننے اور رہنے کے لیے انتظام ہونا چاہیے۔ لہذا یہ انسانوں کا اجتماعی فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی و شوال کریں۔ اور اس کا شکر یہ بھی ادا کریں۔

انوس کی بات یہ ہے کہ اس نہ نے میں مٹی کا تصور ہی ختم ہو گیا ہے۔ جس کے پاس خدا کی مرضی و ارادت آتی ہے وہ نے اپنے ہوا کی کہتے ہیں۔ نہ خدا کا حق نہ رسول کا حق و نہ خدا کیست کا حق کسی چیز کی پرانیس کہنا۔ سختیں پر خرچ کرنے کی کانٹے و سم و درج پر خرچ ہوتا ہے و شر کا انحال پر خرچ ہوتا ہے۔ بے حیائی اور فحاشی پر خرچ ہوتا ہے یہ ساری ناشکراؤں کی

خدا ہے۔ وہ بھی بنی اسرائیل کو صراطِ سینا میں ہی پھینک دیا۔

عقل کا راز

دراصل عقلِ خدائی کی وجہ سے بنی اسرائیل کی خدائی قدریں داخلِ فکر ہو چکی تھیں۔ ان میں طرح طرح کی کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں۔ اسی خدائی کے متعلق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ خدائی میں بدل جاتا ہے۔ اور اس کا خمیر

مقصود کہ جب کوئی فکر کسی دوسری قوم کی خاموشی میں ہوتی ہے۔ تو چھوڑ دیتی کہ جس پر اپنا ہوتا ہے۔ اور نہ اس کا ذہنی اپنا ذہن ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ان میں سے غالب قوم کی تابع ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک میں بھی لکھا ہے: **عَبَسَ ذَا الْقُرْآنِ عَلٰی مَا يَافِكُ شَتٰی** بخود ملوک کسی چیز کا تک نہیں ہوتا۔ اس کا خمیر تک بدل جاتا ہے۔ اس کی شے اپنی شے نہیں رہتی۔ اس کے خالق کجاندہ عقل جاتا ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل اپنے حوصلے تک فرعون کے خدام بن چکے تھے۔ لہذا مذکورہ مذہبی کمزوریاں ان میں پائی جاتی تھیں۔

بنی اسرائیل کو محسوس نہ تھیں کہ بنی اسرائیل کی شکست عقلی کمزوریاں ہو کر ان میں جانا کنی پیدا ہو چکی ہیں۔ ہر مشقت ہر دھشت کرنے کی قوت پیدا ہو۔ جو خدائی کے بعد کی کمزوریاں اور جو بائبل، تاکہ وہ لوگ آئندہ زندگی میں اپنے ہونے پر کھڑے ہو سکیں۔ کسی لکھنے کے نام نہ لیں کہ فکر و فتنے چلانے کے لیے اپنی ہی جگہیں بنو ستر سال تک یہ لوگ خدائی کے اثرات میں گرفتار رہے۔ اپنے اصل مقام سے غافل رہے۔ اور کوئی حیرت انگیز کام نہ کر سکتے تھے اور کوئی خدائی کے قول سے باہر نہ نکل سکتے۔

جب پرانی نسل فخر ہوئی تو نئی نسل نے کراہت کی تو اس شخصیت سے بڑا ہونے کی بجائے حیرت انگیز کام کے بعد پرورش جو کام نہ ہوئے۔ تو ان کی قیادت میں بنی اسرائیل کی نئی نسل نے شام و فلسطین کو فتح کیا۔ **فَتَشَارَفُوْا فَاَنْتَرَجُوْا وَاعْتَدَرُجُوْا** مشرق کی مغرب کے سامنے ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا۔

عقل کا راز

خدا ہوتا ہے **اِنَّ فَلَاحَهُ يَفْعُوْنَ** کن انصاف علی حکماء و واجہ نے بنی اسرائیل میں داخل کر دیا۔ جب تم نے کوئی عید مناسبت کر لیا کہ جو ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ صحت کے سینا میں جانتے میں کوئی کھانے کھاتے بنی اسرائیل کے مزاج جو

کئے تھے۔ اور وہ کھانے میں توبہ کی جاہل تھے۔ لہذا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہم ایک کھانے پر ہرگز میر نہیں کر سکتے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ نے انہوں کو شفقت کھانے تھے مگر مسلسل ہی کھانا کھانے کی وجہ سے انہوں نے انہیں ایک ہی کھانا کھا کر اب ہم زندہ رہ چکے اس کھانے سے شکم بڑی نہیں کر سکتے۔ اسراہیلی مدافینوں سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو مصر کی اچلی یاد رکھی ہے۔ وہاں ہمیں نصف قسم کی ہیزاں اور توکاریاں میسر تھیں۔ اور یہاں پر ایک ہی قسم کا کھانا کھا کر شکم بڑھ چکا ہے۔

خسے موسیٰ علیہ السلام، فَأَفْرِغْ تَنَاؤُكَ تَابَ جَاوِزٌ بِئْسَ بِلَيْسَ رَبِّ سَعْدًا كَرِيْمٌ -
 بَخْسِجْ نَجَاتَكَ كَوْنُ سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا
 اگلی ہے۔ مِنْ أَفْرِغْ تَنَاؤُكَ تَابَ جَاوِزٌ بِئْسَ بِلَيْسَ رَبِّ سَعْدًا كَرِيْمٌ -
 اور گندہ سے وَقَدْ سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا سَعْدًا
 ہمیں تو اس چیزوں کی حرارت ہے۔ نہتے چمکے کر رہیں۔ وہ اپنے ہی دلوں میں قوت
 بخش غلات ان کا ہی ہر گناہ تھا۔ اور اس قسم کی بیٹا ہی پرورد سے بننے کو کاؤں کاؤں کاؤں کاؤں
 بنی اسراہیل کی اس فرمائش پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سرزنش کی۔ قَالَ اَوَلَمْ تَرَ
 اَفْرِغْ تَنَاؤُكَ تَابَ جَاوِزٌ بِئْسَ بِلَيْسَ رَبِّ سَعْدًا كَرِيْمٌ -
 کہ اس کی اور کیا چیز سے ہونے کے خواہش مند ہو کر گئے پرورد ہو کہ اللہ تعالیٰ انہیں
 میں دلائی جیسی ہیزاں عافراہم کو رہا ہے۔ اور تم ہیزی تو کہی اور اس پرانے کچھے پھر
 جھے ہو۔ مضرین کہ تم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت میں بڑی شے رکھا تھا۔ اور
 پھر وہ عافراہم کو کتاب سے ہی ہوئی تھی۔ ان چیزوں کا کوئی سبب کتاب نہیں تھا۔ پھر ان
 کے مصر پر اس پرانے پر تو سبب کتاب ہی دیا۔ یہی ان کے گناہ کا سوا حق۔ مگر وہ ان کی
 پرکھر تھے۔

یہ شکر و شجاعت
 سب کا ہے

جب بنی اسراہیل کا امراء جس سے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے

ساتھ واقع ہوئے ہوں جس ترقیب کے ساتھ انہیں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کا یہی اصلی جہت
موتیر کے لئے ہے۔ کہ فریت انسانی اس واقعات کے سبق حاصل کرے۔ اور ہر نبی سے
اجتناب کرے۔ اسی کے ضمن میں یہودیوں کو بار بار خطاب کیا جا رہا ہے کہ دیکھ تمہارے اباؤ اجداد
میں یہ یہ فریادیں پائی جاتی تھیں۔ ان سے جہت حاصل کرو۔ اور ایسی باتوں سے باز آ جاؤ۔ اُنکی
اختری افروزیوں کی وجہ سے وَمُشْرِيفٌ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّينَ پر اُلت اور
حقابی مسلط کر لی گئی۔ مسکت اُل کی گئی کہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اُلّت وروائی کی محنت اُن پر
اس وقت مسلط کی جب وہ ہمیشہ قوم مادی پر مبنی گئے۔

یہ عام مشہور بات ہے۔ کہ یہودی دنیا میں اس ترقی قوم میں مغرور دست نہیں۔
مصری کرام فرستے ہیں۔ کہ یہودیوں میں اُل و دولت غور سے لوگوں کے پاس ہوتی ہے۔
وہ اکثریت ان کی بھی مختلف ہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر یہودی اُلت بھی ہوں تو پھر بھی
ان کی حالت خستہ ہی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو مسکین ہی ظاہر کرتے ہیں۔

حکومت سے غوری بھی اُلّت وروائی کی نشانی ہے۔ یہ قوم دو تین ہزار سال تک حکومت
سے محروم رہی۔ دنیا میں کسی جگہ ان کی سلطنت نہیں تھی۔ یہ لوگ ستمیے عرصہ تک رہے۔ اس
اتنے صبر کرتے تھے۔ ان کو کسی دوسری حکومت نے بھی برداشت نہ کیا۔ جہتی داسے ہی کے
دشمن۔ اُنکی داسے ہی کے دشمن۔ یہ سادہ شی ذہین کے لوگ تھے۔ انہیں کوئی بھی قبول کرنے
کے لئے تیار نہیں۔

سچ اعتراف ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا دلوں تھا۔ کہ دنیا میں یہودیوں کو کبھی اقتدار نصیب
نہیں ہوا۔ ان کا کوئی ملک نہیں ہوا۔ مگر ان کی سلطنت قائم ہو چکی ہے۔ مَعَاذَ اللّٰهِ قَرَّيْ بِكَ
کا دلوں خط ہو گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ چوتھے داسے میں موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرما کر اس
قوم کو کبھی اقتدار نصیب نہیں ہوا۔ مگر دشمنوں کے ساتھ وَإِنْ يَحْسَبِلْ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ
بَيْنَ اللّٰهِ میں یہی اُترا اللہ تعالیٰ کی دسی کو پکڑ لینے سے پھر لوگوں کی دسی کو تمام لئے کی پکڑ

ہے۔ اسی قرب قیامت میں وہاں کے غمور کے دفت الی کو روج حاصل ہو گا۔ تو اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہی کے قریب قرب بھی نہیں جاتے۔ البتہ انہوں نے لوگوں کی دہی کو پکڑ رکھا ہے۔ امریکہ بدینہ فرانس وغیرہ کے دہی سے بچنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے وہی کو دہی بھی حاصل ہو گیا ہے۔ اور دہی دہا کو آنکھیں بھی دکھانے لگے ہیں۔ ان کی عظمت کا قیام محض امریکہ کی بے ایمانی کا نتیجہ ہے۔ قریح امریکہ اگر پناہ اللہ اٹھائے تو یہودی عظمت و درون بھی قائم نہیں رہے گا۔ غرض اگر آج یہودیوں کو کسی خطہ زمین پر حرم راج حاصل ہے تو وہ بھی قریح پاک کے بیان کردہ اصول کے مطابق ہی ہے۔ ورنہ اس قوم کی حقیقت یہی ہے۔ وَنَہَاکُمْ فِرَیضَتَیْہِمْ۔ اللہ کردہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی سے کروٹے۔

آیت کی
کتاب

فِرَیضَتَہُمْ بِأَنفُسِہُمْ کَاثِرًا ۚ وَکَفَرُوا بِآیَاتِہِمْ عَلَی سِرَیْلِہِمْ فَاکْثَرُوا
کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ جب کوئی انسان، قرآنی کو ثابت
تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پرستی ہے۔ ایسی کامیابی ہی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِن
خَلَقْنَا لَعْنَتَہِیْ عَلَی یَوْمِہِمْ۔ البتہ نبی۔ ہمارے قریح پر قیامت تک میری لعنت پرستی ہے کہ
اسی طرح کافروں کے متعلق فرمایا کہ جو کفر کی حالت میں ہو گیا أُولَئِکَہِمْ لَعْنَتُہُ لَعْنَتُہُ الْعَظِیْمَہِ
کہ لعنت کثرت و کثرت اس لعنت پرستی ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ۔ اسی کے فرخندوں اور تمام لوگوں
کی لعنت مسطر ہوئی۔ اسی کی وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔
طائفہ کے احکام کو ٹھکرانے لگے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ وقت و دروان کے سوا کیا ہو گا۔

ایہا میر
کامل

یعنی سرسبز پر لعنت مسطر ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وَقَفَّضْنَاکُمْ الْبَشَیْرَہِمْ
پیشانی الخلق کہ وہ اپنی کونجی نقل کرتے تھے۔ یعنی سرسبز کی کونجی پیش حساب ہے۔ کہ
انہوں نے پرانی خلیجی حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا و عیسیٰ علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے دیگر
پیغمبروں کی نقل کیا۔ ایک دوسری حدیث میں آئے ہے کہ نبی سرسبز نے ایک دہی میں
اللہ تعالیٰ کے تین سوانید عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے ایسا کرنے

سے متعلق کیا ہو۔ انہیں مومن و مومنہ کی زبان کو بھی شہید کہہ دیا گیا۔ یہ قوم اس قسم کی عادی مجرم ہیں جتنی بھی
جس کی وجہ سے یہ مفسد اور مفسدہ بن گئے۔

یہاں پر بیشتر ائمہ نے یہ اعتراض وارد ہوا ہے کہ انہوں نے ناحق قتل کیا کیونکہ یہ
جبکہ بنی کا قتل تو جہد حق ہی ہوا۔ بنی کا قتل برحق تو ہو ہی نہیں سکتا۔ تو مفسر ہی کہہ کر اس
اشکال کا یہ جواب پیش کر رہے ہیں کہ یہاں پر ناحق کا لفظ اس لیے استعمال ہوا ہے کہ قاتل خود
سمجھتے تھے کہ وہ غلط کام کر رہے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "جو کھنت عرب سے بچتا ہے
اس شخص کو برا کہا جائے گا۔ جس نے کسی بنی کو قتل کیا ہو گا۔ میں اس کو کسی بنی نے قتل کیا ہو گا۔ دونوں قسم کے شخص
کھنت تھے۔ یہی سزا کے مستحق ہوں گے۔" میری غفلت کی مثال موم ہے۔ کہ مفسر علیہ السلام نے بنی
پہلے جن سے اسے اس مومن کو برا کہا۔ بشرطیکہ مومن میں سے ہے۔ چاروں طرف قلم کا کاروبار؟

ناواقفانہ
سے لکھنا

مفسر: یہاں بنی سہیل کی عزتیں اور ان کی ستریں یہاں کے حضور بنی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بنی سہیل کو کھانا بجا رہا ہے۔ کہ اب بھی کھانا بجاؤ۔ خدا کا تعویذ
بنی کیا ہے؟ "فَعَسَا أَتُونَكُم بَعْضُهُمْ أَمْرًا يُغْضِبُكَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"۔
معاذی اللہ! وہ انہیں اب بھی کھانا بجا رہا ہے۔ اگر تم غصہ کرنا چاہو۔ پسہ علق و احوال درست کرنا۔ تو تم
آج بھی عروج حاصل کر سکتے ہو۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کو تسلیم کرنے والے نہیں تھے۔
جس کا نتیجہ ہوا کہ ان پر عیش کے لیے عنت مسلط کر دی گئی۔ انھوں نے آیات اللہ تعالیٰ کو قتل کیا۔ اسکے بعد
دوسری وجہ یہاں فروانی: "فَإِنْ يَكْفُرْ عَسَا كُفْرًا يُغْضِبُكَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"۔ عیسائی کا معنی اللہ
تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرنا ہے۔ وہ لوگ حقوق اللہ کی بجائے اپنا نہیں کرتے تھے۔ اس کے
کسی طرح کی تعمیل کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ نیز یہ کہ "وَكَانُوا يُقْسِمُونَ أَنْ يَدْرُسُوا عَمَلَكُمْ"۔
جانتے تھے۔ تعدی کا معنی انسانوں کی جانوں اور مالوں کا تلف کرنا ہے۔ بنی سہیل کا ذوق
بھی مل چکا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ صحیح مومن کی بچوں پر ہے۔ کہ وہ وحشی اور

خدا پر مومن۔ ص ۵۴، ذک ص ۵۴، مفسر ص ۵۴

کے مفسر ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴، ص ۵۴

جیسی تیز کر ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے: (اَسْرَثَانَتْ حَسَنَاتٌ وَتَسْرَثَانَتْ
سَيِّئَاتٌ) جب تمہاری اچلی باتیں پس منگے۔ اور بُرائی سے غارت ہو۔ تو کچھ لوگوں کو تم میں جو اور
لوگوں کی طرح تیز رفتاری نہیں رہی تو کچھ لوگوں میں دو معنی جاری رہا پس برکتی ہے۔

اس کی مثال انسانی جسم کے ساتھ دی جا چکی ہے۔ جب آدمی تندرست ہوتا ہے۔ تو
اس کی زبان کا ذائقہ درست ہوا ہے۔ اسے کبھی میوہ کبھی مٹھی ہے۔ اور کبھی پیڑ کبھی مٹی ہے
مگر جب بیمار ہو جاتا ہے۔ تو اس کی زبان کا ذائقہ بھی بدل جاتا ہے۔ اسے کبھی چیرا بھی کڑوا
محسوس ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ اگر کوئی نفس پُر آدمی میں تیز کر ہے۔ تو اسے صحیح محسوس ہے۔
اور نہ وہ بیمار ہے۔

یہی اسرارِ اعلیٰ کے لوگ پیار تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بیماری میں مبتلا تھے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق
کا پاس رکھتے تھے۔ عورتوں کے حقوق کا خیال کرنے سے تھے۔ پس ملک کے انہوں نے
اللہ تعالیٰ کے موصوم نبیوں کو قتل کیا۔ جو خدا تعالیٰ کی رحمت اور انہوں کے بے نود ہوتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی کھلی مخالفت نہ کی۔ اس کے احکام کو خلیوں۔ بنائوں یا بدیوں کے
ذریعے ٹھکرا کر ان کا محبوب شعلہ خدا کی برائیوں کی تفصیلات سورۃ بقرہ۔ سورۃ آل عمران۔
سورۃ نساء۔ اور سورۃ دخان میں کہہ دی ہیں۔ ان کی برائیاں بیان کر کے سمجھاؤں کہ تیسری بیماری
ہے۔ کہ کہیں تم میں بھی قسم کی غراہیوں میں مبتلا ہو جانا۔ اور اُن کو کُتْلُوْا کَاْذِبِيْنَ فَتَالُوْا
سَيِّئَاتٍ اُولٰٓئِكَ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جا جنہوں نے کہا۔ کہ ہم نے
میں بدیہہ مارا۔ اور انکار ہی کرتے ہیں۔ اسے سمجھاؤ! اگر تم میں انہیں لوگوں کی شکست پر چڑھ
کے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ قیامی رحمت ایمانی میں جاتی ہے گی۔ اور اللہ ایمانی میں قبول ہو جائے گا۔

کو انصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو کہتے ہیں۔ اہل صابی ایک یہ فرقہ ہے جس نے مختلف ممالک سے بسنے ایسی چیزیں کو اختیار کر لیا ہے۔ جنہیں وہ اچھا سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کے پیروکار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ فرقہ عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔ مذہب پڑھتے اور کچے کی طرف مڑ کر کے غذا کو کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ لگ بھگ سی ہزار باتوں میں اختلاف بھی کرتے ہیں۔

اس آیت میں جن مذہب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ ان میں سر فرست الی بیان ہیں۔ ارشد ہوا ہے۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِتِلْكَ** وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں تمہاری پہلی صریح آیت میں وہ تمام لوگ آہستہ ہیں جو انبیاء ایمان لائے تھے۔ ان میں منافقین بھی شامل ہیں۔ کیونکہ انہیں قرآن میں لکھ دیا ہے کہ تمہارے ساتھ منافقین بھی لگا کھاتے تھے۔ نبی علیہ السلام کی مجلس میں بھی بیٹھتے تھے۔ پھر آپ کی اطاعت کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ آیتوں کی فرست میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہاں آیتوں سے مراد وہ الی ایمان ہیں۔ جو صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے رسولوں پر اس کی کتابوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس خطاب کے مصداق چھ مہی لوگ ہیں۔ جنہیں نبیائی جہان نے ایمان سے نہایت الگ کر دیا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ أَقْرَبُ۔ **وَالَّذِينَ هُمْ أَقْرَبُ** وہ لوگ جو یہودی ہونے میں بہت قریبی ہیں۔ یہودی نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا جو یہودی ہونے۔ اس میں امتیاز یہ ہے کہ یہودی ایک نسل مذہب سے تعلق نہیں رکھتا ہے۔ یہودی وہ ہیں جو نسل طور پر بنی اسرائیل ہیں۔ اور یہودی ہونے سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو اگرچہ نسل طور پر یہودی نہیں ہیں۔ مگر انہوں نے یہودی مذہب قبول کر لیا۔ قرآن قرآن کے وقت مہربان کے گروہوں میں بنی امیہ و حبشہ کے قبائل تھے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بعد اس سے بھی پہلے جب بڑے بڑے عداوت پر پیش آئے۔ تو یہ لوگ اپنے اس داخل سے عبرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ یہاں پر ہی کے تھے جو انہوں نے یہودی مذہب عملاً کھاتے تھے۔ یہ لوگ اصل یہودی تھے۔ مگر جن لوگ اپنے بھی تھے۔ جو صابا عربی نسل تھے۔ مگر یہودیوں سے متاثر ہو کر اس مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ انہیں کے

ایمان

ہذا
لاشوم

یہودیوں کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ممانی صورت کے مستحق ہیں۔ مگر وہ اس طرح
 تعالیٰ کو جہانیت سے جہز جگتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ اس کا خلق جسم کے ساتھ ہی ہے۔ اس جسم
 کو وہ مثالی اور فانی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جہانیت شعلہ کی طرح ہے۔ جو
 پھیل جاتی ہے۔ اور ٹکڑا جاتی ہے۔ یہی دیکھ کر انہوں نے نہایت ہی کاسطہ پیش کر دیا۔ کہ
 تَوْرٰنَ فَاَنْتَ حَقٌّ سَوٰی اللّٰہِ جَهَنَّمُ اہم ہرگز یہاں نہیں لائیں گے جب تک کہ
 اللہ تعالیٰ کو ظہری طور پر نہ دیکھیں۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر گروہ جیسی عزت اور
 علم کا بھی اطلاق کرتے ہیں۔

یہودی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی جڑی باتیں کہتے ہیں۔ بلکہ ان پر ضعیف نکات
 ہیں۔ قرآن کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام پر کیا کیا بتانے والے
 انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تسمت عطا کی۔ کہ آپ ہادی علیہم السلام سے تسمت کرتے تھے
 اس لیے آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو تسم کیا۔ (العیاذ باللہ) مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام
 تو حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں مٹا دی تھے کہ۔ "وَأَشْرِكُوا بِیْ آتِیَہِیْ (۱۰۰) کَا
 تَشْرِكُ" کہ یہ خدا کے ہر دور کا۔ اس لیے یہاں کو میرے ساتھ تبلیغ میں شریک فرما۔ آپ نے
 یہی تو دعا کی تھی۔ "هُوَ الْفَصْلُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ" وہ مجھ سے زبان میں زیادہ فصیح ہے۔ اسے
 اللہ میری زبان میں ملے گا ہے۔ "وَقَدْ فُصِّلَ فِیْہِیْ" اسے میرے سامان بنائے جو میری نصیحت
 کرے۔ کیسے فرما اسے میرا وزیر بنائے۔ ہم ہی کو تیرے برائی کی تبلیغ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 "أَوْ تَبِیْنَتْ سُوْرٰتُکَ یٰعِیْشٰی" اسے کوئی چیز سوال پوچھ کر دیا گیا ہے اصل بات تو یہ ہے
 مگر یہ بات کہ یہودی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا۔

یہودیوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نہیں مانتے بلکہ وہی
 مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی آدمی نہیں ہوتا ہے۔ مگر وہی نبی سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔
 اس میں تعجب الی اللہ کہ وہ زیادہ عقار میں پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ عقیدہ بالکل باطل ہے۔

ہمراہ تھا۔ چنانچہ اس میں کی نسبت سے اس گروہ کو نصرانی کے لقب سے لقب کیا گیا ہے۔ باطل ہی
عربوں میں ہزاروں کی نسبت کر کے منی کہا جاتا ہے۔ یا کسی کو کسی باغی و غیرہ کے نام سے پکارا جاتا
ہے۔ اور شراہم۔

نصرانی کے
عقائد کا بعد

نصرانی بھی عجیب و غریب عقائد رکھتے تھے۔ جیسی میں اسلام کے خلق ہی کا عقیدہ باطل و جڑ
بنا ہے۔ آج کل کے کسی پارس نامی ایک شخص کے بتاؤں گے جو سنہ ۱۰۰۰ء میں بنی ہجرت کا مبلغ
تھا۔ اس نے دیں کی کا باطل حیران بخاں کیا۔ اس نے بھی یہاں تک کہ اس طرح غریب کی جس طرح
قدوس بنی نے دیں ہاں ہم کو بخاں دیا تھا۔ عرب قوم تقریباً دو ہزار سال تک حضرت جبریل علیہ
حضرت امین علیہ السلام کے مذہب پر قائم رہے۔ سنہ ۱۰۰۰ء تک یہ قریباً پست سے ستر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً ساڑھے چار سو سال قبل اس شخص نے عربوں میں بہت سی
کار فرما دی تھی۔ نتیجہ یہ کہ مذہب قرآن کے وقت اسلام میں غرق ہو چکا تھا۔ چنانچہ کہ
خدا کے بعد کے مذہبوں کو اسلام پرست رکھے ہوئے تھے۔

پارس نے یہی سب کے ساتھ بھی یہی ہی سوچا کیا۔ جیسی میں اسلام کو خدا کا بندہ اور رسول بننے
والے لوگ آہستہ آہستہ ختم ہو گئے۔ اور ٹیلیٹ کا سکدان میں دواج پا گیا۔ آگے صرف عقائد میں
آ رہا ہے۔ کہ انہوں نے قرآن اقلد ثابٹ ثابٹ کا عقیدہ بنایا اور اس طرح قرآنی میں
جستہ ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے چار گروہ بنائے۔ عربوں میں وقت کے کچھ لوگ اور بدعت
دوسری گروہ شرک میں۔ عدویں میں سے کوئی بھی قریب پر قائم نہیں رہا۔ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام
کو خدا یا خدا کا بیٹا یا تیسرا خدا یا اس کے لئے کہا۔ انہوں نے یہ عقیدہ بھی قائم کر دیا کہ خدا جیسی خدا
میں معنی کر گیا ہے۔ یہودیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ خدا کچھ گھڑے میں حمل کر گیا ہے۔ اس طرح
کا باطل عقیدہ مسلمانوں نے وضع کر دیا۔

مسیحی عقیدہ کا سبب گفتگو اب یہی رکھتے ہیں۔ کہ صوفیائے کرام کے بارہ فرقے
ہیں۔ ان میں سے دو فرقے مرثوہ ہیں۔ اور باقی دس فرقے مشرک ہیں۔ دو مرثوہ فرقے ہی رسول

ہائے نفوس ہیں۔ وحدت الوجود کا عقیدہ بھی انہی لوگوں کا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
جہ سے ہے اور داخل ہو گیا ہے (الہیات باطنیہ) قرینہ خالص یہ لوگ بھی اس قسم کی باتوں کی گواہی
ہو چکے ہیں وائشاشیلین اور صابو۔

مصری کرم فرماتے ہیں کہ صابو کا نام ظہم معنی ہے وہن ہے یعنی اگر کوئی شخص ایسا
ہو جو بڑا کر دیکھ کر وہن میں داخل ہو جائے تو اسے صابو کہتے ہیں۔ اس بنا پر جو کچھ مصری کہیں
صنوبر صلی اللہ علیہ وسلم کا صابو کہتے تھے۔ یعنی انہوں نے پانا، وہن چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے
تہم میں متہم ہیں صابو فرقہ کا ذکر ہے۔ مصری نے اس کی بہت سی تفصیلات بیان کی
ہیں۔ شاہ عبد مزید لکھتے ہیں کہ اس فرقہ کے چرواگوں کا عقیدہ ہے کہ
تیلک نفی اور سعادت حاصل کرنے کے لیے انسان کسی نبی کا متبع نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ
روحانیات اور فرشتوں کے ساتھ رابطہ قائم کرے تو اس کے لیے بھی کافی ہے۔ انہیں سے
انسان فیض حاصل کر سکتا ہے۔ یہ لوگ مختلف قسم کے میل پانے میں مشغول رہتے ہیں۔ باب
سادس اور خانہ کے ہم کے میل پانے کا ہے۔ جس طرح ہم لوگ قبل کی طرف منہ کر کے کھاتے
ہیں۔ یہ لوگ منہ ان کو گردہ ہتھکتے ہیں۔ انہیں قید تصور کرتے ہیں۔

اس فرقے کے حلقہ بھی ملے۔ مگر یہ تین خانوں میں پڑھتے تھے۔ اس نذر میں صابوں کے
جانتیں پھر پڑی اور پچھلوی ہیں۔ پچھلوی میں تین خانوں کے قال ہیں۔ ان کے جیسے لوگ نذر میں
پڑھتے ہیں اور بعض صوفی ایک۔ یہ سب گمراہ فرقے ہیں۔ اسی طرح پھر وہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر وہ
خدا کی کوئی حقیقت نہیں سمجھ نذر وہی اور سعادت سمجھ کر لیتی۔

صابوں کی تدبیر بہت سی تفصیلات میں ہیں۔ مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ مرنے کو کوئی شخص
بغیر مٹا ہے۔ تو اس کے لیے غسل ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے وقت اگر کو
غسل نہ کرے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ٹونٹ اور پچھلے وہ جانے کے وقت کو بھی بدروں کی طرح
حرام سمجھتے ہیں۔ یہ پناہ اور باقی کوئی مراء سمجھتے ہیں۔ یہ بھی۔ یا نہ میل یعنی سانپ کی مانند میل
بھی ان کے ہاں حرام ہے۔ یہ لوگ غریب کو مال نہ ہاڑ سمجھتے ہیں۔ مٹا ہونے کو حرام گردانتے

نہ تغیر غازی غازی صابو۔ تغیر غازی صابو۔ نہ تغیر غازی صابو۔

ہیں۔ حلاق کے متعلق ان کا شرعی مسئلہ یہ ہے کہ عکبر وقت کی عبادت کے بغیر حلق واقع نہیں ہوتا۔ اسی کے ہاں ایک سے زیادہ علاج میں ہاتھ نہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں صرف ایک عادت سے ہی علاج ہو سکتا ہے۔

شاہ عبد العزیز برصغیر کے صاحبزادوں کے مختلف ہیئتوں کی شکل و صورت کا بھی تذکرہ کیا ہے مثلاً وہ فرماتے ہیں: اگر یہ لوگ طبعاً مرنے والے ہوں، تو ان میں تینوں پر بھی سیکل بندتے ہیں۔ عقل کا سیکل لگ کر ہوتا ہے۔ نبات کا ایک، اسی طرح صورت کا سیکل بندتے ہیں۔ اور پھر نفس کا سیکل لگا کر بندتے ہیں۔ عقل نبات کا سیکل سدس شکل کا ہوتا ہے۔ اور مشرقی کا سیکل مشرقی شکل کا۔ آفتاب کا سیکل مربع شکل کا ہوتا ہے۔ اور مہتاب کا سیکل منحنی منحنی شکل کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ قیامت کا باطل انداز کرتے ہیں، اس کی بھلے ہی کا عقیدہ یہ ہے کہ چھتیس ہزار چار سو پچیس سال کا ایک دور ہوتا ہے۔ جب ایک دور ختم ہو جاتا ہے، تو پھر برزی لوح کا ایک ایک چٹا پید ہوتا ہے۔ مثلاً انسان، چھوٹا پند، بگڑتے ہوئے دھنڑہ، بڑھاپا، ایک ایک چٹا پید ہوتا ہے۔ جس سے آئندہ نسل جیتی ہے۔ اسی کا عقیدہ ہے کہ ہر دور دو جب تک کہ وہ دور ہے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا ہے کہ اس کے بعد یہ تنازع کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور پھر دوسرا دور شروع ہو جائے گا۔ علی بن ابی طالب۔

حضرت ابو بکر علیہ السلام کے زمانے میں کلا نیوں کی ایک بہت بڑی تہذیب گندی ہے اس کا مرکز اہل شرق تھا، جو کہ گویا سیکس ایک سویل کے رقبے میں پیدا ہوا تھا یہ مشرقی دنیا سے قریباً مشرق سویل دور تھا اس سے پہلے آئندہ اہل کی تہذیب کا دور دورہ تھا۔ وہ ختم ہوئی ہو کر کلا تہذیب کو عروج حاصل ہوا۔ تینوں کے متعلق کہیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر علیہ السلام کو بھیجا تھا آپ وہاں تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ مگر مجاہد جو کہ وہاں سے عہد کی اور شام و فلسطین کو مرکز بنایا۔ پھر خاند کعبہ کی تعمیر کے لیے حکم مقرر کیا۔ تو صحابہ کی طرح یہ کلا نی کی متعدد دور و عبادت کے قابل تھے۔ اور ان کو قبلہ بنا کر ان کی طرف سجدہ کرتے تھے

منہجی تصانیف

حضرت مولانا حبیب الرحمن مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ دنیا میں دو قسم کے مذہب ہیں۔ ایک جنہی اور دوسرا صابی۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک صابی دھرم تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد وہ منہجیت شروع ہو چلا۔ اب منہجیت کی آگے تین شاخیں ہیں۔ یعنی مہکان، یسود اور نصاریٰ۔ ان میں سے صرف مہکان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دھرم (مہکان) پر قائم ہیں۔ باقی دونوں گروہ اصل دھرم سے ہٹ چکے ہیں۔

دوسرا یسوی سے پہلے جو صابی گروہ تھا۔ وہ اب بھی موجود ہے۔ آگے اس کی بھی تین شاخیں ہیں۔ یعنی کوس، جرجی اور دھو۔ ان کیسوں کو زیادہ تر اراج برائی میں مبتلا دیا گیا ہے کہ ان کی تہذیبیت مسلم ہے۔ تاریخ کی ایک مشہور کتاب ایرانی احمد ساسانیوں میں موجود ہے کہ کوس کی بھی دو شاخیں ہیں ایک کا نام اراج ہے۔ اور دوسری کا نام۔ قدیم زمانے میں ایرانی کے بادشاہ فریدون کے وہ بیٹے اراج اور کوس تھے۔ انہیں کے نام پر کوس کی دو شاخیں پھیل گئیں۔ کجری بھی دراصل ان کا تھے۔ مگر ہندوؤں کی طرح انہوں نے بھی مذہب کو بگاڑ دیا۔

حضرت علیؓ کی روایت میں آتے ہیں کہ ابراہیموں کے کسی بادشاہ نے اپنی مین کے ساتھ لڑا کیا۔ اور پھر شے جان فروریٹنے کے لیے وقت کے ملا۔ کہ ساتھ دیا۔ خود غرض منہجیوں کو عالموں نے بادشاہ کے حق میں فتویٰ دے دیا کہ ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ کہ ان کو آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھی تو اس کے ساتھ حق جاتا تھا۔ کہ ابراہیمیت میں اس قسم کی بے حیائی بھی دراصل حق لوہاں کے ساتھ علیؓ کی جانتے بگھتے ہیں۔ ابراہیموں کی دوسری شاخ برہمن ہے۔ جو ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور شریعت بگاڑ دی۔ جو جین اور جہاں میں اب بھی یہ سب کی سب صابی امتیں ہیں۔

ایمان دہ

ان چار گروہوں میں اپنی ایمان، یسود، نصاریٰ اور صابی کا ذکر کر کے اب وہ اصل بتاتے جا رہے ہیں۔ جس پر عمل پیرا ہو کر نجات حاصل کر سکتی ہے۔ تو فرمایا ان چاروں گروہوں میں سے مَنَ اَمَنَ یا اللہ! جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لیا۔ جس کوئی شخص کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتا ہو۔ کہتا ہوں کہ اگر وہ کلمہ جو۔ بدترین قسم کا کلمہ ہو۔ مگر اس نے صدقہ رک سے توبہ کر لی۔ اور

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لے آیا۔ تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اور وہ نجات حاصل کرے گا۔
 ایمان میں صحت اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان و امانی نہیں۔ بلکہ اس کی صفت۔ اس کی قدرت پر
 و عزتیت اس کے بڑا جہیزم السلام اور اس کے فرشتوں پر بھی ایمان و اعتقاد ہے۔ اس کے
 بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے توبہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ
 خدا ہی نہیں بھگتا یا حکم جاری نہیں کرتا۔ تو وہ کافر و کاتب۔ اس شخص اگر بغیر توبہ کے مر گیا۔ تو وہ
 جہنمی ہے۔ نبی بھیجا۔ حکم جاری کرنا۔ ختم حیات دینا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت میں سے ہے۔
 اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا اندھ بھی دیکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کا اعتبار ہے۔ ختم
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر ہمتانے والی مخلوق ہے۔ یہ طبعیت اجسام والی فانی پاک اور مشرق
 مخلوق ہے۔ ان پر ایمان و ایمانی ضروری ہے۔

ایمان و آخرت

فرمایا ایمان حاصل کرنے کا اور صراطِ قانون ایمان و آخرت ہے۔ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 یہ وہی دن ہے جس میں جان کا آخری دن (LAST DAY OF THIS WORLD) ہو گا۔ یہ دن
 سال کے اس دن میں تمام مخلوق کا حساب کتاب ہو گا۔ اور اس کے بعد دوسرا اور مشرق
 ہو جائے گا۔ گویا قیامت کے دن کو انسانی دنیا ہی تمام ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ جو
 شخص بد بخت ہو گا۔ انکار کرے گا۔ وہ بھی عجز میں داخل ہو جائے گا۔

ایمان و آخرت

ایمان و آخرت ایمان و آخرت کے بعد تیسرا قانون و عقیدہ صراطِ قانون ہے۔ یعنی قیامت
 کا حق دار وہ شخص ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے حق پر ایمان لائے کے ساتھ ساتھ اعمال
 صالحہ بھی انجام دیتا ہو۔ بعد وصیت ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر اہل صراطِ
 و عدل و آخرت کے ساتھ ایمان بنیادی اہل میں شمار کرتے ہیں۔ آخر کار ایمان
 اور ایمان و آخرت کے ساتھ ایمان بنیادی اہل کو بھی انجام دیں گے۔ ان کے عقیدے فرمایا خدا
 حَسْبُ نَفْسٍ يَمْسِكُ رَبِّهِمْ أَنْ كَرَاهٍ كَيْفَ يَكُونُ لَكَ أَنْ يَكُونُ لَكَ أَنْ يَكُونُ لَكَ
 كَيْفَ يَكُونُ لَكَ كَيْفَ يَكُونُ لَكَ أَنْ يَكُونُ لَكَ كَيْفَ يَكُونُ لَكَ كَيْفَ يَكُونُ لَكَ كَيْفَ يَكُونُ لَكَ

پر تلخیں ہوں گے۔ یہ کہہ دیا ہے میں آج ہے۔ کہ قیامت کے دن سب لوگ خوفزدہ ہوں گے۔
 مگر یہ نہیں اور حاجتی ہوگا۔ اور خوفزدہ ہر قسم کے خوف سے بچ جائیں گے۔ بعض اوقات دنیا میں بھی
 بعض نیک لوگ کو مصائب برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ اور وہ طویل و عرصہ سے دوچار ہوتے ہیں
 مگر یہ مدد بھی میرے ہے۔ نیچے کے اعتبار سے بے لوگوں کو خوف نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ حضور اسے دن
 کے حلقہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَيُخَوِّضُهُمُ الْفُتُوحُ** اور کئی بڑے بڑے دن کی گھبراہٹ
 بھی انہیں خوفزدہ نہیں کرے گی۔ اللہ ان کے دل کو سکون کی دولت سے نوازا کرے گا۔
وَسَلَفُهُمُ الْعَالِيَةُ فرشتے حقائق کریں گے تو انہیں قتل دیں گے۔ کہ گھبراہٹ
 اب تمہارے لیے امن ہی امن ہے۔ اور اللہ بھی کوئی خوف نہیں ہوگا۔ کہ ہم سے کسی دولت
 کوئی نعمت چھین جائے گی۔ یا کوئی تحیث پہنچے گی۔ اور لوگ دنیا میں الجھتا رہے گئے نہنے کسی
 عمل پر بھی تلخیں نہیں ہوں گے۔

الغرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نجات کا یہ قانون کہہ دیا کہ نجات کسی خاص
 فرقہ یا گروہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ یہاں کا دعوہ ہر دین و ملت کا۔ کوئی عیسائی مذہب
 رکھتا ہر مادیانہ نجات کے لیے دعوہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے آخرت
 کے دن پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیروں کا کہنا کہ فرشتوں پر ایمان لائے۔ اور اعمال صالحہ
 انجام دے۔ اس کے بغیر نجات نہیں ہے۔ ہر گروہ اپنے ہی فرقے کو افضل اور حق پر کہتا ہے
 مگر نجات کا دعوہ ہر کسی قانون پر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنوایا۔ اُس کے قانون کی مراد و تشریح
 کہی ہے۔

آلۃ
در بیت دہشت

القبۃ
در بیت دہشت

وَاِذَا اخَذْنَا مِنْكَ لَكُمْ وَرَقْنَا فَوَيْلٌ لَّكَ مِنَ الْعُقَاۃِ اِذَا مَا اتَيْنَكَ
بِقُوۡتٍ وَّاَذْكُرُوا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوۡنَ ﴿٢٠﴾ اَلَمْ يَكُنْ لَّيْسَ مِنْ قَبْلِكَ
ذِيۡنَ اَلْقُوۡتِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُوۡنَ وَرَحِمْتُ لَقَبَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوۡنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور اس وقت کہ یاد کر جب تم سے پہلے محمدؐ، اور میرے قبیلے
پر طوفان برپا کیا۔ جو کچھ میرے قبیلے میں تھی اسے یاد کر اور یاد کر جو کچھ میں
سے یاد کر تھی میں جانوں ﴿۲۰﴾ پھر تم اس کے بعد پھر گئے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور
اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاتے ﴿۲۱﴾

ان آیات میں بھی بنی اسرائیل کی غزایوں کا ہی ذکر ہے۔ اس سے پہلے ہیست میں قانون
نجات کی تفصیل بیان کی گئی تھی کہ نجات کسی خاص فرقہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس کا
دار و مدار ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور اعمال صالحہ پر ہے۔ آیات مذکورہ میں بنی اسرائیل کی توبہ
اس وقت کی طرف دہلی ہو رہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر کاتب میں
تمہیں شے دے گا تو اس کے احکام کی پاسداری کرو گے۔ مگر وہ کہنے لگے کہ یہ احکام تو بہت مشکل
ہیں ہم سے عمل نہیں ہو سکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈانٹنے کے لیے ان کے سروں پر کھڑکے
کو کھڑا کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَإِذَا اخَذْنَا مِنْكَ لَكُمْ اس وقت کہ یاد کر جب
ہم نے تم سے پہلے محمدؐ کیا۔

مصر بنی کریم قرآن سے یہی کہ جب بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات حاصل ہو گئی۔ فرعون نے
اس کے قلم اٹھوا دیے۔ تو بنی اسرائیل نے خود ہی بری چیز مسلم سے فرعون کی کہ جاسے
یہ کوئی شرعیست مقرر کر دے جس کی ہم پابندی کریں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کو

بنی اسرائیل
کا

قوت عطا فرمائی مگر وہ ظہرِ عمر کے چند بہانوں سے اس کے احکام کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اور تو انہوں نے قوت کے نزاع میں اللہ پرستوں پر خشک و خشک کاٹھا مارا کیا۔ اور آخر حاصل یہ کیا کہ ہم اس کتاب پر ایمان دینے کیلئے تیار نہیں جب تک خود اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق نہ کرے۔ مگر یہ اس کی عطا کردہ کتاب ہے چنانچہ جوئی علیہ السلام شہر آدمیوں کو اسے کر کو ہوا پر لگے۔ اس لوگوں نے اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام نہ سنا اس کے باوجود گناہی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دی بھلی آئی اور سب کو حاکم کر لیا۔ یعنی علیہ السلام نے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں زندہ کی عطا کی۔

مفسرین کو کہہ بیان فرماتے ہیں کہ سب کچھ ہوتے کے باوجود طور سے وہیں آئے اپنے لوگوں نے اپنی قوم سے کہا کہ خشک اللہ تعالیٰ ہم سے جھگڑ رہا ہے۔ اور اس نے کہہ دیا کہ کتاب میں ہے ہی وہی ہے۔ مگر اس کے قلم احکام پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس قدر تم جھگڑو۔ اس پر عمل کرنا اور بالی کو چھوڑنا چاہنا انہوں نے خود ہی فطر کر دیا۔ کہ قرآن کے جملہ احکام کو بہت مشکل میں لے آجائیں مگر اللہ تعالیٰ پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور انہوں نے صریح حکام کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جی سر نبیل سے اس کتاب پر عمل کرنے کو پختہ حکم کر دیا تھا۔ چنانچہ یہی کو فرمایا گیا ہے۔ وَاِذْ نَحْنُ نُبَيِّنُ الْقُلُوبُ

فَرَاوَا ذَرَفَتْ قُلُوبُهُمْ لِحُكْمِ الْمُسْلِمِ اور ہم نے تمہارے دل کو چھوڑ دیا جیسا کہ انہوں نے ظاہر ہے۔ مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور پر ان کو احکام ان کے سامنے پر سامنے کی طرح کھڑا کر دیا تھا۔ اپنی طرف انک صورت حال جی کہ چھوڑ گئی وقت جی ان پر اگر کہ جی کو چھوڑ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے جی سر نبیل سے پوچھا کہ تم قوت کے احکام پر عمل کرو گے یا نہیں تو انہوں نے عہد کیا کہ ہوا کریم؟ جسے یہ نصیحت ملے۔ ہم دہرہ کہتے ہیں کہ تیرے احکام پر عمل پیرا ہوں گے۔

مفسرین کے بعض مفسرین کہ نصیحت کی مختلف آوازیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

کسی غیر مسلم کو اسلام میں داخل کرنے کے لیے قہر جبر و دھمیں۔ البتہ فی الجملہ اسلام میں جبر ہے۔ جو قانون طہنی کا مطلب ہو گا۔ اس پر جبر بھی ہو گا۔ بنی اسرائیل پر پیدا و مسلح کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ جو عہد کیا تھا اس کی پابندی کرو۔ مگر یہ پیدا و شہادت سے لڑا دیا جائے گا۔ تو ذرا میں قہر و انصاف کرتے ہیں کہ اگر تم نے عہد کی پابندی نہ کی تو قتلا و دھمیں نہیں بنے گا۔

اگر قانون کی پابندی کے لیے جبر کو جبر فی الدین کہہ دیا جائے۔ تو سارا اسلامی دہم و جبر ہو جائے گا۔ حدود و تعزیرات کا سلسلہ بند کرنا پڑے گا۔ جب کسی مرد کو سر دیکھنے کی۔ تو وہ جبر سے رک دلی مینے لگے گا کہ اس پر زیادتی ہو رہی ہے۔ اسے جبراً کوٹنے لگے جائے ہیں یا اسے جبراً قید میں ڈالا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس پر جبر نہیں ہو گا۔ بلکہ قانون کی عظمت و ہستی پر تعزیر ہو گی۔ انگریزوں اسلام میں داخل کرنے کے لیے کسی پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ قانون کی پابندی کرنے کے لیے جبر ضروری ہو سکتا ہے۔

مشکلات کے اٹھانے کے زمانہ میں سلطان سلیم نے عیسائیوں کی سازشوں سے شک اگر حکم دے دیا کہ تو کی غلطی میں غلام عیسائیوں کو جبراً مسلمان بنایا جائے۔ اس زمانے کے شیخ الاسلام کو اس حکم کی خبر ملی۔ تو ذرا سلطان کے پاس چلتے اور اس سے حکم کے متعلق مراد پوچھ لیا۔ سلطان نے تعبیر کیا کہ اس نے عیسائیوں کی سازشوں سے شک اگر یہ خواہش کیا ہے۔ تو شیخ عاصم بنے وہ مذکور انعامیں سلطان سے کہہ کہ آپ کو بخیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا۔ خدا ہے : *وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا* کہ دین میں سرکش ہے۔ غلط ہے غیر مسلموں پر جبر کرنا ہے۔ یہ کہ وہ اسلام میں داخل ہوں۔ سلطان بت کر کھ گیا اور اپنا حکم واپس لے لیا یہ بت کر کے کہ تو سارا دینا کو سہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ انہوں نے اس کی پابندی کا انکار کیا تو ہتھکان لگا کر خدائے تعالیٰ نے فرمایا : *وَأَن تَقُولُوا نَحْنُ صٰدِقُونَ* جو کچھ جو کہے رہا ہے۔ اسے صہری سے چڑو۔ اسکا کہنا کہ اس کا مطلب ہے کہ اسے تعبیر کرو۔ اس پر ایسا دوا۔ اور پھر اس کے مطابق عمل کرو۔ مصلحتوں کا نام درست ہیں۔ اگرچہ اس کا شش اور ہفتائی کے ساتھ اس کا

پڑھنا پڑھنا، لیکن حکم، اس میں مذہب، فرائض کی پابندی کی ترقی اور جملہ اقدار کے بحال رہنے اور جتن تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے۔ جن کتاب کو مغربیوں سے پڑھنے کا صاحب مضبوط باخبر سے پڑھائیں۔ بلکہ اس کے قوانین پر کئی کے ساتھ غور کر کے۔ جس قدر قابل غور اور اصلاح سے کام نہیں لیتے گا۔

تقریباً کی پابندی

استحکام کا کتاب کے بعد وہ صحیح فہم پر فہم اور آواز کو آواز کے جیسو اور ہم اس میں ہے اس کے یاد کرو۔ یعنی اس کو پڑھتے پڑھتے۔ جو یہ قرآن پاک کا قانون خداوندی ہے۔ سنت، رسول اس کی شریعت ہے۔ مگر آج کتنے لوگ ہیں جو قرآنی سنت سے بغض ہو رہے ہیں۔ اس آیت میں جی اس میں اصل کو غلط کر کے بات ہیں کہانی یا رہی ہے۔ کہ جو کچھ قرآنی پاک میں قانون انزل ہوا ہے۔ اسے یاد کرو۔ اس کو خود فرمودہ اور دوسروں کو پڑھاؤ اس کی تفسیر کرو۔ تاکہ قانون کی تفصیلات عام آدمی تک پہنچ سکیں۔ جس طرح ایک عام و عمومی حکومت کے قانون کی تفسیر ضروری بھی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قانون قرآن پاک کو عام آدمی جانتے فرائض میں داخل ہے۔

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ حاکم وقت کو اپنی رعایا پر اس طرح مہربان ہونا چاہیے۔ جیسے کوئی باپ اپنی اولاد پر ہوتا ہے۔ ایک باپ کی یہ انتہائی لڑکھنوی ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بھی تربیت کرے۔ ہر شریعت انفس باپ ایسا ہی چاہے گا۔ بلکہ باپ تو بڑا ہند کرے گا۔ کہ اس کا بیٹا اس سے زیادہ ترقی کرے۔ اسی طرح حاکم کو بھی اپنی رعایا کی تربیت اور تعلیم کرنی چاہیے۔ اور اپنے قانون کی خوب تفسیر کرنی چاہیے۔ تاکہ رعایا کا کوئی فرد اس سے ناواقف نہ رہے۔ اور قانون پر عمل پیر ہو جائے۔ اب اگر حاکم خود اپنے قانون کی پابندی کرے گا۔ تو رعایا بھی اس پر کاربند ہوگی۔ اور اگر وہ خود پابندی نہیں کرتا تو وہ دوسروں سے کیسے پابندی کرائے گا۔ جو شخص خود ناخوش و ناخوار رہا کہ ہے وہ دوسروں کو بھی اور بھائی کو کیا دے گا۔ جو خود جا بھگتا ہے۔ وہ اور کس طرح دوسروں کو کیسے سزا دے گا۔ غرضی حاکم فرائضوں سے کیسے

سنچنے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ حاکم اپنے خود قانون کی پابندی کرے اور پھر دوسروں کے قانون کے ساتھ پابندی کرانے۔ اس کے بعد جو کوئی قانون شکنی کرے اسے سخت توبہ فرمائے۔
 قرآن کا ذکر اہل حق و عین حق میں ہی ہو گا۔ یہاں تک کہ یہاں تک کہ اس کے بڑھنے کے لیے وسائل بھی مہیا کرو۔ اس سے قہر کرنا، عقوبت کرنا، تاکہ یہ خاص و عام اس کی قیادت سے مستند ہوں۔ اسے ملے ہوئے چاہیے کہ جو قانون بہترین قانون ہے، اس دستور سے بدلو کر دینا اس کوئی دستور نہیں، حضرت مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ نے اپنی قانونی مجلس کا ہے کہ میں یہ شریف جندوں اور اس کے غیر مسلموں کو جمع کرے کہ اگر وہ اپنی دیکھ بھال کے ساتھ جو کر کے تو اسٹیم سے بہتر کوئی قانون نہیں پائیں گے۔ لہذا میں تمیں دعوت دیتا ہوں کہ جس طرح میں نے اس دستور کو جنوں کر دیا ہے۔ آؤ تم بھی اسے لے لو۔ اس طرح چاہا کہ اس سے بدلو کر کوئی ضابطہ حیات نہیں ہے۔ واکٹر کو اہل حق و عین حق کا ہی صاحب ہے۔

وہ اکون سے چہرہ نہیں، جو اس دنیا میں نہیں رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَرَدَّ قَسْرًا لِّوَالِدَیْہِ" کہ ان کے قریب تک نہ جاؤ، مگر آج آپ کے سامنے کیا کیا واقعات پیش ہو رہے ہیں، چھوٹی بھینسوں کے ساتھ ذابا لہجہ اور پھر انہیں دمک کر دینا ایک نام معمول بن چکے ہیں، جن سڑکیں پر اس قسم کے واقعات پیش آتے ہوں۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہوگی، اللہ تعالیٰ کا غضب ہی آگے ہے، اور میں اس میں کیا ہوا، پڑے دو کروڑ انسانوں کو جاکر کر دیا گیا، ہنسہ بڑے انسانوں کو انٹوں سے باندھ کر کئی گھنٹی تک کھینا گیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ سڑک کی طرف دھکی کر دیتے تھے یہ لوگ انسانیت کے دشمن تھے، جس معاملہ سے میں اس قسم کے خبر ہوتے ہوں اور ان کے خنداں کو کوئی بندوبست نہ ہو، اس سے کیا توبہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ غریب دنیا کے سامنے آجائے گا۔

قرآن مجید پر اس کتاب میں جو دے ہے، یہاں تک کہ اس کا فائدہ ہو گا، لَکھ لَکھ شُکْرُ کو تم ملے گی، اگر انسان کا عقیدہ صحیح ہو، تو ان پاک کو پڑھنا پڑھنا ہے، ذہین تعینا، انہما ہوتا ہے، تو سفیروں کی خدمت میں شامل ہو جائے گا، اور تقویٰ ایک ایسی چیز ہے۔

جس کو اختیار کرنے سے شریعت کے احکام کی تعمیل انسان کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن پاک کا عُدُوّ الْفِتْنَةُ ثَوْنِیْنِ کے عقب سے عقب کیا گیا ہے۔

عمر شریف کی وضاحت

فرمایا ہے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ سے اپنے خدا کو منکر کرنے کے بعد فِتْنَةُ ثَوْنِیْنِ ثَوْنِیْنِ اَنْفُسِهِ ذَلِیْلٌ قَمِیْسِ کے بعد اس عہد سے چھڑ گئے۔ اسے بار بار تاکید اللہ تعالیٰ نے چھڑ بھی کر پر ہمدانی کی در قیس موقع دیتا، ہاں کہ تم اپنے خدا کی پابندی کر سو، حتیٰ فریاد بھی موقع بھی دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن پاک میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی حیدر اسلام بھی آپ کا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ایمان کے عہد کرتے ہوئے "وَسَلُّوا بِمَا اسْتَلْزَمَتْ مَعَكُمْ قَالِیْعًا مَعَكُمْ" اس چیز پر ایمان سے آداب میں سے نازل کی ہے یعنی قرآن پاک، جو کہ اس چیز کی تصدیق کر لے۔ جو پہلے سے تھا اسے پاس ہے۔ یعنی قرآن اور دیگر کتب کا یہ۔ لہذا اب بھی موقع ہے کہ ایمان لے آؤ "وَلَا تَسْخَرُوا آٰیَاتِیْ" کہ یہ ہے اللہ اس کے ساتھ اور میں کوئی کرنے والے نہ جو اگر یہ کر دے تو اسے دلی نہیں بھی تم سے ہی نقص قدم پر چل کر نہ دوست سے بھٹی۔ ہیں گی۔

فرمایا اس کے باوجود تَسْخَرُوا قَفْیُکَ لَقَدْ خَلَقْنَاکُمْ وَارْحَمَیْکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْا اٰیَاتِیْ فَتَحْبِبْکُمْ اِلَیْہِ فَاَتَمِّیْکُمْ بِرَحْمَہِیْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

لا فضل اور اس کی رحمت، اسے شامل حال نہ ہوتی لَسْکُنْتُمْ مِّنَ الْمُتَسْبِحِیْنَ اَرْقَمِ لِقَاصِیْ اَللّٰہِ دِلوں میں ہوتے، قرآن پاک جو جاتے در قیس در بارہ موقع بھی دیتا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ وہ تمہیں بار بار موقع دے رہا ہے۔ کہ اب بھی کچھ جادو اور جادو پر آمناؤ۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری کہ آریوں اور غلیبوں کی طرف دیکھے تو قرآن پاک کر کے نہ تو یہ کام موقع بھی نابل سکے۔

مشرقیوں کو بلکادیو کہ دو جموں کا وہ نہ پائیں گے۔ بلکہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے مغربی امت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔ لیکن جو جمہور تمام انہیں سے زیادہ فضیلت والا وہی ہے۔ آپ نے مسند ابی یوسف کا حوالہ دیا، یعنی یہ وہ ہے جو ہے۔ اور وہ اختیار کیا وَالشَّعْرُ ذِي جُنْدٍ كَذِبٌ اور خدا نے اس کے بعد صلی اللہ کا وہ منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی مذہب اختیار کرنے اور اٹھا کر وہ پہنچے۔ بہتر وہی منتخب کر لیں۔ اور انہوں نے یہ پیام پڑھ لیا۔ جو جو کو منتخب دیا۔ جو کہ مشرانوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہودیوں نے جھٹلے گاویں اس سے اختیار کیا کہ کائنات کی تخلیق ہفتہ کے روز شروع ہوئی تھی۔ اس لیے ان کے ہاں یہ سب بہتر کہہ دی گئی۔

یہودیوں کا وہ
مشکل

جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کا وہ خاص عبادت کے لیے مقرر کیا تھا اور اس روز دیگر ہر قسم کے کام کی ممانعت کر دی تھی۔ مگر یہود نے اس حکم کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ اس خلاف ورزی کی تفصیل قرآن پاک میں کئی ایک احکامات پر آئی ہے۔ تاہم سورت احزاب میں ایک پارہ دکھائی ہے۔ اور اس پر ہفتے کے روز تعویذ کرنے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ بکھر و غلام کے گناہے واقع ہوئے ہیں۔ ہفتے کے روز ان کے مطابق اسی سبب کا نام آتا تھا۔ جسے آج کل ہفتہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو عربی ساعی لوگ تھے۔ ان کا پیشہ عام طور پر بھی گیری تھا۔ تاہم انہیں ہفتہ کے علاوہ باقی چار دنوں میں چھلیاں پکڑنے کی ہم اجازت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا امتحان لینا چاہا کہ یہ لوگ کس مذہب میرے عظیم کی پابندی کرتے ہیں۔ لوگوں نے منہ بولا دیا کہ ہفتہ کے روز بہت زیادہ چھلیاں نظر آتی تھیں۔ جب کہ باقی دنوں میں خلل خالی ہی پکڑی جاتی تھیں۔ تو انہوں نے زیادہ تعداد میں چھلیاں حاصل کرنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ منہ کے گناہے عوض بنائے۔ جس میں ہفتے کے روز منہ کا پانی چھڑا دیتے۔ جب بہت سی چھلیاں ان حضروں میں جمع ہو جاتیں۔ تو انہیں بڑے دکھائیتے تاکہ یہ چھلیاں دوسروں میں نہ بھلی جائیں۔ چنانچہ وہ لوگ ہفتہ کے روز دقت چھلیوں کو نہ پکڑتے بلکہ انہیں حوض میں جمع کر کے رکھے۔ روز بھی انہیں کوڑ کر پکڑ لیتے۔ گویا اس طرح وہ جلد سازی سے احکام الہی کی خلاف ورزی کرتے۔ جب ان سے کہا گیا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے روز چھلیاں پکڑنے سے منع کر

دیکھا ہے تو ایسا کیوں کرتے ہو۔ تو وہ کہنے کو ہم بھٹکے کے روز نکال نہیں کرتے بلکہ اگلے روز کرتے ہیں۔ لہذا یہ کوئی اختلاف دینی نہیں ہے۔

نہ وہ عورت نہ اپنی تعمیر میں نکلے میں نہ کہ یہ لوگ کافی عرصہ تک ہی عید منہاں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کا نہ آیا۔ تو انہوں نے لوگوں کو کھڑی سے منع کیا اور بتا دیا کہ اس روز ٹھیک کر عید منہاں ہے۔ یہ عید مادی بہت بڑی بات ہے۔ وہ کہنے لگے کہ یہ کام تو ہم اپنے آپ سے کرتے ہیں۔ آجے ہیں۔ اس میں کوئی بڑائی کی بات نہیں ہے۔ کھد کو بھی یہی کہتے تھے کہ جس چیز کو تم شرک کہتے ہو۔ یہ کام تو ہم خدا بعد قبل کرتے ہیں۔ آجے ہیں۔ مگر یہ واقعی بڑی کام کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ عزم فرما جس دن کہنے کے لیے ہمارے ہاتھ بند کر دیتا۔ جو خراج شب یہ نہیں ہوتا۔ لہذا یہ کوئی بڑا کام نہیں۔

الغرض! حضرت داؤد علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا بیجا منہاں نہیں بنی کی تعمیر کی اور یہ ان سے منع کیا۔ انہوں نے اچھی طرح نیس کی کہ اگر تم اپنی بڑی خصوصیت سے رہ نہیں آؤ گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ جاؤ گے۔ آپ کی اس حیثیت سے غرور نہ ہو کہ لوگ نہ صرف خود اس عید کام سے باز آئیں گے۔ بلکہ انہوں نے دوسروں کو بھی دکان شروع کر دیا۔ اس کے باوجود بہت بڑی تعداد میں لوگوں کی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز آنے کے لیے تیار نہ تھے۔ کہ ایک گروہ خاص میں کا تھا۔ تو ان کے منہ میں یہ کہیں کہ ایک گروہ میں یہ ہو گیا۔ اس کے حدود ایک تہ گروہ میں تھا۔ جو خود قرآنی کا کتاب ذکر تھا۔ خود عزم و عزموں کو رکھنا بھی نہ تھا۔ اگلے قرآنی پاک میں آتا ہے کہ یہ گروہ بڑائی سے منع کرنے والوں کو کشتہ کہتم انہیں کہیں کہتے ہو کہیں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ مگر صاف بھی کہ گروہ انہیں جواب دینا مَعْتَصِفُونَ اِلٰی رَبِّكُمْ وَتَعْلَمُکُمْ یٰۤاٰیٰتُہُمْ اَلَا کہیں! اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ آئے گے یہ انہیں کہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ تم نے انہیں بڑائی سے کیوں نہ روکا تو جواب دیا کہ قیامت کے روز نہ دست اٹھائی ہے۔

ابو ظہر کے لیے فرمادی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کی عطا کردہ شریعت

عید مہادیست بڑی شخصیت اور بہت بڑا جرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں خنزروں اور بندوں کی صورت میں تبدیل کر دیا۔

حضرت علیؓ اور عید مہادیسٹ نے فرمایا، تم عید مہادی سے لڑنا تعالیٰ کے قویٰ کو نہ ڈرو، قویٰ ہوا تو کھٹکے گا۔ یہی کہنے والوں کی اگرچہ اب نگہیں رہیں ہیں مگر اس کا دماغ بالکل ایسا ہی ہو گا۔ اب کیا کچھ نہیں ہوتا، اگر وہ سے بچنے کے لیے عید مہادی کی جاتی ہے، سو وہ عزت کی نگاہ میں کی جاتی ہیں۔ اور اس کے جواز کا کوئی یہاں ہے۔ یہ سب کچھ عید مہادی سے مراد ہے۔

جائزہ مہادی

مگر بہت نیک، سو وہ عید مہادی تمام سے بچنے کے لیے کی بات تو یہ جائز ہے، حضرت علیؓ نے بعض سربراہوں کو عید مہادی کا راجہ بنوا دیا، انھیں صرف شریعت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اور بعض کو صحت صاف غیر سے بہت اعلیٰ قسم کی کھیریں ملنے لگیں، یہ بات فرمایا، ان کی خدمت خفیہ ہو چکی، ان کو خبر کی سب کچھ یہی دہی ہوئی ہیں۔ صحت نے عرض کیا کہ حضور! بعض کھیریں اور انھیں قسم کی کھیریں بھی وہاں دانی جاتی ہیں، آپ کے عزیز و ریاکار نے پوچھا، انھیں بتایا کہ ہم وہی قسم کی دو صحت کھیریں کے عرض اعلیٰ قسم کی ایک صحت کھیریں سے بچنے ہیں۔ اپنے فریاد و غصہ اور غم کو یہ تو سہا ہو گیا۔ ایکس ہی جنس کا میں دین تو بڑی کی بنیاد پر ہونا چاہیے، ذکر کم و بیش، یہاں نہ کہ وہ یہ تمام بہت سب نے فرمایا کہ خدا کا علیؓ ہے، کہ چلتے ہوئے قسم کی کھیروں کو کسی اور صحت سے کھیریں، جس کے عرض بھی انہوں نے ان کی نقد قیمت وصول کرو۔ اور پھر اس سے اعلیٰ وجہ کی کھیریں خریدو، یہ عید جائز ہے۔

اس قسم کی مثالیں قرآن پاک میں بھی ملتی ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری پر مہاجر ہو گئے، انھیں کھانا، کتہہ دست ہو گیا، تو پھر ان کو راتوں رات کوڑے مارے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تہا، یہی جی ایک خاتون ہے، اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو، بلکہ اپنی قسم پر دین کرنے کے لیے تو پھر ان کا ایک ٹھکانہ اور ایک ہی رات پوری کو ضرب مار دو یہ کافی ہے، گو وہ اس کٹوں کی سزا سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عید مہادی بخلائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بھی جیل مذہبی کا ذکر آتا ہے۔ اگر آپ نے جہاں بنیادیں
 لگانے پاس، مکتا پہنچتے تھے، تو اس ملک کے قانون کے مطابق وہ انہیں نہیں روک سکتے تھے
 اور سرکاری قانون کے مطابق جو شخص چوری کا مرتکب کرے اسے سال جیل خانہ کی کنڈکٹ تھی۔
 چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جہاں گروہ کئے گئے، سرکاری قانون کا سدا یہاں، اور اس
 کے لیے جیل بنایا، کہ اس کے سنان سے چوڑا بڑا کرید، اسی جیل مذہبی کو قرآن پاک نے اسی
 طرح بیان فرمایا: **كَذَٰلِكَ نَبَا نَبِيٍّ كُفِّرَتْ عَنْهُمْ سَيِّئَاتُهُمْ**۔ یوسف علیہ السلام کو عطا کرنے کی توجہ تھی۔
 البتہ نامزد جیل مذہبی سے حال حرام ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لیے ذرا بچو
 کے ہمراہ کر دیا۔ جب اس کے پاس سال پورا ہونے لگا۔ تو یہودی نے غلام کے ہمراہ کر دیا۔
 گروہ کسی کے ان زہر پر پورا ملال گزرتے ہوئے اس کی زکوٰۃ دینی پڑے۔ یہ جیل مذہبی، ہمارے
 اسی طرح کسی بھی فرسٹ سڈ، غلام، جہاد وغیرہ سے بچنے کے لیے کوئی جیل مذہبی کرے گا تو
 مجرم حضرت ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خرافوں کو ہندوں کی شکل میں اور غلام
 پر خنزیروں اور ہندوں کی شکل میں کیوں تبدیل کیا۔ اور اس کی وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے
 لیے ایک قانون مقرر کیا تھا کہ جنت کے وہی سائے جنت کے کرنی کا، اور بائیس کریں گے۔
 مگر انہوں نے غلام مذہبی کو توڑ کر پھیل کا شکل خرچ کر دیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے
 انہیں سزا کے طور پر خنزیر اور ہند بنا دیا۔

محققین فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اور جانور میں بے فرق
 ہے کہ انسان قانون کی پابندی کرے۔ اور جانور اس کے سنی ہے۔ اب اگر انسان بھی قانون
 کی خلاف ورزی خرچ کرے تو اسے کوئی ہے کہ وہ انسانیت کے وجہ سے اگر حکومت کے
 درجے پر آگیا۔ اور ظاہری شکل، صورت کے اعتبار سے انسان ہندو سے زیادہ مشابہ ہے۔ لہذا
 اللہ تعالیٰ نے انہیں ہند کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ شکل و صورت کے علاوہ ہند جس آدمی میں

بھی انسانی سے مشابہ ہو آئے۔ یہ بڑا انتقال جاننا ہے۔ جس طرح انسان کو کرتے ہوئے دیکھو گے
 اسی طرح کرتے محسوس ہوگا۔ اگر ان مشرقیوں نے اُنی ہزاروں کر جانوروں کی اس قسم میں تبدیلی
 کیا جو ان سے زیادہ مشابہ ہیں۔

مغربی فرماتے ہیں کہ جب ایک آدمی کسی ضابطے کی پابندی کرتا ہے تو اسے مخلوق کا نام
 دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی وہ قانون پائیس کر لی سوائے کہتے ہیں تو اسے قانون کہا جاتا ہے۔ قانون
 کی ادنیٰ ترین صورت یہاں یہی ہے کہ بیان نخل کا خدا بولے۔ پس کی پابندی دونوں فریقوں پر
 لازم ہے۔ مگر کوئی فریق اس قانون کو توڑے گا۔ تو وہ انسانیت کے رتبے سے گرا کر جانیست
 کے درجے میں شامل ہو جائے گا۔ اسی کی مزید وضاحت میں یوں کہیں کہ خدا نخل کے قانون کے
 مطابق کوئی حاکم ایک ہی مرد کے ساتھ شخص ہوتی ہے۔ یہ ایک معاہدہ (AGREEMENT)

_____ ہوتا ہے۔ جس کی پابندی ہوتی ہے۔ اگر اسی ضابطے کی خلاف ورزی
 کرتے ہوئے حاکم ایک مخصوص مرد کی بجائے کسی دوسٹر مرد کی خدمت میں بھی چلی جائے۔ تو
 ظاہر ہے کہ وہ جانور کی سطح پر آجائے گی۔ جس پر کسی ایسے قانون کی پابندی لازم نہیں۔ اسی
 طرح مرد اگر اپنی سوا حاکم کی حدود کسی دوسٹر حاکم کی طرف نظر پڑے دیکھتا ہے۔ تو
 وہ قانون کی خلاف ورزی کر کے انسانیت کے رتبے سے گرا جائے گا۔

اب نخل کی بھی شرطیں ہیں۔ نخل چنے مرد حاکم کے درمیان ہو سکتا ہے۔ جو
 آپس میں حکومت میں سے دیوں۔ اگر کرم ہوں گے۔ تو نخل جائز نہیں ہوگا۔ اگر ایسا کریں گے
 تو قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔ اہم شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ان تمام شرطوں کے ساتھ جو
 کام ہوگا وہ درست ہوگا۔ وہ قانون شکنی کی زد میں آجائے گا۔ اسی طرح ہمارے ملک کے لیے
 بھی جیسا کہ شرطیں ہیں۔ کہ کوئی شخص اپنی حاکم کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔ کسی دوسٹر مرد کے
 ساتھ جائز نہیں۔ جب مرد حاکم آپس میں ہیں گے۔ وہ بھی غریب طریقے سے غیر قانونی
 دیکھتے ہیں اس طرح بھی خلاف قانون ہے۔ جو کسی طرح جائز نہیں۔

بنوید پر اس لیے کہ اس دامن کو روک کر کے آئندہ نہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہمیں۔
 فرمایا تبارک و تعالیٰ لعل عرش کے لیے ہی نہیں بلکہ وَمَوْعِظَةً لِّلْعَبِيدِ بھی
 بنادیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اس دامن کی نصیحت ہے۔ کہ اگر انسان بھی
 کسی نے اللہ تعالیٰ کے قاری کو توڑا۔ تو اس کے ساتھ ہی ایسا ہی سرک کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ
 نے جنہوں کے لیے اس دامن کو نصیحت بنادیا۔

اَللّٰهُ
مَسْرُوعٌ

المصدر ۲
(آیت ۱۹)

وَاذْكَاكَ مِثْقَالَ مَثْوًى لِّقَوْمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَأْكُرُكُمْ اَنْ تَذْجُوْهُمُ
فَاَلَا تَتَّخِذُوْنَ اَحْزَابًا فَاَلَا تَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۶۶﴾

خروجت اور یہی ہوئی پھر ہم نے اپنی قوم سے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیا
ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ تو انہوں نے کہا۔ کیا تو بھلا ہے ہم کو کھانا ہو اور یہی
خیر اعظم نے کہا۔ نہ تو بخلا۔ اس بات سے کہیں جاہلوں میں سے جو ہذاں ﴿۶۶﴾

لو شایا میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عیسائی کا ذکر وہ بیان فرمایا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے قانون کو کس طرح توڑتے تھے۔ اسی جرم کی یاد دہانی میں ان کی نظموں کو تبدیل کر دیا گیا۔ یہاں تو
جدا کر گئے۔ آیت زیر در میں بنی اسرائیل کے ایک سردار کی طرف اشارہ ہے جس میں اس
قوم کو گھسنے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر انہوں نے اس حکم کو نہ سنا۔ اس شخص میں جرح طرح
کے سوال تھے۔ گویا بال کمال آتھے ہیں۔ میں حیث اقوم، غزالی کی بنی اسرائیل میں دروغی۔
اس آیت میں یہی بات کا ذکر کیا گیا ہے۔

وہ اصل گائے ذبح کرنے کا حکم ایک خاص مقصد کے تحت دیا گیا تھا۔ جس کا ذکر آگے کریں
کی پہلی آیت میں ہے: وَرَاٰ قَتْلَهُمْ نَفْسًا فَاذْكُرْ لَكُمْ فِيْهَا۔ جب تم نے ایک
شخص کو قتل کر ڈالا۔ اور اگر تم ایک دوسرے کے سر توڑ پھینچے۔ اور اللہ تم سے چاہے کہ تم
کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرے وہاں ہے۔ جس کو تم چھپاتے ہو۔ قتل تو ہو گیا۔ مگر قتل
کو نہ نہیں مینا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم ایک گائے ذبح کرو اور اس کا ایک ٹکڑا
مستقل کے جسم پر دو۔ تو وہ زندہ ہو کر خود بخود جائے گا کہ اس کا قتل کوئی ہے۔ چنانچہ غزالی
کا ترجمہ نے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس کا ذکر آگے نہیں کیا
ہو گا۔

اس مقام پر یہ سوال ہے کہ جس مقصد کی خاطر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا

اس کو قرآن میں بیان کیا ہے۔ مگر اس جگہ کا تذکرہ پہلے کر دیا گیا ہے۔ گویا واقعات کے
تھم و نثار کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اس کے متعلق مغربی کلام بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک کا
اسلوب بیان یہ ہے کہ ہر چیز زیادہ مغز مری ہوتی ہے لہٰذا پہلے بیان کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ کے دو اجزاء ہیں۔ ایک اصل قتل جس میں مقتول کا حق منکوحہ، ام و دوسرا مجزو
اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اِنَّ لِّلّٰہِ یَا مُعْزِیْہُمْ اَنْ تَنْصُرَہُمْ اَوْ تَنْصُدَہُمْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَکْبَرٌ ہا ہے۔
کو گھسنے لڑا کر دیا۔ جو عہد اللہ تعالیٰ کا لڑ بھلائی کے حق پر قائم ہے اس لیے گائے ذبح کرنے
کے واقعہ کو مقدم رکھا اور اصل قتل کو نوکر دیا گیا۔ مقتول پاک میں بعض اور شخصیں بھی تھیں جنہیں حضرت
کے حق کو نہ دیکھ سکا تھا یا ہے لہٰذا وَفَضْلِ رَبِّکُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذَا رِئَاسَتَکُمْ اَوْ بِالْکَوَکِبِ الَّتِیْ
اِخْتَارْتُمْ اَوْ فِیْ سَفَرٍ مِّمَّا سَفَرْتُمْ اَوْ بِرَحْمَتِ رَبِّکُمْ اَوْ بِرِزْقِ رَبِّکُمْ اَوْ بِرِزْقِ رَبِّکُمْ اَوْ بِرِزْقِ رَبِّکُمْ
ساتھ سمن سوگ سے ہمیشہ آؤ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنا حق پہلے بیان کیا اور دوسری صفی بندوں کا
بعد میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح سورۃ انفاس میں آیت ہے وَرَکُنْ جَاہِلًا عَلٰی کُنْ فِیْ شَرِّکِ
یَا مَکَالِیْسَ فَاَنْتَ بِہِمْ وَہُمْ فَاَنْتَ فِیْہُمْ فَہُمْ فَاَنْتَ فِیْہُمْ فَہُمْ فَاَنْتَ فِیْہُمْ فَہُمْ فَاَنْتَ فِیْہُمْ
یعنی تمہیں شرک پر آمادہ کریں تو ان کی اطاعت مت کرو۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے پہلے حق کو اولیت
کے حق پر مقدم کیا اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ذبح گائے کو مسترد رکھا۔ گویا اس کا بیان حق ہے
اور مقتول کے حق یعنی ویت یا قصاص وغیرہ کو رد کر دیا۔

اس واقعہ سے حیات بعد ممات کا سند بھی مل جاتا ہے۔ کَذٰلِکَ یُنْفِیْ عَنِ اللّٰہِ
کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجوز و مکر پر انش مردہ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس سے پہلے قائل
کی نشاندہی کریں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔
اور پھر صاب کتاب اور جبرائیل کے تمام واقعات ہمیشہ آئیں گے۔

درج ذیل

اولیٰ قادیانی دوسری صدی کے فلسفے ہائے کلمت گندہ سے جس آئینہ کا اصل وطن
مزارت تھا۔ مگر حکمران آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے عربی میں مرقعات کے نام سے مخلوق شریفین
کی چند بارہ شرف علمی ہے۔ اپنی اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ یہی سہرہ سال میں ایک بار اور آئے

شخص تھا جس کی بیسیوی فی فی کسی نے اسے قتل کا پتہ دیا مگر اس شخص نے قتل کیا جس پر
دوسرے نے قتل کر دیا تھا۔

عام طور پر مسٹرین کر دیا مگر قتل یہ بیان کہتے ہیں کہ کوہاں کی ایک دولت مند شخص تھا جو کہ
دودھ لٹا۔ اس کے بانی کے لڑکے اس کی جائیداد کے دولت تھے۔ چنانچہ اس کے بیٹے اس کو قتل
تھے۔ کہہ کر اسے قتل کیا جائیداد پر قبضہ کریں۔ نہ، اور مزید کہتے ہیں کہ اس شخص
کے بیٹے نے سب مروج کی قوت میں ہے۔ آخر ایک سال کے بعد کسی بہن کے ساتھ اس نے دوسری جگہ
سے لے کر اور اسے میں جا کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد اسوں نے خود ہی ایک نیا شروع کر دیا کہ کسی
نے اس کے بچا کو قتل کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ قریبی سنی دلوں پر اس کا لازم نکلا۔ اور اس سے دیت
بھی طلب کی۔ بڑا سختی والوں نے اس قتل میں موت ہونے کی نفی کی۔ کہ کہ ہم اس معاملہ میں
داخل نہیں کیا۔ وہاں نہ شہر نہ تھا۔ اس میں ہی بات بیان کی گئی ہے۔ کہ قتل کا لازم ایک
دستگیر کیا ہے تھے۔

قانونی قسمت یہ ہے کہ اگر کسی مقتول کے قاتل کو پتہ نہ ہو۔ تو وہ قاتل سے قریب
قریب رہنے کے لوگ قاتل کے متعلق دریافت کیا جائے گا۔ اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے تو قاتل کے
قسم و قاتل کے لے کر اسوں نے خود قتل کیا ہے۔ اور وہ قاتل کو جانتے ہیں۔ یہاں کہنے سے وہ
لوگ قاتل کے لئے اس سے قریبی ہو جائیں گے۔ ہر ان میں مقتول کے لئے کہ دیت بھی ملے پتہ پڑے گا۔
اس واقعہ کے متعلق مسٹرین کریم کی گفتگو ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قاتل کے اس واقعہ کے
وقت بھی اس وقت میں قسمت کا قانون درج تھا جس کا ذکر تو قانون میں ہی موجود ہے۔ اور یہ جاری
شرعیہ میں ہی موجود ہے۔ یعنی مسٹرین کا قانون قسمت یہ تھا کہ قاتل یا معلوم ہونے کی صورت
میں وہ قاتل کی قریبی سنی سے سبزی کا نیکو جائے گا۔ اور وہ لوگ کھجیا (کھجیا) میں جس نے نہ
اصل چلایا ہو۔ بلکہ وہ بانی ہو۔ اور جسے چاہے ہو۔ وہ لوگ کھجیا کو پاس سے والی تھی پر چو کر

نے شہر کا ہجر کیا ہے
نے شہر چڑھ کر جاری شدہ ہے
کے بارے میں ۱۳۵۱ء
کے شہر چڑھ کر جاری شدہ ہے

اس کی گردن ٹوٹ دیں۔ سو یہ چوری قادیان کے کلابی اس پر کچھ نہیں بڑھائیں۔ یہ لوگ اس
نہی پر چننے اچھے دوسریں کو دیوں کہیں کہنے پر وہ لوگ ہم اس غوی سے بری ہیں۔ نہ ہم کو
ہے کہ وہ غوی کہیں کیا ہے۔ جب وہ ایسا کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کو صحت کرے گا۔
بعض دوسرے مغربی فرستے ہیں کہ میں وقت قتل کرو اور پھر پیش آؤ اس وقت تک
کوڑہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ان کے پاس اس منہ کا کل ہو جاتا تھا۔ اس سے وہ اپنی حیرت
کے پاس آئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تھے۔ اور ظاہری طور پر صحت میں کوئی عیب صمد کی تھی۔
چنانچہ آپ نے ہی لوگوں کو فرمایا کہ بھائی! ایک گائے ذبح کرو تو اسے منہ کا کل علی اسے کر لیجئے
صحت میں آئے۔ کہ اگر بنی اسرائیل اس وقت بہت بھلے نہ کرتے بلکہ کوئی بھی گائے ذبح کر لیجئے
تو اس میں جاتی منہ کی صحت میں صحت تھا۔ وہ بال کی کھال اتار دیتے تھے۔ انہوں نے یہ خبر
کا پھارنے کی بجائے طرح طرح کے سواست کرتے شروع کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں سوال
کرتے گئے۔ تو ان میں بھی کچھ کی کچھ کھال کا کوئی رستہ باقی نہ رہا۔ وہ دیکھ کر بول گئے۔ منہ
اس عید صمدی میں کافی دھماکا لگا۔ اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ کا کل نکال دیا۔ اسی
بے حسرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دگڑی جھٹے۔ کہ حق اچھا نہیں برائی میں بال کی کھال نہ
اٹھو بلکہ علم حاصل کرو۔ جس قدر بار بار پڑی ہیں ہمارے۔ اسی قدر کھنٹی میں صمد ہو گئے۔ اور آخر
نیکو ہو جانے لگے۔

فاق کی تلاش کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے ایک شہادت اختیار کیا۔ کہ اس طرح گائے ذبح
کرنا دیکھ اس کے جسم کا ایک ٹکڑا منہ کی دھن پر دو کر وہ خود اپنے فاق کا نہ جانتے گا۔ حالانکہ
موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ انہیں یہ خبر مل چکی تھی کہ فاق کی خبر مل چکی تھی کہ وہ بال کی کھال نکالتے
تھے۔ اس کے متعلق مغربی کہہ فرماتے ہیں کہ اسرائیلیوں کے وہ غوی ہیں جن کو ہم بڑھاتے۔ مگر
حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑا راست فاق کی نشاندہی کر لیجئے تو فرما کر جاتی صحت موسیٰ علیہ السلام
ان کی عادت کو خوب لیجئے تھے۔ جب وہ کوڑہ سے کرتے تھے۔ تو اسی وقت بھی اسرائیلیوں

کو ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گیا۔ اور عرض کیا، حضور! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ حضور نے اس کو سزا دی تھی ہے۔ آپ نے فرمایا، تمہیں اونٹ کے چنگ پر سوار کر دیں گے۔ اس نے کہا کہ شاید حضور اونٹ کا کوئی چھوٹا بچہ خرید کر فرمیں گے۔ کئے لگا طر میں اس پر سوار کیا گیا کہوں گا۔ اس کی توقع نہ کرنی پڑے گی۔ معلوم کئے سال بعد وہ بچہ سوار کے قاتل ہوا۔ اس کی یہ بات سنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اونٹ کے چنگ کو بالکل چھوڑنا چاہی کہیں کچھ دیا۔ بڑا اونٹ ہی تو کسی اونٹ کا بچہ ہی بڑا ہے۔ میں تمہیں اونٹ کا وہ بچہ دوں گا جو سوار کے قاتل ہوگا۔

اسی طرح ایک بڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، اللہ تعالیٰ کے نبی! میرے لیے جنت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، نے تمہیں اونٹ کا کوئی بڑا بچہ جنت میں داخل نہیں کر سکتی۔ وہ بچہ ایسی پریشانی ہوگی، جب وہ مدنی ہوئی جائے گی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دس ہزار روپے دیا کہ میں نے تمہیں جنت کی سب سے جنت میں بڑی عمر کی عزت نہیں جانی۔ بلکہ جو بھی جائے گی۔ جوانی کے عالم میں جائے گی، جتنی مردانہ عمر میں سب سے بڑی عزت سال کے پیش میں ہوں گے۔ جب وہ جنت میں جائیں گے۔

فرمائی! حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا پناہ بخدا کہ میں شخصاً ار کے جاؤں بن جاؤں بن شاہن جنت کے خدمت ہے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤں۔ اس کا حکم ملے گا۔ اور تمہیں اپنے پرانے کر رہے ہو۔ اب وہ کچھ کر رہا ہے۔ بات ہے۔ چنانچہ اس نے سہولت کرتے ہوئے اس کے لیے میں کا ذکر آگے کر دیا ہے۔

الْبَقَرَةُ

البقرة

دوسری دیکھ

آیت ۱۶۵ تا ۱۷۶

قَالُوا اِذْكَ كُنَّا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَكَ مَا هِيَ قَالَتْ اِنَّكَ يَقُولُ اِهْكَ
 بَعَثَ لَكَ قَائِمًا وَكَذَلِكَ عَرَانُ بَيْنَ ذَهَبٍ قَائِمًا مَك
 تُوْمَرُونَ ۝ قَالُوا اِذْكَ كُنَّا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَكَ مَا لَوْ هَكَ
 قَالَتْ اِنَّكَ يَقُولُ اِهْكَ بَعَثَ صَفَرًا قَائِمًا لَوْ هَكَ
 كَرُ الطَّيْرِ ۝ قَالُوا اِذْكَ كُنَّا رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَكَ مَا هِيَ
 اِنَّ الْبَقَرَةَ طَبْعًا عَلَيْنَا وَمَا بِنَ سَاءَ اللَّهُ لَكُمْ هَكَ ۝
 قَالَتْ اِنَّكَ يَقُولُ اِهْكَ بَعَثَ لَكَ قَائِمًا وَكَذَلِكَ عَرَانُ
 الْمَرْبُطَةُ مَكْمَلَةٌ وَرُحْمَةٌ فِيهَا قَالُوا اِنَّكَ جِئْتَ بِالْحَقِّ
 كَذَلِكَ نَحْمَدُكَ وَمَا كَانُوا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا قَدْ
 فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ قَالَتْ اِنَّكَ
 يَجْعَلُهَا كَذَلِكَ يَخِي اللَّهُ الْمَرْبُطَةَ وَيُؤْتِيكُمْ اَنْتُمْ لَكُمْ
 تَقِيْلُونَ ۝

تو جو چیز یہ انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے دعا کہ جو اسے چاہے بیان کرے
 کہ وہ اسے کیسی ہے دوسری چیز انہوں نے کہا کہ ایک ایسے تعالیٰ نے اسے کہ وہ
 گائے نہ ہو نہ اونٹ نہ بھیڑ نہ اونٹ نہ بکرا اس کے دیکھ ہی میں جو پس کر
 زور جو تم کو اعلان کیا ہے ۱۱ انہوں نے کہا کہ اپنے چاہے کہ وہ کہیں کہ
 وہ جو اسے چاہے بیان کرے کہ اس گائے کا ایک کیسا ہے دوسری چیز انہوں نے کہا
 ایک ایسے تعالیٰ نے اسے کہ وہ نہ وہ ایک کی گائے ہے اس کا ایک گائے ہے جو
 دیکھنے والوں کو خوشی کرے ۱۲ ان لوگوں نے کہا کہ جو اسے چاہے کہ وہ کہیں کہ
 وہ کہیں کہ وہ جو اسے چاہے بیان کرے کہ وہ گائے کیسی ہے ایک گائے ہے جو

تھے۔ عقول نہ تھیں کہ کچھ اور بھی ضرورتاً قابلِ ذہانت سے کوہِ ہرمانے، لکھنا ایسے عقول کی دیت ہو کہ نا پڑی۔

جدی شخصیت میں بھی عقل و ذہانت سے کوہِ ہرمانے، جنورِ جلی اللہ صید ہو گا، لکھنا ہے
أَفَقَاتِلُ لَا يَسُوْتُ قابلِ ذہانت کا تصور نہیں ہو گا۔ اُس نے فرم ہی دیا بڑا کیا ہے، گروہ اپنے
 جانور سے بھی کوہِ ہرمانے، یہ ملک کا ملک یہ ہے، کہ اگر قاتل ہو گیا تو قاتل عقول کی ذہانت
 سے کوہِ ہرمانے، اور اگر غلامِ عقل ہو ہے، تو ذہانت کا تصور ہے، باقی اگر اس بات کے خاص
 ہیں کہ عقل خود غلامِ بر یا عقلی سے، ہر حالت میں قابلِ اپنے عقول سمٹ کی ذہانت سے کوہِ ہر
 جانے گا، یہی طرح سلمان علیہ السلام کا اور غیر سلمان کا ذہانت نہیں ہو سکتا، جنورِ جلی اللہ صید ہو گا
 فرما ہے، لَا يَسِيْتُ الصُّلْبُ الْكَافِرُ وَلَا الْكَافِرُ الصُّلْبُ مثلاً اگر کافر بتائی ہو
 جانے، تو وہ سلمان یا پ کی ذہانت سے کوہِ ہرمانے گا، اسی طرح اگر آپ مذہب تبدیل کر
 سے، تو وہ بیٹے کی ذہانت سے خاص نہیں پائے گا۔

اَلْقَبْلُ مِنْ رَّبِّهِمْ فَهُوَ سَاجِدٌ یعنی جس حالت میں اللہ تعالیٰ کا سبکے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ ان میں حالت کعبہ سبکے قریبی ہے، اس حالت میں میں قدر عجز و اخلاص بڑی ایسی قدر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتصال سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اسی اتصال کی بدولت انسان کی حالت درست ہو سکتی ہے۔

حاصل حکم یہ کہ ہم انھیں پتھروں جیسے اوصاف کا حامل بھی نہیں ہے۔ یعنی ذاتاً اس سے مخلوق کو کام نادرہ پہنچتا ہے۔ ذراہ انھیں کعبہ و پکار پر مبنی ہے۔ لہذا ہی اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتصال ہے۔ تو پھر یہ انسان جو مشابہہ بہشت لکھی ہے۔ جس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ انہیں قدرت خداوندی کی نشانیں نظر آتی ہیں۔ جگر حواں کے ساتھ چمکنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس نعمت کے طور پر نہیں جیسے اللہ پھر ان کی وجہ سے بڑی بڑی باتوں کا ظہور ہوتا ہے۔

ہوائے بعض جگہ اکابر قریبی نام میں ہوسکتی ہیں مثلاً مغربی ایسی میں سے ہیں جو بڑی بڑی مملکت کے خاندان میں سے مسمیٰ تھے۔ وہی لوگ شہر کی تھا۔ وہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز کعبہ و بلوچی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کی اور جو حاصل کی۔ شاہ صاحب نے عزت و تربت کے لیے پہنے بلند خود شاہ عبدالعزیز کے سپرد کر دیا۔ خود نے تین سال تک سید محمد خید ہوجائی کی تربیت کی۔ یہ وہی شاہ عبدالعزیز ہیں جنہوں نے صحیح پڑھے قرآن پاؤں کا دلوں کو ایک وجہ بنایا۔ بزرگ تھے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے۔

شاہ عبدالعزیز کی مروت و عفو نے ہائی بیگم کو یہ عرصہ بڑی بڑی غیر صلاحیت کے ملک میں۔ اللہ تعالیٰ چاہے ہی لوگوں سے بہت۔ جو کام سے بہت ہے۔ پناہ تین سال تربیت حاصل کر لینے کے بعد شاہ صاحب نے یہ سید محمد شہزاد کو لکھ باکر قریبی تربیت حاصل کرنے کا حکم دیا۔ لہذا آپ نے پھر سال تک قریبی تربیت میں حاصل کی۔ گویا سید محمد شہزاد شاہ عبدالعزیز کے تربیت یافتہ اور ان کے بھائی تھے۔

خود شاہ عبدالعزیز بہ فرمایا پہلے باب شاہ ان اللہ کلمات و عوالم کے بعد بہت بڑے معلم کو فخر تھے۔ آپ لکھتے اور پھر قرآن تھے۔ آپ کے داماد مولانا عبدالحی بھی بڑے ہونے

بہت بڑی
تھا

کے جنم تھے۔ آپ بیٹھابٹ سے زیادہ عالم تھے۔

شاہ اسماعیل شیدائے شاہ عبدالغنی کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چوتھے تھے
فرمان پاک کے علاوہ غریبوں پر رحم و مہربانی و انصاف و مسیح کی خاطر کفر و کفران کی خدمت
مطرح کرنے اور سوجھ بوجھ غلط فہم کی بجائے انہیں صاف صاف بتا دینے اور مغرب کی افواہ
کے ساتھ غلط فہم کو بھٹکانے والے اس قدر انعام فرمادیا۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاتھ پر شیخ عبدالغنی گھسٹا کا وہ سالانہ گیارہویں قسط کا قرآن مجید کی ترکیب لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس طریقے کے مطابق ہی غزافہ پڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کی خواہش تو کہ رات کے وقت دو رکعت ایسی غزافہ پڑھنے کا قرآنی میسر آجائے جس کے ادوی کوئی دوسرا نہ ملے۔ یہی کوشش میں ناکام ہو گئی تو رات غزافہ پڑھنے کی فکر متھانے لگا۔ آپ نے یہ سید احمد شہید پر جوئی سے کیا کہ شیخ عبدالغنی گھسٹا کے مداد میں لکھ دیا کہ جس سے غزافہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں، ملا کہ پانی نہیں جوہی ہے۔ یہ صدمہ منہ سے نکل کر بعض کتب میں طریقہ پڑھ کر مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ آدھیرے ساتھ دو رکعت غزافہ لاکر اور چنانچہ سید صاحب کی امداد میں غزافہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور قبہ علیہ السلام پر نبوت رحمت بھیجی۔ اس واقعہ کو اگر آپ نے حضرت مولانا عبدالحق کے پاس جی کیا کہ حضور قبہ کے پانچ منوں نے کئی کوشش کی مگر ہر چیز پر سحر فیتہ کے ساتھ غزافہ پڑھنے سے حاصل ہوئی۔ یہ سن کر مولانا عبدالحق کو بھی کشتی بید ہو کر سید صاحب سے عرض کیا تو انہوں نے نہیں بھی پہنے دیکھے غزافہ پڑھائی۔

فائدہ یہ تھا کہ انہوں نے نہیں بھی وہی نبوت علیا کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دونوں صاحبان میں شیخ عبدالغنی شہید کو مولانا عبدالحق سے بہتر سمجھتا تھا۔ مولانا عبدالحق کو تو اللہ تعالیٰ نے شہادت کو پہنچا دیا، مولانا عبدالحق کی موت کے بعد شیخ عبدالغنی نے جاکر مولانا عبدالحق کی پاداشی میں ایک کتاب لکھ کر ان کی آواز میں شہادہ میں شہادہ شہادہ فرما کے سنا دیا۔ اور مولانا عبدالحق نے یہ سحر فیتہ کے حضور میں سحر فیتہ پڑھا دیا تھا۔ اس مقامی فریق کے پیر سید احمد شہید پر جوئی تھے۔ سحر میں ان کی قائم کردہ مقامی حکومت میں سال تک رہی۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق کی نافرمانی کے لئے ان کی پاداشی میں ایک کتاب لکھی۔ مولانا عبدالحق نے پیر سید احمد شہید کو لکھ دیا کہ ان کی نافرمانی سے سحر فیتہ

نے پاپ کوئی خواہش برقرار نہیں رکھنے کے خواہش ارشاد است کی بات کی تھی جو پاپ نہیں ہوتی۔ سب
چاہتے ہیں کہ اس آخری وقت میں آپ کا قدم میرے پیچھے پڑے۔ جتنا صبر سہل ہے اس کی توقع
کو بڑھایا۔ وہ آپ نے اس کے بعد اپنی جان چاہی آخری کے سپرد کر دی۔

مسئلوں کی ناکامی کی بڑی وجہ اس کی اپنی غلطی ہے۔ یہ غلطی ہی تھی جس نے اس کے
بعد ساتویں صدی میں شرف برپا ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت تاجہ ہوئیں۔ مومنوں کے لئے یہ ناکامی
پھر اپنے قدموں پر چڑھ گئی۔

قریب چالیس ماضی پر۔ آخر اگر ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا فضل نصیب ہوتا ہے۔ جتنا
ممتاز ہے۔ وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ اور جی لوگوں میں پتھروں والی تین صدیوں سے جی نہیں دلی تھی
وہ بہت جلد ہو گئی ہوتے ہیں۔ ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ کچھ پتھروں سے بھی زیادہ سخت
ہیں۔ اس لئے کہ مثال واضح ہے۔ یہ پتھروں سے بھی گئے گئے ہیں۔ ان کا جو فیئر منہ پتھروں
انہی کے لئے تھا ہے کہ وہ سارے پتھروں کی خواہشوں کا ذکر ہے۔

فریاد و غنا نقد پختہ ہیں غنا فضا لکون یا در کمر قدر حال قضا کے کی غفلت
داخل نہیں ہے۔ قضا ہی قضا کو تو اس کی تمام چیزیں ہیں۔ ایک وقت آئے وہ ہے۔ جو
دست میں شادانہ سے اعلیٰ کا کچھ قضا سے ملنے کے لئے گا۔ یہ ساری ساری ساری کو غفلت
ہے کہ اب بھی کچھ جاوے۔ اور دست پر آتا۔ تو اپنے کچھ کہ کچھ جاوے۔ اور دست پر آتا
کی پکڑ سے کچھ نہیں گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمایا ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فَرَقَ بَيْنَهُمُ الْيَمَامُ کلام اللہ تعالیٰ میں سے بعض لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے تھے۔ فَلَا يَخْتَفُونَ بَيْنَهُمْ جنت و عشتار پھر نہ بچنے کے باوجود یہاں شیت تھے۔ وَهُمْ لَا يَخْتَفُونَ اور وہ جانتے تھے کہ کیا کائنات کرسچہ میں گرا وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن میں ہاں ہر جہہ کو تحریر کرتے تھے۔

بعض مغربی کرسچنوں نے یہ کہیں یہ تحریر سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنا شروع کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیل کے بھائیوں کو ساتھ لے کر کوہ طور پر لے گئے تھے۔ تاکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کا حکم سنیں۔ کہ یہ کتاب واقعی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی۔ موسیٰ لوگوں نے تحریر ہے کہ کہ ایک شک ہے کہ کتاب اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ موسیٰ کے حکام پر سختی سے عمل کرنے کا نہیں دیا۔ بلکہ کہا ہے کہ مقتدر آدمی سے عمل ہوتا کرنا۔ باقی کو چھوڑ دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بھائیوں کو پہلی کے نیچے خاکستر کر دیا تھا۔ اس وقت میں ہی موسیٰ کی دعا سے انہیں پھر زندگی عطا کی۔ مقتدر ہے کہ یہی اسرائیل کے ان لوگوں نے وہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم کو بدل دیا۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے پہلی کتاب خصوصاً یہودی تحریر کی جی واضح میں ملے ہیں۔ آگے آئے گا کہ یہودی کا وہ یہ تھا کہ لَا يَخْتَفُونَ نہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے۔ کہ نبی آخر الزمان کا وہی ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ گریبان حضور میں اللہ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں بیان کیا ہے۔ وہ سب کی سب آپ پر ہوا کرتی ہیں۔ موسیٰ کے باوجود لوگوں کو صحیح بات بتانے کے لیے تیار تھے۔ کچھ قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کر دیا۔ انہیں کو چھپاتے تھے۔ ان لوگوں کو انہی یہودی باتیں بتا کر آپ پر ایمان دہانے سے روکتے تھے۔ مگر قرآن میں آئے گا کہ ان لوگوں نے قرآن کے احکام میں بھی تحریر کی۔ قرآن میں ہر جہہ کا ذکر موجود تھا۔ کہ شادی شدہ رانی کو نکاح کیا جائے۔ مگر یہودیوں نے یہ چھپایا۔ قرآن میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا کہ آپ غوثی شکل ہوں گے۔ آپ کے بال گھنٹوں سے اور

آٹھیں مٹا دیں گی۔ قرہ و بدو۔ ایک گندی ہو گا۔ عظیم حضرت علیؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے اپنی جنت کا اعلان فرمایا تو یہودیوں نے قرآن میں آپ کے بیان کردہ جیسے کہ بول دیا اور لوگوں سے یہ کہنے لگے۔ کہ نبی آخر الزمان و علیہ السلام جسے قرآن سے ہوں گے آپ کی آٹھیں مٹا دیں گی۔ اور بالیہ سے ہوں گے۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کو آپ پر بیان کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔

حضرت اہل بیتؑ کو گھرایا جا رہا ہے۔ کہ یہ وہ ہے یہ فریق ذرا کھو کر تھادی تبلیغ سے یہ لوگ یہاں سے آئیں گے۔ یہ تو سخت قسم کے ہٹ و حریم لوگ ہیں۔ ہانسنے اور جھٹھکے ہوئے بھی یہ بدست سے دور ہی رہیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت یہودیوں کے دس بڑے عالم ہوں گے۔ اگر یہ دس آدمی یہاں تیسویں کر میں تو ان کی بھی جیوری دانی نہیں ہے۔ اگر سب یہاں سے آئیں گے۔ مگر یہ عالم اچھی ہٹ و حریم ہوتا کرتے ہیں۔ جس میں سے صرف ایک آدمی نے یہاں قبول کیا۔ باقی سب اپنی ضد پر اٹھ رہے۔ انصاری کا بھی یہی حال ہے۔ حضور علیہ السلام کو چار سو سال گزر چکے ہیں۔ مگر انہوں نے توحید ایک اور تبسم نہیں کیا۔ آپ ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دنیا میں موجود ہیں گے۔ حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام قرب کیا میں داخل ہوں، تو اس وقت ان کی سرکاری ہوگی۔ اور پھر وہ دنیا سے ختم ہو جائیں گے۔

یہودی کے ساتھ

یہودی کے ساتھ
وفاق اور
ان کی مخالفت

ابتداء سے نہ صرف میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے ساتھ موافقت کرنے کا حکم دیا۔ بلکہ انہیں توحید پر۔ اور یہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ صریح شریعت میں اس قسم کے احکام جتنے ہیں ان کے واسطے کہ وہ اس میں گمراہی نہ پکڑیں۔ ان کے لیے کہ کویت القدس کی طرف لوگوں کے خلاف ہونے سے احکم یہودیوں کی توحید کے لیے ہی تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے سر کے بالوں کے بنانے میں ہانکنا کی طرح اختیار کیا۔ اس زمانے میں ہر گز بھی سر میں ہانک نہا کرتے تھے۔ مگر یہودیوں نے نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ ایسے ہی ہوں کہ نیچے کی طرف ڈال بیٹھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے موافقت کی خاطر ان کا طریقہ اپنا دیا۔ آپ انہیں نہیں نکالنا کرتے تھے۔

یہودی تخت متعصب تھے۔ ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لہذا جو میں آپ نے ایک نیا موضوع کر دیا۔
 آپ نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز دست پر آئے۔ کہ یہ تیار نہیں۔

اس کے بعد آپ نے دوسرے طریقہ اختیار فرمایا۔ اور اکثر اہل میں اہل کتاب کی مخالفت
 شروع کر دی۔ چنانچہ ایسے کوئی ایک سال ہی رہا۔ پھر میں اہل کتاب غصہ نہ ہوؤں کی مخالفت نہ
 کرتے۔ یہ وہ کام تو ان کی دوسری تاریخ کا روزہ۔ کہتے تھے۔ حضور پر اسلام نے قرآن فہم ان
 کی مخالفت کر دی اور میں تاریخ کے ساتھ قرآن تاریخ کا روزہ بھی رکھا کہ وہ اسی طرح یہودیوں والی
 عورت کو ظہری نہیں کہتے تھے۔ بلکہ حضرت اکر شیتے تھے۔ آپ نے قرآن فہم عورت کو ہر حالت میں
 پہنے ظہری رکھو۔ قرآن فہم عورت والی عورت ظہری کے ساتھ ہر حالت میں پہنے عورت کے ساتھ ہے۔ سوائے اس کے
 کو ان کے ساتھ ہر حالت میں پہنے عورت والی عورت پہنے عورت کے ساتھ ہے۔ یہی ایک برقی میں کہ ان کے
 ہیں تاہم ہر حالت میں کہتے۔

اہل کتاب ان کو مخالف نہ کہتے تھے۔ حضور پر اسلام نے اس کام کی مہارت مہمت
 فرمائی۔ پھر ان سے مخالفت کی بنا رہا۔ اسی طرح یہودی تہذیبیں ہادھتے تھے۔ آپ نے ظہری پہنے
 عورت ہادھتے کا حکم یہ مقصد یہ کہ شروع شروع میں وہ اپنے کے یہودیوں کی ظہری کی مخالفت
 میں بعض امور انجام دیئے۔ مگر عیب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ہر اسے ہندی اور ہر وہ وہ ہیں۔ تو آپ
 نے ان کے بعض امور کی مخالفت کا حکم دیا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ ہی بات کو بیان فرماتے ہیں۔
 کہ ان کے اہل ایمان۔ تو اہل کتاب سے کہی کہ مخالفت کی تمیز نہ رکھو۔ بلکہ مخالفت ان کی وہ ہیں۔ یہ بھی
 ہندی ہی بات۔ ان کے یہ یہ نہیں۔ تو ان کے بلکہ ان کا طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم رکھنے کے
 بعد اس پر عمل نہ کیا۔ بلکہ ان میں یہ تمیز ظہری نہ کر دی۔

اہل کتاب میں سے تو ایک گروہ یہ تھا۔ جو یہ نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو کہ تھا۔
 اور آپ کی مخالفت کرتے تھا۔ ایک گروہ تھا۔ یہ بھی تھا۔ جو یہ نہ ہو کہ ان کے اس میں داخل ہو
 چکا تھا۔ مگر یہ وہ ان کی بعد وہ یہودیوں کے ساتھ نہیں۔ علی انیت میں پہنے ہی ان کی ان کی

کہ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد الہی تعالیٰ ہے۔ وَاذْكُرْ اَلَّذِيْنَ اٰتٰىكَ اَلْحَيٰتَ لَئَلَّا تَكُوْنُ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ
 لوگ جب اہل ایمان سے جیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان پہنچے ہیں وَاذْكُرْ اَلَّذِيْنَ اٰتٰىكَ اَلْحَيٰتَ
لَئَلَّا تَكُوْنُ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور جب یہ گم ہوتے ہیں اہل ایمان کے عہدہ بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ تو کہتے ہیں
اَنُحْيٰى لَّكَ اَلْحَيٰتَ ہاں اَنُحْيٰى لَّكَ اَلْحَيٰتَ کہتے ہیں کیا تم مسلمانوں کو ایسی باتیں کہتے ہو۔ جو
 اللہ تعالیٰ نے تم پر ظہور کی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہوگا۔ اِنَّمَا اَتٰوْكُمْ بِبَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَرْجِعُوْنَ
 اللہ تعالیٰ کے اس اس بات میں شائبہ کے ساتھ ملو اگر آپ کے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ تم مسلمانوں کو
 ترقی کے عہد سے کہیں آگاہ کرتے ہو۔ جس میں عیا ہے کہ میں اَنُحْيٰى لَّكَ اَلْحَيٰتَ کی بات نہیں کرتا۔
 یہ کہ ترقی ترقی کی بات کی تصریح کرتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ایسی باتیں اہل ایمان کو نہ بتاؤ۔ یہ اخلاص
 میں کسی سے شائبہ خوف دلیل قائم کریں گے۔ کہتے تھے کہ یہ ایسی گمراہی بات ہے۔ جو
 ہمیں خوف جاتی ہے اَنُحْيٰى لَّكَ اَلْحَيٰتَ کی بات نہیں کہنے میں تمہیں اس خط کی گہری گھڑی
 آئی کہ یہ چیزیں ہمارے حق میں نہیں ہیں۔

اہل کتاب کی ان تمام تر چالوں کے حصول ارشاد خداوندی ہے۔ کہ ان کی ہولناکی کی کام
 نہیں کرے گی۔ اِنَّهُمْ يَخْلَعُوْنَ حٰجِبًا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ لَعَلَّ يَذْكُرُوْنَ کیا نہیں جانتے
 کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہولناکی سے کہتا ہے۔ جو یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ خداوندی کے ہیں وہ بگڑتے
 تھے کہ ان سخت کا یہ چکر چوکرو اہل کتاب وہ اہل ایمان دونوں کے ساتھ سختی سے بدفر
 کو کہیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا ہر وہ فاضل کر دیا کہ وہ لوگ کہے یہ اہل کتاب کہہ
 ہیں۔ اللہ کی خطا تو نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ ان کی کوئی چال اہل ایمان
 نہیں ہوگی۔

فریاد کرنا کہ وہ منافقت تو ہمارے لوگوں کی بنیادیں نہیں۔ جی رہی ہیں اہل لوگوں کے
 تھے۔ جو خود بہت لالچتے تھے۔ ان کے عہدہ بعض لوگ بیکے بھی تھے وَلَا يَخْشَوْنَ اَعْيُوْبًا
وَلَا يَخْشَوْنَ اَلْحَبْ جو باطل ان پر ہونے نہیں کتاب کا باطل ہم نہیں کہتے۔ یہ
 لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتے اور اہل ایمان کے ساتھ خود ساختہ اندوہوں کے ہیں
 دیکھتے ہیں کہ انہیں مسرت ہواؤں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں

یہودیوں کی
 عہدہ خداوندی

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ النَّارِ إِذْ جَاءَنَا الْمَلَأُ الْأَيَّامَ مَعَهُ وَوَدَّ أَنْ نَقُولَ كُنْ فَيَكُونُ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَمْرٌ فَلْيَقُولُوا هَلْ نَحْمِلُ الْغَنَاءَ وَلَا
 نَحْمِلُهُمْ ۖ وَيَقُولُ مَنْ كَبَّ سَيْفَهُ فَلْيَحْمِلْ بِهِ حِمْلَهُ ۖ وَلَا يُدْرِكُهُ
 أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

بقرہ

۱۱

ترجمہ اور تفسیر : کہتے ہیں کہ اگر ہم سنانے کی سمجھ نہ رکھتے تو ہم کہہ دیتے کہ اگر وہ آسمان پر ہے تو ہم اس کے لئے
 نہ سہارا بنیں گے۔ اور اگر وہ زمین پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔ اور اگر وہ زمین پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔
 پس کہنے والے کہتے ہیں کہ اگر وہ آسمان پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔ اور اگر وہ زمین پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔
 پس کہنے والے کہتے ہیں کہ اگر وہ آسمان پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔ اور اگر وہ زمین پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔
 پس کہنے والے کہتے ہیں کہ اگر وہ آسمان پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔ اور اگر وہ زمین پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔
 پس کہنے والے کہتے ہیں کہ اگر وہ آسمان پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔ اور اگر وہ زمین پر ہے تو ہم اس کے لئے نہ سہارا بنیں گے۔

یہ وہ آدمی ہیں جو جہنم میں رہیں گے۔ ۱۱

یہ وہ آدمی ہیں جو جہنم میں رہیں گے۔

اس سورہ میں اہل کتاب کی غیروں کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے سورہ میں
 نے کافروں سے عید تقی کرنے کا حکم دیا کہ وہ اپنے منصب و کسب میں آپس میں سے
 ایسا ہی کرنے کی تاکید دیکھیں۔ اس کے بعد ان کے دو بھائی یعنی اہل قرآن و حدیث
 کو ان کا ذکر ہوا کہ ان کو اس سے پاس ہی نہیں۔ بلکہ چند صحابی آئمہ میں مثال کے طور
 پر ان کے لئے فرمایا کہ ان کی ایک بھائی آئمہ ہے کہ وہ ان کو کہتے ہیں کہ ان کے لئے
 وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ آئمہ میں نہیں ہیں تو ان کے لئے آئمہ ہے کہ وہ ان کو کہتے ہیں کہ ان کے لئے
 جنت آئمہ ہے کہ وہ ان کو کہتے ہیں کہ ان کے لئے آئمہ ہے کہ وہ ان کو کہتے ہیں کہ ان کے لئے

بیان کر رہے ہیں، اس کی حقیقت کو نہیں، اصل بات یہ ہے کہ جب امت کا رٹو علم باطل نبی سے قطع ہو جاتا ہے، تو مذہبی اور طاعتیت جیسے ہی باتیں ہیں، جس حال میں وہیں کا تقدس ان کے تمام اعمال نبی سے قطع تعلق پر دولت کر سکتے ہیں، انہوں نے نبی کی تعلیم کو ہی پشت ڈال کر اپنی مرضی کے جیسے وضع کئے ہوئے ہیں، اور انہیں میں کمزوریت جیتوں بلکہ طاعتیت کی بنا پر وہ اس نام میں مبتلو ہیں، کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بچائیں گے۔

سند نبی کے
بطلان کے

اس قسم کے خط و عیبوں کا ذکر دوسروں میں بھی ہو سکتا ہے، بلکہ مکاتون ملک و وسیع ہو چکا ہے، شیعہ امت کا منکر ہی ہے میں، یہاں پر بِأَشْفَقَةٍ الْعَصَا نَبِيُّنَ کے نواسے سے جانتے ہیں، کہ جو جو پہنچ کر تے چریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جی شاعت کر دیں گے وہ ہم کو جانتے ہیں گے، وہ جو ثنیت امت کا منکر قرآن پاک سے باطل واضح کر دیں سبے کثافت لوگوں کی خواہش پر نہیں ہوگی، بلکہ یہ تو اللہ جل جلالہ کی مرضی پر بروقت ہے، لَا تَقْسُصُوا بَنِي إِسْرَءِيلَ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ان کی مٹا دی نہیں کرے گا، تم کہ نہ تمہیں مبتلو ہو یہ حقیت کو کہہ دو، جہاں مٹا دی کر دیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے منادی ہی تم کی فرستے گا، یہ تو دوسروں کو حقیت صحت محض میں دھندلا کر دینا، جو اس حال میں یا گیا ہو، یہ دنیا کافی کھرا کھا ہے، اس شیعہ کے ساتھ ہو گئے، جیسو بھی بن گئے ہیں، حضرت بنی کا نہ سے واسطہ پڑا، اس نے اپنے جہاد کے کسی جہاد انداز سے کی خدمت نہیں، اس فرسک باطل جیتوں اس وقت پیدا ہوتے ہیں، جب علم و عمل کا تعلق نبی سے کٹ جاتا ہے، پھر طاعتیت جیسے ہی باتیں ہیں، اور مدنی فکر ان کی ذمہ داری کو پہنچنے پہنچتے ہیں، یہ دوسروں کے منکر ہیں، منادی کا یہ حسب ہرگز نہیں، جو لوگوں نے کھرا یہ سب، کہ خدا پہنچے، حتیٰ تو نہ دینا، حتیٰ تو ہی منادی کر دیں گے، اور یہی بچائیں گے، یہ وہاں سے کہیں ہی ہرگز کوئی، اور ہماری انکی راستے پر چل سکتے ہیں، میں اور جو یہی کا کافی اپنے

قادر ہوتے

فریاد بنی اسرائیل یا نجات کا قانون، وہ نہیں ہے، جو حق سے بنا کھا ہے، کہ جنت میں پہنچنے کے لیے صحت یہودی ہو، کافی ہے، سبکی بکری قانون نکلت ہے کہ غزوہ کتب سَيِّئَةٌ وَفَاعْلَانَتْ بد عورتوں سے جس شخص نے بھی گناہ کیا، اور اس کے گناہوں سے گئے گھیر یہ فَأَوْبَكَ صَحْبُ الشَّامِ دیکھو اور مذہبی میں، عَسْرَ فُتُكَا غلط قانون، جو

ہے۔ اگر مکی حدیث کر سبے ۱۰ اس کی تک پہنچاؤ کی ۱۰ اسی پہلے جب پہلے سب حدیث کی کہ یہاں
 کرنا لگتی ہے: **الْحَقُّ عَلَى رُؤُفِ الْمَلَكُوتِ** ① **الْمُحْتَمِلُ الرَّجْسُ** ②
 خلیفہ یزید المذنب ③ یہ سب اللہ تعالیٰ کی پہچانی ہی تو ہے۔ یہی سب وہ ہے جو ان حدیث
 کا ایک ہے: **أَلَمْ يَخْلُقْكُمْ وَأَلْهَمَ فِيكُمْ غِيَاظَكُمْ** وہی خدا ہی خالق ہے۔ اور
 تمہے پہلے آئے دے لوگوں کا بھی وہی ایک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی انصاف
 صفات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ جو کہ ایک ہے۔ اُسے دسے دسے کا علم
 ہے **وَلَمْ يَكُنْ لَكَ سَكْنٌ** شے نہ اس صفت کی پہنچائی تو زمین کو میں آجائے گی۔ اسی طرح
 قادر مطلق برہم ہی اللہ تعالیٰ کی صفات خاص میں سے ہے: **إِنَّمَا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**
 وہ قادر مطلق ہے۔ جو چاہے کرتا ہے۔ اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک
 بہت بڑی صفت یہ ہے۔ کہ وہ واجب الوجود ہے۔ اس کا وجود اپنی ذات سے ہے۔
 ان تمام چیزوں کا وجود مستند ہے۔ جین خدا تعالیٰ کا وہی ہوا ہے۔ وہ خالق ہے۔ کسی چیز کا
 علم دینا یا کسی چیز سے منع کرنا بھی اس کی صفت ہے۔

اس کے علاوہ شیخ پرزوں کی پہچان بھی ضروری ہے۔ جین کا مطلق اللہ تعالیٰ پر ہوا نہیں
 مثلاً اللہ تعالیٰ قادر ہی اور جہالت سے پاک ہے۔ نہ تقیروں کا عقیدہ باطل یا مل ہے جو کہنے
 میں کہہ خدا تعالیٰ کو یا بھی برتا ہے۔ جین پہلے وہ کام کرنا ہے۔ بعد میں پڑھنا ہے کہ وہ کام نہیں
 کرنا پڑے گا۔ یا میں طرح سیدوں کا باطل عقیدہ ہے۔ کہ بعض کام کر کے اللہ تعالیٰ نادم کی
 ہوتا ہے۔ تو افسوس پہلے سب میں موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو یہ کہہ کر کے خود
 بچھڑا یا۔ تو ایسی ہی وہ وہ باتوں کا جاننا بھی ضروری ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو میں کا کہہ کر بھلا کر بھی۔ تو مشہور
 جانی اس کے پہلے ان لوگوں کو کہ جو حید اور رسالت کی دعوت دینا **فَإِنَّا نَعِدُكُمُ اللَّهُ نَعِدُكُمْ**
 جب وہ اللہ تعالیٰ کی بھی طرح سے پہچان میں۔ تو پھر انہیں خدا تعالیٰ کے احکام میں خدا تعالیٰ

ذکر تہ صریح و بیہودہ کے احکام بتو کہ اس مسئلہ فقہی نے تم پر یہ فرض عائد کیا ہے جس میں انہیں لازم دینا لازم ہے۔

بہر حال عدل کا یہاں صریح تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے سوا کسی دوسٹھ کی عبادت نہ کرو۔ حمد کا دوسرے صریح فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمُوا لِلَّهِ عِزًّا۔ ان باپ کے ساتھ جن سوک سے پیش آؤ۔ والدین کے ساتھ بھی کن صورت بنی اسرائیل کی شریعت میں ہی مذہبی نہیں تھا۔ کچھ تو خیریت تھی کہ ایسی ایک دینی چیز ہے: وَقَضَىٰ رَبِّي وَأَنِّي قَبِيْلٌ ذُو بَأْسٍ ذُو قُوَّةٍ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمُوا لِلَّهِ عِزًّا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا یہ دل فیصلہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ان باپ کے ساتھ اچھا سوک کرو۔ گو اللہ تعالیٰ کے حق کا ذکر کیا اور پھر ساری مخلوق میں والدین کو سب سے اولیٰٰں قرار دیا۔ یہ احکام تمام انبیاء صریح علیہم السلام کے فرائض میں موجود تھے۔ تو انہوں نے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سوک کے سنے میں والدین کو کون مقام رکھا ہے۔ مصری کلام بیان کرتے ہیں کہ میں طرح اللہ تعالیٰ خالق اور حقیقی مربی ہے۔ اسی طرح والدین بھی اس آدمی دنیا میں اور ان کی پرورش میں صریح تھے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا حق مقدم رکھا ہے۔ والدین جو احسان اور دود کے ساتھ کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ عائد ہے۔ میں طرح اللہ تعالیٰ کسی پر مصری قرار کرتا اس سے سوا دوسرے طلب نہیں کرتا۔ اسی طرح والدین کے اپنی اور دوسرے خال احسان کرتے ہیں۔ لہذا ان باپ کے حق کو اللہ تعالیٰ نے دیکھ کر دیکھ کر یہ فریضہ دی ہے۔

اب دوسرے سوال کہ ان باپ میں سے کون مقدم ہے۔ تو اس کے حصول حریف پاک میں آتا ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت مقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ اچھا سوک کروں۔ آپ نے فرمایا: فَلْيَكُ عِزًّا۔ یعنی اے اس کے ساتھ اس شخص کے تین بار کے سوال کے جواب میں آپ نے ان کا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ جو حق و فرائض پر پختہ پر اپنے فرمایا۔

جہاں میں حکم ہوں اور جہاں میں نعت جوش کے لیے علم ہے، مختلف جہاں میں جہاں جیسی مجموعی
 جیتی و جزیہ، قرآن مجید کی دوسری قسم غیر عزموں کی، جیسے امور زور، خوار زور، جہاد اور دنیا و دنیا
 ان سب کے ساتھ اچھا سوک کر دیکھی کر دیکھا، دیکھا ہی اس کی خدمت کر دے، وہ دوسرے
 دیکھا دیکھنے کی مال خدمت زیادہ ہوندا ہے، ایک اللہ بخش اپنے محتاج عزیزوں کی غیر گنجی نہیں
 کر دے گا، اور عزم ہونے کا، اللہ تعالیٰ کی گنت میں کہنے کا، فریاد و کربت، ذلت و غلبہ، حق
 قرآن و کوناقی کا حق، اور کرب، اگر اللہ تعالیٰ نے فریق دی ہے، تو ال کی دعا کر دے، یہاں کا حق ہے
 اس کے بعد فریاد و کربت، وَالْمُسْتَضِیْنِ، جنہوں اور مسکینوں کے ساتھ بھی نیک سوک
 کر دے، جہاد و نابالغ بچہ ہوتا ہے، جس کے سر پر وہ طریق کا سید نہ ہو، اس کی پونہ شش کر سکتا ہو
 کوئی نہ ہو، اس کے ساتھ شش کرنے کا حکم ہے، تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

جہاں
 اور جہاں

کہنے میں کہ جہادوں میں جہاد دیکھا جاتا ہے، جس کی اس موجود نہ ہو، باقی چیزوں میں
 جہاد چیز ہے، جس کی نظیر نہ ہو، عزم و نادر چیز ہو، جیسے وَالْمُسْتَضِیْنِ، اللہ عزم کا عزم ہیشاں ہوئی،
 مسکینوں کے ساتھ بھی اچھا سوک کرنے کا حکم دیا ہے، جسکی اس شخص کو کہنے میں جس
 کا فریق اس کی آمدنی سے ہزار نہ ہو، یہاں کثیر احوال، گنت گنت کرتا ہے، عزم و کرب کا
 ہے، اس میں کرب و اوقات نہیں ہوتی، یہاں شخص بھی جس سوک کا کھن ہے، اس کی دعا کرنی چاہیے،
 محنتوں میں ایک عزم غیر کی بھی ہے، اللہ غیر نے شخص کو کربا جاتا ہے، جو بالکل ہی نادر
 ہو، اس کے پاس درد و کرب کا کھنا بھی میر نہ ہو، یہاں شخص بھی عزم ہے، اس کی خدمت
 کا خیال رکھنا چاہیے۔

اعراض اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نے بنی اسرائیل! اس وقت کر دے کہ، جب ہم نے
 تم سے کہنے عزم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دیکھی کی جانت نہ کر دے، ال باپ کے حسن سوک سے
 بیش آئے، قرآن و کرب و کربوں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سوک کر دے۔

اَلَمْ

بَشَرًا

مِنْكُمْ

اَلَمْ يَكُنْ

وَاِنَّكُمْ لَعَنَةٌ مِّمَّنْ كَانُوا فَذُرُوا الْفُقَرَاءَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْأَسْفَلَ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اور اس دشمن کو یاد کرو۔ یہ پہلے ہی اسرائیلیوں سے پہنچے ہوئے تھے۔ تم ان کے
کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور اس باب کے ساتھ ایک سو گنا۔ اور قرآن پڑھو
کے ساتھ یہ جنہوں کے ساتھ وہ یحییٰ کے ساتھ۔ اور لوگوں سے ایک ہفت
اور اللہ کو قائم رکھو۔ اللہ کو شہید ہو۔ پھر میرے قریب ہی اسرائیلیوں کو
فرماتے ہیں کہ تم ۱۶۱ ص ۱۶۱ کے ساتھ ہو ﴿۵۱﴾

اس آیت میں بھی اسرائیلیوں کی خبر دی گئی ہے۔ اس سے پہلے اس کی جڑ مادی اور فنی
کے ذریعے احکام پر ترجیح سے اس میں کا ذکر ہے۔ ان کی صفات اور ان کی عبادت کے
کی بنا پر مادی کا ذکر بھی ہے۔ یہی اسرائیلیوں کے ذریعے اس کے بعد خدا پرست کیا گیا
تو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکایت فرمائی۔ ہم خود ہی کہنے لگے کہ میں نے پہلے نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ
نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ جب انہوں نے عہد حاصل کیا۔ ان کے سروں پر کھڑے ہوئے کہ انہیں
ڈونگا گیا۔ اس عہد کی تفصیلات میں آئی ہیں۔

یہاں گزشتہ دہائی میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کے
ذریعے بھی اسرائیلیوں سے کہا۔ اور یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ان کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کے سرا
کبھی کی عبادت نہ کرنا۔ اور اس باب اور قرآن میں جنہوں اور یحییٰ کے پاس سے ان کو اللہ تعالیٰ
نے عہد کیا تھا۔ ان کی خبر دی گئی ہے۔ اور ان کے پاس سے ان کو اللہ تعالیٰ نے عہد کیا تھا۔

کون سے افراد پر عمل کرنا ہے، قرآن نے ارشاد فرمایا: **الْعَصْرُ لَوْ أَنفَكْتَ** یعنی نفاذ شدہ وقت پر لوگو!۔ اس شخص نے دوبارہ عرض کیا: حضرت! اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا: **بِئْسَ الْفَضْلُ الَّذِي يُعْطَىٰ** یعنی بد قسمتی کے ساتھ میں ملوگ کرنا، کہ یہ نیا دہریہ چیز ہے۔ اسی شخص نے سرباہم تجا کر اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔ قرآن نے فرمایا: **وَالْيَوْمِ الْآخِرِ**۔

100

اصل بات یہ ہے کہ علم سے دو چیزیں یہ ہوتی ہیں۔ تفسیرِ حقوق اور اجتماعی حقوق۔
 حقوق میں آگے دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ پس اصولِ عقیدہ اور اعمالِ صالحہ۔ جب تک عقیدے کی
 اصلاح نہیں ہوگی کوئی عمل قبول نہیں ہو گا نہ سچے سچے اصولِ عقیدہ ضروری ہے۔ اور
 اس میں بنیادی چیز تو یہ ہے۔ جو اس بات میں پائی گئی ہے۔ **وَأَقْبَلُكُمْ إِلَى دِينِكُمْ**
 کے فقرہ کی حیثیت نہ کہ وہ جب عقیدہ درست ہو جائے تو پھر اعمالِ صالحہ بھی مندرج ہوں گے۔
 تفسیرِ حقوق کا درمیانِ امر اور اجتماعی حقوق ہیں۔ ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور اس میں
 دینیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو اولیت حاصل ہے۔ ان باپ کو پختہ بچوں کی بھی تربیت حاصل
 بننا چاہیے۔ اور ان کی پرورش کے لیے دینیوں کو بڑی حمایت و دلالت کرنی پڑتی ہیں۔ اس کی کفالت
 یہ ہے کہ حق کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ قرآنِ پاک کی ہنتر سورتوں میں دینیوں کے ساتھ
 حسنِ سلوک کے احکام موجود ہیں۔

اجتماعی حقوق میں قربانیاں کا حق بھی ہے۔ اس کے بعد جنوں اور لیکنوں کے ساتھ
حسرت منو کہ کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے گھر کے ہوں۔ اگلی نسل کا شریک کے سب کے سب
اجتماعی حقوق میں آتے ہیں۔ جو عورتیں بھی انہیں کے ساتھ رہی کرتے ہیں۔ اس لیے وہ بھی ملے
پراس کا بار دینا بھی ضروری ہے۔ اس کا حال کہتے ہیں۔ حال اور اس کی تحریک کے درمیان میں
لگاؤ سب چیزیں تشہیب اخلاق میں آتی ہیں۔ یہ ایک بنیادی تعلیم ہے۔ جو شخص اپنی سرنگی
کے لیے خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہماری قسمت کے لیے کسی جگہ ملے یا نہ ملے۔

الغرض! آیت ذیل پر جس کے پٹے جسے کی تفریح گزارتے درس میں پیش کردہ ہی میں نہیں ہیں۔
 وہ جو جن کا ذکر کیا گیا تھا، میں مشہد خاصے کے سرائی کی عیدت ذکر کروا رہی، فریڈا دہلی۔

یہیں دیکھیں گے ساتھ میں لوگ سے پیش آؤ ان آیت کے واسطے کہ اگر ہے۔ وَاُولَئِكَ
 هُمُ الْمُؤْمِنُونَ اور کہ ان کے لیے بھی بت، مفسرین کا کہہ رہے ہیں۔ کہ کوئی فرد اس عام
 لوگوں کے ساتھ نہ جتنی نیک کر سکتا ہے۔ اور نہ اسی نیک کر سکتا ہے۔ جسے افعال وہ خود ان لوگوں کے
 ساتھ ہی، جہد سے مل سکتا ہے۔ شواہد میں کی خدمت، ان اور بنی اور ان میں سے کر سکتا ہے۔
 اس طرح قریبہ دوں اور کہ ان کی ہذا اہانت کر سکتا ہے۔ مگر وہ لوگوں میں جو اس کے
 لیے انہیں دیکھیں نہیں ہوتے، چنانچہ ہماری ہی حاصل کرنے کے لیے قوتوں ہذا ہذا میں ہذا
 کا طریقہ کہ اگر تم بنی اور بنی خدمت میں کر سکتے۔ تو ہم لوگوں کو بھی بت ہی کہ دو۔

بھی بت کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: میں آپس میں
 جو ایک دوسرے کو سلام کرو۔ اور ہم اچھا نکال دو ہے جو سلام کرنے میں پہل کرنا ہے۔ خَلَّ
 مِنْ عَرَفَاتٍ وَفَرَّغَتْ لَمْ تُعْشَرَفْ جس کی پہنچتے ہو اس کو بھی سلام کرو۔ اور جس کو نہیں پہنچتے
 اس کو بھی سلام کرو۔ بخاری شریف میں اس طرح کی باتوں میں آتے ہیں۔ کہ سلام جو ہے یہ جن
 شخصیتوں کی ذی شان تو ان کے ساتھ وہ بیان کی بہترین شخصیتوں میں سے ہے۔ یا ان میں
 کی بہترین شخصیتوں میں سے۔ سلام کرنے کی عادت ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی، ان کو اس
 کرنے سے محبت فرماتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ قیامت میں تمام سلام کرنے والوں
 جب کوئی سلام کرے تو اس کو اچھے طریقے سے جواب دو۔ قرآن پاک میں موجود ہے تَوَدُّعًا
 سلام کا جواب دینے ہی دنا وہ دنا اس سے بہتر نہ ہو۔ قرآن کریم میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 کہنا ہے تو تم سے بہتر نہ ہو کہو وَخَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَبَنِي آلِهِ عَرَفَاتٍ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ کہنے والے توں نیکیاں میں گی وَاَخْلِيْكُمْ اَللّٰهُمَّ تَوَدُّعًا
 دیکھنا کہنے والے کو میں نیکیاں حاصل ہوں گی۔

کسی کی نیکی کی طرف دیکھنا کہ انہوں نے ان سے ان کی یہ بھی حق کام میں داخل ہے جب

الحمد لله رب العالمين
 الحمد لله رب العالمين

الحمد لله رب العالمين
 الحمد لله رب العالمين

الحمد لله رب العالمين
 الحمد لله رب العالمين

مذکورہ نہیں ہیں تو انہی کے ساتھ ہی کی دعوت دیں، ایمان میں ہلکتی کا اظہار کریں، اور ایک خط
کی ضرورت ثابت دریافت کریں، جب ایک مسلمان دوسٹر کو پکارتے، تو اپنے غیب سے پکارے
قرآن پاک میں موجود ہے: وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَ الْاَنْبِیَاءِ ایک دوسٹر کو اپنے صاحب سے مت
پکارو، یہ سب باتیں قرآن و احکام میں حُسنِ دلیل ہیں۔

اسی طرح دنیا کی کسی چیز کا مزہ بھائی کا ذکر کرو تو اپنے طریقے سے کرو۔ اس کو بانی کیا تو
بدلتا کرو۔ اگر کوئی مسلمان تیرے طور و طلب کرے، تو اس کو صحیح صحیح مشورہ دو۔ حضور علیہ السلام
کا فرمان ہے: اَلْعَبْدُ لِرَبِّهِ مِمَّا يَشَاءُ جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے اس میں لگا جاتا ہے
اگر وہ خلا مشورہ دے گا، تو خالص تصور ہو گا۔ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ بد مزہ طور پر باتیں کرتا
ہو رہا ہے، تو اسے حُسنِ اخلاق کے ساتھ دوسرے کی گفتگو کرو، مگر اس مسئلے میں حُسنِ دلیل کی پہلی
منسب کلام بیان فرماتے ہیں کہ حُسنِ دلیل دو چیزوں سے پہلے مقام پر وہ اس میں حُسنِ
تعلیم کہتے وقت ہمیشہ نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ قرآن پاک کا مطالعہ کیجئے، جب اللہ تعالیٰ
سے محبت کوئی اور باندھ دیا، اس کو فراموش کی طرف توجہ کے لیے مجاہد فرمادے، فَلَوْلَا لَقَدْ
فَوَدَّ لَیْسَ اَنْتَ اس سے نرم ہو کر کہ لَقَدْ یَسَّیْکَ فَاَنْتَ تَیْسُوْ شاید کہ نصیحت
بجائے اس کے دل میں غم بڑھ جائے، تو حضور علیہ السلام کے متعلق قرآن پکھنے میں کیا
ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لَیْسَ لَکَ فَا اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ آپ نرم مزاج ہیں
اور کوئی شک نہ ہے، لَیْسَ لَکَ فَا اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو انھیں مشورہ میں حُسنِ دلیل
وہ آپ کے مددگار سے چمک جاتے، کیونکہ سخت مزاج شخص سے کوئی دور رہنا چاہیے کہ اسے
متصور کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے آپ کو نرم مزاج بنایا، آپ کو حُسنِ کلام کی توفیق فرمائی ہے
اس لیے ان لوگوں کو آپ کے گرد جمع کیا۔

جب کسی کے ساتھ بحث و تہلیل کی ضرورت نہ پڑے، تو فرمایا: رَافِعٌ یَّالِیْتُ جِیْ حَسْبُ
تو اپنے رفیق سے مدد کر، مخالفین کے ساتھ ہی اخلاق کا درس دے، اور مخالفین کے خلاف سے گری

ہوئی امت نہیں مرنی جاسیے۔ نہ ہی کمال ہو کر نمر نہ ہو نہ بھی چاہیے۔ بلکہ نہایت امن و امان سے گھسٹ کر مرنی چاہیے۔ یعنی جیسے اللہ کا شہر لڑائی لڑے گا وہاں اُنکی اللہ تعالیٰ کی مٹنی ہو تو نہ لگے جسے تیرن مرنی آجائے گی۔ وہ آئے نہایت تھکے گی۔ اور جس چیز میں آتی آئے گی۔ وہ سے عیب دار کر دیگی۔ (مَا أَتَى الْفِرْدَوْسُ فِي حَقِّهِ، بِرَأْسِ الشَّامِ)

فرود بردہ نری ہی سے اور نہیں چلے گا۔ بلکہ بعض مقامات پر لگتی گئے کی بھی ضرورت ہے۔ شہر ترمز کے طور پر مگر مطلب جو یہ ہیں کہ اس سے متبادروں پر بھی کرنا پڑے گی۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو خبر دیا کہ اوسید فخر کُند و القنطیرین۔ آپ کانٹوں کے ساتھ جہاد کریں۔ وَ خَلَقَ يَتَجَهَّضُونَ اور اُن پر بھی کریں کہ ان کے ساتھ جہاد نہ کرے۔ یہ ہو گا سورن حق کے ساتھ۔ اپنی طور پر میں اُن کے خالق کو کھول کر بیان کریں تاکہ وہ جھٹکے سلطان اُن سے نکلیں۔ یہ دونوں طرح سے لگتی کے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ذمی قوموں کو کتنے برس کے شریعت کی حدود کا بھی خیال نہ کیا جائے۔ نری بھی اس وقت تک ہی گزرتا ہے۔ جب تک شریعت کی حدود کے اندر ہو۔ اگر کسی ذمی و تنہ سے شریعت کے متبادروں میں فرق نہ ہو۔ تو ایسی ذمی جہاد نہیں اگر ادا کرنے تک جائیں گے۔ تو شریعت کے احکام پر عمل نہ کریں۔ بلکہ یہ جہاد۔ ایسی ذمی جس سے وہیں ہیں نہایت پیادہ ہو کر خود کو حل ہے

امم محمد و اسود و کثرت اہل بیت کا معنی یہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے ذمی بھی بات کرنا نہیں خود بھی پسند ہے۔ جو خود اپنے نہیں کرتے وہ بات دوسروں کو کہوں گے۔ یہ تو ہے میں نہ کہ انھی بات میں دعوت الی اللہ۔ دعوت الی التزمید۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر شامل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد الہی ہے: وَ مِمَّنْ أَسْخَرُوا قُوَّةً مِّنْهُ قَوْمًا إِلَى اللَّهِ وَ حَيْثُ كَانَ صَلَاحًا قَوْمًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ اس سے بھی بات کیا جاسکتی ہے۔ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت دعوت دیتا ہے۔ خود نکال کر آئے ہیں ان سے وہی کہتے ہیں کہ

کفر

مصری و بشت

البقرہ ۱۰۶

ترجمہ محمد ۱۹۸۵ء

وَلَا تَأْخُذْ بَاِمْيَالِكُمْ لَا تُنْكَرُونَ وَغَاوَكُمُ وَلَا تَخْرُجُونَ
 اَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَبَكُمْ وَاشْتَعْتُمْ تَحْتَهُ رَدَّ
 ۱۰۶ ثُمَّ اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقُولُونَ اَللّٰهُمَّ ارْجِنَا رَجُونا
 فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ فَطَهَّرُوْنَا عَلَيْهِمْ يَارَبِّ اَرْسَلْ
 رَاٰلَهُ ذَوٰلِ الْاَرْزَانِ يَا اَلُوْكَكُمْ اُخْرٰى فَعَدُوْهُمْ وَهُوَ مَعَكُمْ
 اَعْيَاكُمْ اِخْرَاجَهُمْ اَفْتَوْا مِنْكُمْ بَعْضُ الْكُتُبِ وَتَكْفُرُوْنَ
 بِبَعْضِ مَا جَاءَكُمْ مِنْ بُرْهَانٍ مِنْكُمْ بِرَاٰخِزِيٍّ
 فِي الْمَيْمِيقِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلَى اَسَدِ الْكُتٰبِ
 وَمَا اَلَلَّهِ بِمَا فِىلَ عَمَّا تَقُولُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرٰوْا
 الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ
 وَلَا هُمْ يُنصَرُوْنَ ۝

پنج

ترجمہ محمد ۱۰۶ اس واقعہ کو دیکھ جب ہم نے تم سے بڑے محمد یا تھا۔ کہ انہیں
 میں غور فرمائی کہ کہ گئے۔ اور نہ ایک دوسرے کہنے ضرور سے ظاہر گئے۔ پھر تم
 نے افر کیا، اور تم یہ کہنا ہو ۱۰۶ پھر تم ہی ہو، جو ایک دوسرے
 کو قتل کرتے ہو، اور نکلتے ہو تم میں کو دشمن سے، تم جو لڑائی کرتے ہو ان پر گناہ
 زیادتی کے ساتھ۔ اور اگر وہاں سے پس قیدی ہو کر آئیں۔ تو فوراً دیکھ ان کو چھڑ لینے
 ہو۔ وہ لوگوں کا تعلق تم پر چل رہا ہے۔ کیا تم کتب کے بعض حصے پر ایمان دے گئے
 ہو۔ اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ پس جو کوئی ایسا کہ تم سے فرمیں ہے۔ تو
 اس کا بدلہ اسے اس کے نہیں ہے۔ کہ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں سزا ہے
 اور قیامت کے دن جسے عذاب کی طرف لے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں

سے بے خبر نہیں ہے۔ ہرگز کہتے ہر (۶۵) میں لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں خریدا ہے۔ پس حق سے ڈاب بھانیں کیا جسے خدا اور نبی اس کی حد تک جانے لگے (۶۶)

یہی اسرائیل کی حد نہیں کہ اگر کہتے: "جست اس سے چتر اس حد کو یا ہی ہو چکا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اجتناب سے متعلق اور اللہ تعالیٰ سے متعلق بنی اسرائیل سے ہر توراہ کا تعلق عطا فرمایا ہے اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

خون اس کو جلد ملنے سے لگے کہ اس سے تپاں اور دہائیوں سے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

خون اس کو جلد ملنے سے لگے کہ اس سے تپاں اور دہائیوں سے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

خون اس کو جلد ملنے سے لگے کہ اس سے تپاں اور دہائیوں سے متعلق ہی اللہ تعالیٰ نے اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

توراہ میں اس حد کو چاروں ہی دیکھ، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم چند قوموں کے ساتھ سب اس حد سے ہمیں لگے اور تم تو اس حد سے لگے رہے ہو۔

تفصیل کے ساتھ جو دستہ، یہ تو ان کی زندگی میں طاعون ہوا، فرمایا آفت کا طاعون تو کھلتے تو ان
جو ۴۰۰ آدمی لوگ اس میں بھی رہتے ہوئے۔

یہودیوں کی
ایک لڑائیوں

ان آیات میں یہودیوں کی جس بھی جنگ، اجل و جہد ملی کا ذکر ہے، اس کے ضمن میں حضرت
شیخ ابن ماجہ میں لکھے ہیں، کہ وہ بڑے قہیمے اور عزم و جوش تھے، جو کفر نہیں یہ دست
گرمیاں بستے تھے، ان کی آبادی جزدوں کی تعداد سے پہنچی تھی، جب وہ یہیں اسلام کی شمع روشن ہوئی
تو انھوں نے وحی کی کمزورت بھی انھیں وہ تھائی یہ سب تھی، جب یہ فرقہ قہیمہ اس کے حامی تھے،
اور جو خیر قہیمہ خارج کے طرفہ تھے، اگر یہودی اس میں جیتے سے دو گدہ ہوں یہ خیر ہو گئے تھے
اس میں اگر کفر تھیں ہوتی، اسی میں جب ایک قہیمہ دوست پر طاعون آیا تو وہ منسوب کہ اجل
کر دیتا، اس کو قتل کر دیتا اور ان کے مکانوں کو گرا دیتا، یہ سب ہم مذہب تھے، مگر وہ کفر تھیلے
کے ساتھ منسوب ہونے کی وجہ سے ایک دوست کے ہائی دشمن کے، ہماری لوگ جنوں نے انہیں
جدد ملی کیا تھا، ان کا کہہ کر تے اور ان کا سامنا نہ کر کے انہیں قہیمہ سے اپنی دوست، یہ لوگ
قہیمہ کو پہلے پہل ہٹا کر فرس بکھتے تھے، ملاشتہ و خون اور جدد ملی کے احکام کی پابندی نہیں کرتے
تھے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اسی غفلت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مصر میں کرام مشرکین کی ایک ہمہ گیری لائی کا بھی تذکرہ کرتے ہیں، جسے عرب جانتے
کہا جاتا ہے، یہ لائی چاہی کہ سال تک ہندی رہی، اس لڑائی میں بھی یہودی مختلف گدہوں میں ختم
تھے، یہودیوں کا ایک قہیمہ ایک فرقہ جنگ کے ساتھ تھا، جب کہ وہ قہیمہ دوست کے
ساتھ تھا، اس جنگ میں بھی یہودیوں نے ایک دوست کو قتل کیا، مگر کوئی ہم مذہب بھی مارنے
نہیں گئے، یہی درمیان ہے۔

۱۰۔ میں کہتا رہا ہے، ایک خاص فرقہ کیا ہے، کہنے میں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں مکہ
میں ان کی طرف کسی جہاد میں مصروف تھے، اسلامی فوج میں حضرت عبداللہؓ کی مدد بھی داخل تھے،
جو ایک یہودی علم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حالت سے عزت کیا تھا، جب یہودی مکہ میں

کرنے کا عمل ہوئی تو بہت سے قیدی بھی افسانے میں ہیں وہ یہودی بھی شامل تھے۔ مگر جو مسیحیوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں ایک سوراں مدت لٹائی بھی کرتی۔ جسے حضرت عبدالعزیز مسلم نے نور الدین میں غزوہ یافک میں آپ کو قریب دیکھا ہے۔ تو وہاں کے ایک مشہور و معروف یہودی اس اہمیت سے مدافعت کرتی۔ آپ نے یہودی کو وہ لٹائی غزوہ کرنے کی پیشکش کی۔ وہ حاضر ہو گیا۔ وہ بہت جرات مند کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے نور الدین میں غزوہ ہے۔ غلبہ میں ہوا۔ حجاز سے کم پر نہیں ہوں گا۔ پتہ تو دس اہمیت اتنی دینی و قلمی ہے یہ بتاؤ۔ پھر حضرت عبدالعزیز سے شہر کے کان میں لڑنے کی بھی بہت پریشی کوئی یا نہ کہ تو اسٹریٹس و شہر میں جب تدار کوئی ہم سے قیدی ہی کر گئے تو شہر چھڑا۔ یہ سنی کو یہودی بگڑا دیا۔ اس نے چار غزوات کے بارے میں بھی غزوہ منظر کر دیا۔ مگر حضرت عبدالعزیز مسلم نے وہ غزوہ ہم سے کیے سوائے دو غزوات میں کر دیے۔ اور اس طرح لٹائی اس کے دس غزوات کر دیں۔ مقتدر کو یہودی قیدیوں کو چھڑانے والے علم پر سختی سے کاربند تھے۔ اگرچہ وہ مسلمان حکام کی بد نہیں کرتے تھے۔

مشکلات کی حالت دار

یہودیوں کے حجاز ایمان کا اور حضرت قریش پاک نے ان بات میں کھینچا ہے۔ اگر افسانہ کی نظر سے دیکھا جائے۔ تو بالکل مشکلات کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں۔ آج مشکلات کی حالت بھی یہی ہے۔ کہ قرآن پاک کے کسی جسر پر یہ نہ دیتے ہیں۔ اور بعض حکام کا نہیں مانتے۔ اسی لیے تو دنیا میں دوسروں سے بڑی ذلت ہو گیا ہو چکی ہے جس کی وجہ سے تہذیب مٹ جاتی ہے۔ دیکھئے گاہل دلوں کا کیا مشہور ہے۔ افغان تان پر غلبہ قبضہ ہو چکا ہے۔ یہی حال اس سے پتہ چلے گا۔ کہ ان مسلمانوں میں کیا ہو رہا ہے۔ چاہو کہ کوئی ہی عزت نصیب ہو رہی ہے۔ یہ سب دلت۔ سوائے انہیں تو یہ کیا ہے۔

دوسری ہے کہ مشکلات نے بھی یہودیوں کا طریقہ دنیا دار سے جو علم ان کی خوش کے مطابق ہوتا ہے۔ نئے قیام کر رہے ہیں۔ اور جو سنی کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ کرتے ہیں۔ بعد از اس کے کہ وہ یہودی فریفت کا سوا۔ اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے قانون کی پروا نہیں کرتے۔ حال افسانہ وہ تعوی کو غزوہ کر رہا ہے۔

محض خدائی خواہشات کے پیچھے گئے ہوئے ہیں۔ انہیں خداوندوں کا شکر بھی ہو دیوں سے نصرت بخیر ہے۔
 جب انہوں نے جہنم میں پہنچا تو انہوں نے خداوندوں سے بھی پوچھا کہ
 تمہارے ذاتی سعادت میں شرعی قوانین کا اطلاق کیا ہو گا۔ یا خدائی احکام کے مطابق اپنے مسئلہ کا حل
 کر چکے گئے ہی مگر ان میں جنہوں نے جگہ کر کے دیا تھا کہ ہمیں شریعت کا قانون درست نظر نہیں
 ہے۔ جہاں فیصلہ دین کے مطابق کیا جائے۔ حالت حق بھی یہی ہے۔ اور یہی ہے کہ ہم
 قرآن و حدیث کو براہ راست نہیں مانتے ہیں۔ بلکہ ان کے احکام پر عمل کرنے کے لیے حیلہ نہیں دیتے ہیں۔ جہاں
 تو ضروری بہت کر دیتے ہیں۔ مگر ضرورت کے قانون پر گہروں میں گہرا نہیں کرتے۔ جہاں جیسی اہم
 چیز کو نہیں دیکھتے۔ جس کے لیے قرآن و حدیث کے احکامات جہر سے ہوتے ہیں۔ حقیقت
 یہ ہے کہ اس معاملہ میں یہودی اور مسیحی برابر ہیں۔ ان کا اپنی شریعت پر عمل ہے۔ اور انہوں
 کو احکام کا پاس ہے۔ خدا برے۔ اس قسم کی دہرائی کا نتیجہ ہوتا ہے یہی وہ ہادی کے نزدیک ہو گا۔
 فرمایا وَمَا آتَاكَ بِشَايِلٍ عَلٰیٰ عَقْلٍ فَتُحْسِنُونَ جو کچھ تم کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے
 غافل نہیں ہے۔ تم جو کچھ بھی کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ وہ خدا ہے۔ وہ حق ہے۔ وہی
 راہوں تک سے واقف ہے۔ اس لیے وہ ہی کے مطابق چلے گا۔ جب وہ حق ہے کہ
 گرفت سے کی۔ تو کس مذہب میں جتنا ہو جائے۔ أَلَيْسَ الْكِبَرُ مِنْ أَمْرِ الْخَيْرِ
الْكَبَرُ بِالْإِخْوَانِ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی حق کرناؤں کی وجہ سے آخرت کی دائمی زندگی کے
 بہت دنیا کی علامتی اور غیر زندگی کو خرید لیا ہے۔ بے اولوں کا حال یہ ہو گا کہ جب وہ مذہب میں
 بھٹکے جائیں گے فَمَا يَلْبِغُهُمْ عِلْمُهُمُ الْغَدَابُ تو پھر جس کے مذہب میں تحفہ
 بھی نہیں ہو کہ قَدْ هَمَمْتُ بِخَيْرٍ اور نہ ہی کسی طرف سے انہیں مانگیں گے۔

اللہ تعالیٰ
 عالم غیب ہے

انہوں نے چھان لیا تو اس کے ساتھ کھڑا، پس کھڑے ہوئے اور ان پر اشرفیات کی لعنت ہے ﴿۵۸﴾ وہ برائی چیز ہے جس نے اسے انہوں نے اپنے حُسن کو چھپا ہے، لکھ کر کہنے میں اس چیز پر جس کو اُڑنے کا ہے، سر کھینچ کر کہنے کے اس واسطے کہ اشرفیائی پناہ لیں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے، اُڑتا ہے۔

پس یہ لوگ غضب پر غضب سے کھڑے ہو کر فرود کے لیے اُتتے لکھ کر ﴿۵۹﴾

اس سے پہلے بنی اسرائیل کے وقت میں وہ لوگ تو یہ ہے جس کی پابندی کرنے کا یہ لڑائی ہے۔ اور قوم قہر میں، سب مصلحت اور مصلحت کا ذکر، اور بہت جو بنی اسرائیل پر سترہ صدیوں کے لیے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس کو بنی اسرائیل کے ایک یہی فرقہ کہ وہ لکھ کر ﴿۶۰﴾ اَلْقِیْتُ قَوْسًا مَّوَسٰی اَلرَّحْمٰتِیْ یعنی بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب قرآن عظیم فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اس کے ذریعے دین اور ایمانی عامل کر سکیں۔ اور پھر یہ تو حضرت کتاب پر بنی اسرائیل نہیں کیا، بلکہ کتاب میں مذکور حکام کی راہ دہانی کے لیے ﴿۶۱﴾ وَفَعَّلْنَا مِنْ اٰیٰتِیْ سَیِّئٰتٍ اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد چلے، وہ اپنے رسول جیسے، تو قرآن کی تفسیر کو تبلیغ کرتے تھے، اشرفیائی کی طرف سے بطور حکومت بنی اسرائیل پر ان پر اشرفیائی کے نام میں عربی اور شصت ہے بنیاد پر ہم صدر و لوگوں کی مشغولات کو حل پیش کرتے ہیں، اور ان کی ایمانی ذمہ داری میں بہت لائی جو اسلام کے بعد اشرفیائی نے جس قدر بظہر رسوخ میں سے مصلحت کا نام بھی قرآن پاک نے لکھ کر لکھتے ہیں حضرت و ذرا جو صدر یہاں جو صدر، ان میں جو صدر، لکھ کر جو صدر، یعنی جو صدر جو صدر بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اسی طرح قرآن اور یہ لوگوں کی جو کتاب میں بھی بہت سے ایسی چیزیں صدر و لکھ کر، تاکہ حضرت کلام فرماتے ہیں، لکھ کر جو صدر یہاں جو صدر بنی اسرائیل میں حکومت ہوئے۔

اشرفیائی نے صدر بنی اسرائیل کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکومت دیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب کتاب و اشرفیائی کے بطور حکومت، لکھ کر بنی اسرائیل کے مصلحت کرنا، تاکہ یہ

وَأَشْفَقْنَا عَلَيْهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا إِتْرَافًا ۖ وَلَهُمْ فِي يَوْمِ ذِي الْقُرْبَىٰ عَذَابٌ عَظِيمٌ اور جو بھٹے جیسی میرا سلام کو واضح نشانیاں مل
 گئیں اور ان سے مژدہ عجز است ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کئے۔ اور جو قرآن پاک میں مذکور
 ہیں مخلصوں کو زندہ کرنا گا۔ لیکن کہتے رہتے کہ وہ میری کاچھند بنکر اس میں میری تکلف ان اور
 تھے ہوا میں نہ رہتا وہ میرا وہ میرا۔ جناب سے احکام میرا دل کی مراد لیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ
 نے اذیت جیسی میرا سلام کا کام ہی نہیں ہے اور دلائل بھی شیعہ تھے۔

جیسی میری بات کا غلط ہے۔ جیسی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنی مبارک ہے۔ حضرت جیسی میری
 کی والدہ کا بھرم جیسی اللہ تعالیٰ تھا۔ آپ کی نالی سے توالی معنی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بنا عطا
 کرنا۔ اور وہ بہت اللہ کی خدمت کے لیے وقت کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عطا کرنا نہیں
 بیچنے کی بجائے جیسی کہ آپ کو پیشانی کا حق ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھٹے نہیں ہیں
 عطا کی ہے۔ جو بھٹے بہت ہرگز وہ میرا پکیزہ بنا ہے۔ میں اس کی بارہی نہیں کر سکتا۔
 حضرت مریم کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے: **يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ كُنِّي هَكَذَا الْغُلَامَ يَسُوءُ**
وَيَذُلُّهُ اللَّهُ اذْخُلْ فِي الْكَلْبِ وَاصْطَلْ فِي الْكَلْبِ فَكُلْ مِنْهُ یعنی اسے
 مریم اللہ نے تجھے برکزدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھے بڑی عطا کی۔
 یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن پاک میں جہاں جیسی میری میرا سلام کا ذکر ہوا۔ عموماً جیسی میری
 مریم کا نام ہوا۔ آگے سورۃ اہزاب میں اسے لکھا کہ آپ کے حامی ہیں آپ کو جیسی میری کے
 ہم سے جانتے تھے۔ اور اسی ہم سے خطاب کرتے تھے۔ وہ ابن اللہ کے ہم سے دائرہ میں
 کرتے۔ خود حضرت جیسی میری سلام کو خود اصرار کرتے تھے۔ بکری خط حیدر تو ہم میں ایک
 حیوانی پادری پوس کو پیدا کر رہا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ میرا سلام خود خدا کے بیٹے یا تینوں
 میں سے تیسرے ہیں۔ یہ بالکل کفر و عتید ہے۔

لعل علی

فرمایا۔ جو بھٹے جیسی میرا سلام کو واضح نشانیاں عطا کیں۔ اور اس کے ساتھ
وَأَشْفَقْنَا عَلَيْهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا إِتْرَافًا ۖ وَلَهُمْ فِي يَوْمِ ذِي الْقُرْبَىٰ عَذَابٌ عَظِيمٌ
 ہیں۔ کہ جن اللہ تعالیٰ سے مژدہ عجز است ہیں۔ جیسی میری میرا سلام کے ذریعے حضرت
 جیسی میرا سلام کی ہوگی۔ اس بات کی تائید قرآن پاک کے حدیث کے تمام پر مبنی کرتی ہے۔

و اگر نہ تھے۔ جنہیں سر نہیں ملنے قتل کیا۔ کچھ لوگوں کی مرضی کے خلاف اپنے قتل کے بعد
 پہنچتے تھے۔ جو یہی اسماعیلیں کے لائق نہیں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک لوگ فحاشی
 و فحشیت کی اتباع اور فحاشی قانون کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے۔ انہیں غرض فی سبب نہیں
 ہو سکتی۔ ان کے لیے جو یہ وہ یہ ہیں۔ ان کے لیے اتباع و فحشیت اور فحشیت ہی باقی تھیں۔ جن کی
 وجہ سے انہوں نے بعض نہیں کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا۔

یہودیوں کو ایک اور خلاف ورزی تھی کہ وہ صاحب عمر ہیں۔ ان پر کسی بیرونی تبلیغ کا اثر نہیں
 ہوتا۔ قرآن پاک کے احکام میں ان کا وہ جسے قاتل لڑا قاتل بننا خلف گوہ ہے۔ دل فحش
 میں بند ہیں۔ یہ ان کی خود ساختہ فحشیت ہے۔ کہ صاحب کتاب ہونے کی وجہ سے وہ ہر قسم کے فحشیت
 سے محفوظ ہیں۔ لہذا وہ اپنے دین پر پختہ ہیں۔ اس میں کوئی جگہ نہیں انہیں کر سکتا۔ محض ہر قسم
 طرح خلاف میں بند کوئی چیز بیرونی اثرات اور قیود و تدبیر سے محفوظ ہوتی ہے۔ یہی طہارت
 کے دل کی خلاف ورزی ہے۔ اور ان کے اختیار کردہ وہی ہے کسی قسم کا جلازیم انہیں کہ ہر قسم
 ان کو نظروں سے غائب کر دیتا۔ بشرطیکہ ان کے پاس صحیح علم ہو۔ ان کے عقائد و دست ہوتے اور
 اور وہ اپنے صحیح دین کو محفوظ کر سکتے۔ مگر حقیقت اس کے برخلاف تھی۔ وہ خود اپنا دین بگاڑ
 پٹتے تھے۔ غرض کہ عقیدہ رکھنے کے اور پھر ان پر انداز کرتے تھے۔ جب تک ان کے پاس حق
 بات ملے کہ انہیں صبر و صبر آئے۔ وہ اس میں جھٹلا سکتے یا قتل کر سکتے۔

یہودیوں کا
 نامہ اعمال

اسرائیلی نے فرما دیا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ ان کے دل محفوظ ہیں۔ درست نہیں ہے
 حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل محفوظ ہیں۔ لہذا ان کے کمر کی وجہ سے ان کے دل محفوظ ہیں۔
 لغت کی ہے۔ اور انہیں یہی دست ہے۔ لہذا ان کے دل محفوظ ہیں۔
 قرآن پاک کے ہیں۔ یہ حق بات کہ ان کے دل محفوظ ہیں۔ لہذا ان کے دل محفوظ ہیں۔
 ان کی بہت قلیل تعداد ہے۔ ان کے یہ دعویٰ کہ ان کے دل محفوظ ہیں۔ لہذا ان کے دل محفوظ ہیں۔
 یعنی تم میں سے اکثر ان میں ہیں۔ لہذا ان کے دل محفوظ ہیں۔ لہذا ان کے دل محفوظ ہیں۔
 نہیں ہر قسم۔ انہیں یہ دعویٰ کہ ان کے دل محفوظ ہیں۔ لہذا ان کے دل محفوظ ہیں۔
 یہی بات ہے۔

یہودیوں کے عقائد
 کا خلاصہ

موجودہ
ذوالقرنین

یہ تذکرہ قرینہ کی یہی کتاب ہے۔ ذوالقرنین کے انہوں نے اس کے احکام کی اس کتاب پائی
کی اس بات کا بیان ہے کہ جب قرینہ کی کا ذوالقرنین اس کے دربار میں آئے
کیا وہ یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے
کی طرف سے اس کے پاس وہ کتاب آگئی، **مُحَمَّدٌ رَأْسُ الْبَنَاتِ** یعنی انہوں کی خیریت
کھنٹی ہے۔ اس کے پاس یہ وہ ہیں۔ مصدق کتاب سے وہ ذوالقرنین پاک ہے۔ وہ یہ کہہ کر
میں نہ آیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی جب قرینہ کی کا ذوالقرنین کھنڈ کر دیا
تو جی سزا میں سے اس کا بھی نکل کر دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی انہوں کی خیریت
کے ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں اس کے یہ وہ ہیں کی ایک
وہ بات کا ذکر ہے۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
ذوالقرنین سے پہلے وہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
کے ہیں۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
کہہ پر اس بات کا کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
دلی ہے۔ اس پر بیان ہے۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
بات ہے۔ کہ کوئی یہی آئے وہ ہے۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
کوئی یہی آئے یہی ہیں۔

وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
وہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں
یہ کہہ دیا۔ **وَالْعَاقِبَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَوَّلِهَا** یعنی آخرت بہتر ہے۔ اس کے دربار میں

ظہر توکل

ظہر توکل جیسے مذہب میں ہی دلا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی مغرب نہ سے کی برکت سے یا اس کے طفیل سے کوئی رہا نہ گئی جائے اس میں کوئی عجز نہیں کیونکہ اللہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ صاحب وسیلہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے اُنہی نے ہیں ماہِ رست کی تعلیم دی ہے۔ ہیں اس سے محبت ہے۔ لہٰذا اس کے طفیل یا اس کی برکت سے خدا تعالیٰ ہماری دعا قبول کرے یا شرک اس وقت ہو گا جب اس کے توکل کی بجائے خود اُنہی سے مانگنے لگے یا اس کو مشرکوں کی طرح قطع بکھے یا اس کو کفار مطلق بکھے کہ اسے دعا کے قبول کرنے یا کرنے کا اختیار مل ہے۔

بحر حال پہلے تو یہ لوگ اس قسم کی دعائیں مانگتے تھے اور وعدہ کرتے تھے کہ اگر اُنہی نے اپنے ایمان و اُتھ لے۔ فَلَقْتُ لَكَ آذُنًا فَهَسْتُ بِسِيبٍ وہ چیز مانگی جس کے وہ منتظر تھے۔ عَاثُوا كَوْنًا مَرَدُّهُ انہوں نے یہاں بھی یا کھڑا ہے اس کے ہر جو اس کا انکار دیا ان کی اس بیش و عمری اور کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَقْتُكَ اللَّهُ عَلَى الْكَفَرِ بِئِی جیسے عربین پر اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

یہ مضمون
میں مذہب
سے ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان غلاموں نے ایسی بڑی عداوت کر کے کیا کہ: يَسْتَأْذِنُ سَوْدَا بَعْدَ الْقَسْبِ انہوں نے نہایت ہی بڑی چیز کے ہرے اپنی جانوں کو بھیج دیا کوئی چیز ہے جو انہوں نے جان کے یہ بڑے غریبی أَنَا يَكْفُرُونَ بِمَا آتَيْنَا اللَّهُ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب، شریعت اور نبی کا انکار دیا اور یہ شخص اس سے قبل مشرقت کرتے ہوئے کہ نبی آخر الزمان، دوسری قوم میں کیوں آگیا۔ وہ تو ہماری قوم ہی اسرائیل میں آگیا ہے تھا۔ وہ تو ہمیں پس رکھے آگیا۔ چنانچہ قرآن پاک نے جگہ جگہ یہیں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہے کہ آخری نبی خدا ہی اسرائیل میں آئے گا۔ فَرِيقًا يَحْسَبُ بِهِ كَذِبًا اُنہوں نے کہا کہ كُذِّبَتْ آيَاتُ الْمُرْسَلِينَ اللہ تعالیٰ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر جاتا ہے۔ اور دیتا ہے۔ یعنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے ہر مرد کی جیسے۔ مگر نبی آخر الزمان کی بعثت نبی اسرائیل میں مقدر ہو چکی تھی۔ اس لیے وہ وہی تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل سے آخری نبی کا کوئی وعدہ نہیں کر لیا تھا۔ اب جب کہ آخری نبی آئے ہیں۔ تو نبی اسرائیل کا

فرماتا کہ: اے نبیؐ! میں نے تجھے ہونے۔ اس پر ایمان لائے اور ان کا اتباع کرتے۔ اس کے ہر خوف انہوں نے سرکشی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے خدائی حقوق کا دم بھرنے لگے۔ جو ان کے لیے مناسب نہ تھا۔

بنی اسرائیل کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جبکہ قرآن **عَنْ عَصَبٍ** اور **عَصَبٍ** پر غضب سے گزرتا ہے، ان کا پہلا غضب تو یہ تھا کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا انکار کیا، بادشاہ نے انہیں سولی پر لٹکانے کا حکم دیا، منہ پر پتھر کا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو زندہ دھڑکا دیا۔ انہیں بڑا سیلائی، کتبہ ہادیہ میں تحریر کا اور کتاب کیا۔ اور چھ جہازوں سے خدائی احکام کو ڈالا، اور پھر اس غضب پر دوسرا غضب یہ تھا کہ جب بنی اسرائیل یحییٰ علیہ السلام کو شریف دے گئے اور آخری کتاب نازل ہوئی تو ان کا انکار کر دیا۔ یہ گرا غضب پر غضب ہو گیا۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایشاد فرمایا **أَلَيْسَ هُوَ مَعْصُومٌ وَالْعَصَى مَسْدُونٌ** یعنی یہ وہ معصوم ہیں اور نہ دھڑائی گزرا۔

مضطرب شے کہتے ہیں جو وہ دانت احکام کی خلاف ورزی کر رہے۔ آج کا مصلحان بھی جانتے ہیں کہ غرضت ہر حق ہے۔ مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ یہی خرابی بنی اسرائیل میں بھی پائی جاتی تھی۔ وہ پہنچتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور یہ آخری بنی اسرائیل کا کتاب ہے۔ مگر ایمان نہیں لائے۔ ہمارے اربابِ عقل وہ ہے۔ جیسے فہم میں خزانہ آج ہے۔ اور وہ جھٹک جاتے۔ نصرتی عقل میں۔ یہ عقلی کرنے والے ہیں۔ فروا قَوْلَ الْكَافِرِينَ يَقُولُونَ هَذَا كَذِبٌ يَقُولُونَ يَا دُرُكْمُ! انکار کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہیں حدود تاکہ عذاب تیار ہے مگر اس عذاب سے بچنے سے قوتِ ایمانی باوجود است پر آجاؤ۔ وَمَنْ تَوَلَّىٰ شَيْئًا مِّنْهُ جس پر چلا ہے۔ اللہ قسم ہے ہر ایک کے ہر دستِ خلقت کو کہنے والوں کو بھی تیار کر رہے ہیں۔ کہ تم بھی یہودیوں کی راجس اختیار نہ کر لینا۔ بلکہ ان کی خرابیوں کا دگرگشتی کر بنی مصلح کر لینا۔

وَرَأَىٰ قِبَلَٰكَ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اٰتٰنَا اللّٰهُ قَالُوۡا كُوۡفِرُوۡا بِمَاۤ اٰتٰنَا
 عَلٰیۤكُمۡ وَیَكْفُرُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰنَا وَهَۤؤُلَآءِ وَهَۤؤُلَآءِ مَصۡدِقٰتُهَا مَعۡرُومٌ
 قُلْ كَيْفَ تُفۡتَنُوۡنَ اِنۡبِیَآءُ اللّٰهِ مِنْ قَبۡلُ اِنْ كُنۡتُمْ مُّؤۡمِنِیۡنَ
 ① وَلَقَدْ حَيَّٰتُكُمۡ مُّوۡسٰی بِالۡنَّجۡۢیۡ ثُمَّ اَخۡذَۡنَاۤ اِلَیۡهِۡنَ
 اَمۡرُہٗۤمۡ وَاسۡتَمِعۡ ظٰلِمُوۡنَ ② وَاِذَاۤ اَخۡذَۡنَاۤ مِیۡثَاقَکُمۡ وَرَفَعۡنَا
 فَوْقَکُمۡ الطُّوۡرَ اَعۡدُوۡاۤ مَاۤ اٰتٰیۡکُمۡ بِغَوۡۢیٍ وَاَصۡمَعُوۡاۤ مَاۤ اَلٰوِیۡتُمَا
 وَعَصٰیۡتُمَا وَاخۡرَجُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ اِلَیۡہِمۡ یَکۡفُرُہُمۡ قُلْ
 یٰۤاَیُّهَاۤ مَرۡکُۡمَ یٰۤاَیُّہَاۤ مَرۡکُۡمَ اِنْ کُنۡتُمْ مُّؤۡمِنِیۡنَ ③ قُلْ
 اِنْ کَاۡمَتۡ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِندَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنۡ دُوۡنِ
 النَّاسِ فَنَسَبُوۡا الصَّوۡۤتَ اِنْ کُنۡتُمْ صٰدِقِیۡنَ ④ وَلَیۡنَ
 یَتَعَسَّوۡا اَبَدًاۤ بِمَاۤ فَعَلۡتُمۡ اَلِیۡدِیۡہِمۡ وَاَللّٰہُ بَیۡنَہُمۡ وَبِالظَّٰلِمِیۡنَ
 ⑤ وَلَقَدْ ہٰکُمۡ اَحۡرَمَ النَّاسِ عَلٰی حَیۡوٰۃِہُمَاۤ وَمِنَ الَّذِیۡنَ
 اَشۡرَکُوۡۤا یَزُوۡۤا اَعۡدَہُمۡ تَوَلَّیۡمَرۡاۤفَ سَنَۃٍ وَّمَاۤ هُوَ
 بِمُخۡرَجٍۭہِۤمۡ مِّنَ الْعَذَابِ اِنَّ یُقَسَّرُوۡاۤ وَاللّٰہُ یَعِیۡۤدُ یٰۤاَیُّہَا
 یَعۡمَلُوۡنَ ⑥

خود بخود اور جب ان کو اپنی کتاب سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ اور میں
 خبر ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دوسری قرآن (قرآن) کہنے میں کہ ہم اسی چیز
 پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف سے نازل کی گئی۔ دوسری قولہ: اور اس کے ہوا
 کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ حق ہے۔ اور تصویر کہنے والی ہے اس کی جو
 ان کے پاس ہے، آپ فرمادیں گے، میں تم کو ان قتل کرتے تھے اللہ تعالیٰ

جہ میں قرہ علی شریک ہو۔ اس کا وہ شیخ ثروت یہ ہے کہ نازل قرانی کے وقت جو وہی جیتے
 ابو ایوب کے غرض قدم پر چلتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مدہ سے تھے۔
 اس سلسلہ میں دین کے پروردگار نے نئی سلاطین میں جن کی حضرت علیہ السلام کو نہر علی دیا گیا۔ یہی
 سیدہ امیرتھانی نے فرمایا کہ اچھا خدا دلائی ہے کہ تو، تو پر خدا ایمان ہے، تو پر یہ بتاؤ کہ قتل
 بنیدامیر علیہ السلام تو قرہ میں جس کھ ہے۔ خدا دلائی ہے ایمان بدل ہے۔ اگر قرہ ایمان دے ہو
 تو قتل بنیدامیر علیہ السلام کیوں مرث ہوتے ہیں۔

قرہ پر خدا دلائی ہے کہ تو قرہ پر ایمان رکھتے ہو اس کا ثبوت یہ ہے کہ وَلَقَدْ
جَاءَكُمُ الْوَحْيُ بِالْبَيِّنَاتِ جب میں علیہ السلام واضح نشانیاں میں بھیجتا تھا کہ تم نے
 تو قرہ ان پر ایمان دے کر رکھتے۔ كُلُّكُمْ لَئِيْلٌ مُنْهُنَّ جو تم نے
 پکھڑے کو سمجھ دیا یہ یہ صریح شریک تھا۔ ہم تمام آسمانی کتابوں کے مطابق کہ ایک پروردگار ہے
وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم باغی ہو۔ یہاں خدا تعالیٰ کا حکم کرتے دے تھے۔

دیکھو تم نے ہر دعوہ میں کرنا۔ خود شریعت کا بدلہ کرنا اور یہ بتانا کہ جسوں کی تم جیتے تھے
 مذہب ان کے بدلے میں بدل کر لیں۔ یہی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ وَلَقَدْ جَاءَكُمُ الْوَحْيُ بِالْبَيِّنَاتِ
 اور جب تم نے تم سے بگڑے ہوئے۔ وَلَقَدْ جَاءَكُمُ الْوَحْيُ بِالْبَيِّنَاتِ اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 کو سنبھل کر دیا اور تم پر یہ حد وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 نے سنبھل کر دیا اور تم پر یہ حد وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 جمع وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 نے تسلیم نہیں کیا۔ میں نبیوں کے وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 وہی علی وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 کہتے تھے کہ تم کو چاہی ہو کہ وَأَنشَأُوا طُغْيَانًا اور تم نے تمہارے سرور پر کہ وہ
 یہ دے کہ تو، تو کہہ تھے ہیں۔ خط ہے۔

فرمایا قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ عَلَىٰ تَقْوَىٰ اللَّهِ تَعَالَىٰ فِيمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يُغْنِيكُمْ عَنْهُ
بُحْثَانِكُمْ اور بہت ہی بڑی چیز ہے۔ جس کے لیے خدا ایمان تمہیں حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَكُنْ مِمَّنْ يَتَّبِعُ النَّبِيَّ فَمَا يَأْمُرُ بِهِ إِلَّا لِيُفْتِنَهُمْ أَلَا يَكْفُرُونَ
ہی بات ہے، ظاہر ہے کہ خاص ایمان بھی قتل بنیاد پر مبنی ہوگا کہ ظلم نہیں کر سکتا۔ اور یہی
پھر اس کے پرستار اور وہ کہ اسے جھوٹا یہ ہے کہ قرآن پر قتل ایمان ہی نہیں ہے۔ اور نہ
اس قسم کی برائی حکمت کے مرتب نہ ہوتے۔

موت کی آمد

پتے بہت گزرتے ہیں۔ آج کے ہی آج ہی۔ یہ وہ نصیحتی دونوں میں علم حاصل ہو رہا
تھے کہ جنت موت نہیں کے لیے مخصوص ہوئی ہے۔ کوئی دوسری قوم اس میں داخل نہیں
ہوگی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ کُنْ يَتَّبِعُ النَّبِيَّ فَمَا يَأْمُرُ بِهِ إِلَّا لِيُفْتِنَهُمْ
وَلَا تَكُنْ مِمَّنْ يَتَّبِعُ النَّبِيَّ فَمَا يَأْمُرُ بِهِ إِلَّا لِيُفْتِنَهُمْ
الْآخِرَةَ يَتَّبِعُهُ النَّبِيُّ فَمَا يَأْمُرُ بِهِ إِلَّا لِيُفْتِنَهُمْ
اللَّهُ تَعَالَى کے نزدیک آخرت کا ظلم بعض قیامت ہی کے لیے ہے۔ قیامت پر یقین ہے۔ کہ تم
غزوہ جنت میں جاؤ گے۔ فَتَنَّا الَّذِينَ وَلَّيْنَا مِنْهُمْ الْأَرْضَ لِيُكْفُرُوا وَلِيُتَّبِعُوهُ
کی تباہی کو کرو۔ قیامت ہی پہاڑی کو تباہی دے گا۔ ظاہر ہے جنت آخرت میں ہی کامیابی کا یقین
ہو گا۔ وہ تو چاہے گا کہ کب سے کب وہ دینی لازم و مست سے متغیر ہو۔ البتہ
اللہ تعالیٰ نے فرما کر سب ان کے نبی و رسول ہیں۔ کہ مومن ہی جنت میں پہنچنے کے
لیے جس دین پر مبنی موت کی مزدت ہے۔ اس کی بھی قیامت نہیں کریں گے۔ وَلَكِنْ يَتَّبِعُونَ
النَّبِيَّ كَيْفَ هُوَ لَا يُفْتِنُهُمْ يَتَّبِعُونَ النَّبِيَّ كَيْفَ هُوَ لَا يُفْتِنُهُمْ
تَبِيعُوا النَّبِيَّ كَيْفَ هُوَ لَا يُفْتِنُهُمْ يَتَّبِعُونَ النَّبِيَّ كَيْفَ هُوَ لَا يُفْتِنُهُمْ
مزدت کی قیامت ہے۔ بَلَا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَأَلْفَ عَشِيرَةٍ وَالْأُولَىٰ لَكَ الْغُلُوبَةُ
اسی غلاموں کو غالب بنانا ہے۔ کہ یہ کیا ظلم کو کہتے ہیں۔ اور ان کے دامن میں کیا ہوتا ہے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگردی ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن پاک کو بھیج دیں
کہ کے جنت میں موت ہی موت کی تباہی کر دیتے تو جاکہ ہو جاتے۔ اس لیے سنوں نے یہ نہیں

بقیہ

آلہ

(تیسرا باب)

درمیں پہلے

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ
 اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ
 (۹۷) مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ
 فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (۹۸) وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ كِتَابَ الْإِسْلَامِ
 وَمَا يَكْتُمُونَكَ إِلَّا هَٰذَا ۖ أَتَاكَ لَمَمًا ۚ (۹۹) أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ
 آيَاتُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِمْ أَنْ يَنْبَغُوا لِلَّهِ أَنْ يَرْسُلَ
 رَسُولًا مِنْهُمْ ۚ وَلَٰكِنَّا جَاءَهُمْ
 رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ ۚ فَأَخَذَ اللَّهُ
 عَلَيْهِمُ الْعَذَابَ ۚ وَكَتَبَ اللَّهُ تِلْكَ آيَاتِ الْآفِ
 لِكُلِّ قَوْمٍ (۱۰۰)

ترجمہ: آپ کو پہلے جبریل علیہ السلام کا وحی ہے۔ جس سے تم کو
 (قرآن پاک) وحی کے آپ کے دل پر نازل کیا، اللہ کے حکم سے یہ نصیب کرنے
 والا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں، اور یہ اہل ایمان کے لیے ہدایت
 اور خوشخبری ہے (۹۷) جو شخص دشمن ہو اللہ کا اس کے فرشتوں کا اس کے
 رسولوں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا پس بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کے ساتھ
 دشمنی رکھنے والا ہے (۹۸) اور اگر تمہیں ہم نے آپ کی طرف واضح نشانیاں
 کہیں، اور اس کے ساتھ نہیں کہہ کرے تو انہیں توئی (۹۹) کیا جب بھی رسول
 کوئی حکم کیا، اس کو ان میں سے ایک گروہ نے پیروی نہ کیا، بلکہ ان میں سے اکثر
 ایمان نہیں لائے (۱۰۰) اور جب ان کی طرف اللہ کی طرف سے رسول آیا، جو
 نصیبی کر رہا ہے، جس پر جبریل کا وحی کے پاس ہے، تو انہیں بے ایمانوں میں سے
 ایک گروہ نے اللہ کی بات کو اپنی ہمتوں کے نیچے ڈال دیا، کہ وہ کہتے ہیں میں

(۱۰۰)

یہودیوں کی خرابیوں کا تذکرہ متصل کے ساتھ چل رہا ہے۔ آیات ذیل میں ایک غریب
کے متعلق مسخرین کو مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے
گرد و نواح میں بہت سے یہودی آیا کرتے۔ یہودی علم، اس سے صرف ایک عالم حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے باقی سب کو کم ہی ہے۔ ان میں سے ایک صحابی ایک عجمی تھا۔
وہ بعض دوسٹر یہودیوں کے ہمراہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے آیا۔
ان کو آپ سے مختلف سوال کیے۔ اس نے کہا کہ آخر نبی کی کے طالب سے متعلق یہودی کہتے ہیں
میں بعض نظائیاں موجود ہیں، آپ اپنے طالب کی کیفیت بیان فرمائیں۔ آپ نے اس کے جواب
میں فرمایا: *عَيْنِي تَنْتَعِنَانِي وَنَا يَنْتَعِنَانِي فَلَيْسَ بِي مِيرِي عَيْنِي وَنَا يَنْتَعِنَانِي*۔
مگر وہ دل بھی نہیں مارتا۔ اس کی اس نے تصدیق کی کہ آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔ یہودی کہتے ہیں
میں بھی نبی آخر الزماں کی سی نشانی بتائی گئی ہے۔

اس شخص نے دوسرے سوال کیا کہ تم یہودی میں نبی کی خبر پانچ لکھ ہوئی ہے۔ میں چھ لکھ لگتی ہوں
یہ شخص اس کو کہنے سے حال کا فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوا دوا منور سینہ، ٹھیک
کا ہوتا ہے، اللہ عزوجل کے علم کی رحمت اللہ علیہ کی ہوئی ہے۔ فرمایا: حضرت کی ذات
جس دوا کا خبر ہو جاتا ہے، چھ کی شکل رحمت اس کے ملاقا ہوئی ہے۔ باقی جی بہت
کہنے سے کیا مراد ہے، مقدار میں خبر ہوتا ہے یا غرض میں رحمت ہوئی ہے۔ یا کسی رحمت
میں خبر ہوتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جی بتا، کہ
مرد اللہ رحمت میں سے جس کے دوا میں خبر ہوتا ہے۔ دوا بہت ہے۔ چھ کو اپنی طرف
کھینچ لیتا ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ یہ بھی آپ نے درست جواب دیا۔ جی کہتے ہیں
جی ایسا ہی ٹھیک ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے فرمایا کہ جیستم بہت آیات سے متعلق ہو
آخر یہ بیان کرنا نہیں دیتے۔ کہنے لگے۔ ہم ایک دوا سوال پر جیسم کے حضرت یا فرمائیے۔

کہ جو لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، انہیں سب سے پہلے کوئی نیک نواز فرشتہ کی پہنچی جھنڈی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ جنتوں کی اور جہنم کی پہنچ کے چل کا زمانہ محدود ہے اور جو درجہ غیر یہ ان کو پہلے کا کثرت پیش کیا جائے گا۔ جو بہشت کے احکامات میں چرچا ہے یہودیوں نے کہا کہ یہ بھی آپ نے درست فرمایا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے آخری نبی کی تمام علامتیں چھٹی لی ہیں، تو پھر ایمان کیوں نہیں داتے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا ایک بہت دور بانی ہے، اگر آپ کے پاس وہی کوئی داتا ہے، آپ نے فرمایا، لکھو یہ جبریل علیہ السلام وہی داتا ہے میں دیکھنے لگے جبریل تو ہمارے وطن ہے، اگر وہ وہی داتا ہے تو ہم اس کو نہیں دانتے، ہاں اگر یہ نبی داتا تو ہم مان لیتے، کھنکھنے لگے جبریل کو وہ وہ بہت کی بنا پر ہم تسلیم نہیں کرتے، اول یہ کہ یہ تو ان پر مخاطب داتا ہے، اور وہ عربیہ کہ اس نے ہمارے وطن بہت نیک نواز نبی کی پہنچی، اس کی تفسیل انہوں نے یوں بیان کی کہ ہمارے عقیدوں نے ہیں بتایا تھا کہ بہت نصیب داتا، داتا نہیں تھا وہ ہمارے کہ، لہذا اسے ہمیں یہی قائل کر دینا، پیغمبروں نے اس کی کتابیاں بتائیں، اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ اس عمر میں قرآن مجید پر پڑے گا، اور ان کا کہہ کر تا ہوا، چنانچہ ہمارے نبی داتا نے بہت نیک نواز کی تلاش میں چاروں اوقات آؤنگے بھیج دیے، اور انہوں نے شراب میں اپنی مشیتوں نے ساتھ بہت نیک نواز کو توفیق کر دیا، جب اسے جاکر کہنے لگے تو جبریل علیہ السلام سامنے آکر اسے بوسے اور کہنے لگے تم اس کو کیوں دانتے ہو، ہم نے کہا کہ یہ جانا قاتی ہے، اور چارویں تہابی کا باعث ہے کہ، تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اگر یہ واقعی قاتی ہے، تو تم اسے جاکر نہیں کر سکو گے، اور اگر یہ قیلاً قاتی نہیں ہے، تو خدا کا وہ نبی اپنی کے تم تکب ہوتے ہو، اس وقت جبریل علیہ السلام نے بہت نیک نواز کو جاکر بوسے سے بچا دیا، وہی بہت نیک نواز چارویں تہابی کے نام پر خطیب کے حلقوں میں بڑی تہابی پہنائی، اور بیت اللہ میں کرگاہ نور کو عبد اللہ یہودیوں کو قتل کیا اور اس کو خاتم اور لڑتے ہاں بنادیا، چنانچہ یہ لوگ سوال تک غلامی میں مبتلا تھے اور نبی داتا اور نبی داتا۔

یہودیوں نے کہا کہ جبریل علیہ السلام پر جانا اور اعتراض یہ ہے کہ یہ آپ کے

کہہ گئے، تو اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائیں گے۔ ہر حال میں ایمان کا اصلاح اور کامیابی کی بشارت ملانی لگتی ہے۔ اب بتا دیا پاک کلام لائے اسے جبرائیل علیہ السلام سے دھننی لکایا مسمیٰ ہے۔

فرشتوں سے
دھننی اللہ تعالیٰ
سے دھننی ہے

فَرَمَا عَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّقَوْمٍ وَعَلَيْهِ كِتَابُهُ وَرُسُلُهُ وَجِبْرَائِيلُ وَكَرِئِيمُكَ
فَكَانَ عَدُوًّا لِّقَوْمٍ كَفَرٍ يٰٓيَمِينَ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں جبرائیل، میکائیل اور عزرا سے
دھننی رکھنا، تو اللہ تعالیٰ سے دھننی سب گروہ لوگ فرشتوں کے دھننی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے
کے دھننی ہیں۔ فرمایا اگر ایسی بات ہے۔ تو پھر عرض کرنا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ
میں کافروں کا دشمن ہے۔ ظالم ہے کہ جو کچھ یا بنیاد جبر علیہم السلام تو عالم بالا میں طغیوان احمدی
کے ترجمان ہیں۔ اس کے ساتھ دھننی بنی پڑتے ہیں۔ یہ کہ تو یہ اللہ تعالیٰ سے دھننی کے کلمہ اور
عقل کا حکم ہو کہ یہ اللہ کے مشفق ہے۔ اور جو کہ ان میں پیغام کو کہتے ہیں۔ اس کا اثر
جس کے قدیم شاہ عدی بن زید عباسی کے کلمہ سے ثابت ہے۔ اُسے خاتم شاہ عباسی نے کسی
بات پر خدایا کہ قید میں فرما دیا۔ بادشاہ اس کا ارشاد دہی تھا۔ ہر حال اس نے اپنے غلوں
میں خدایا کو پیغام بھیجا تھا۔

بَا شَيْبَ الْبَشَرِ خَيْرٌ مِّنْ الْبَشَرِ بَا شَيْبَ الْبَشَرِ خَيْرٌ مِّنْ الْبَشَرِ

خدایا اگر یہ پیغام بھیجا ہو۔ اس نے جو دھننی میں قید میں ہے۔ ان کی بات ہے۔ اس کے
حکم کا مستند ہو۔ بلکہ ابی ہاشم ہے۔ یہ کافی لیا قصیدہ ہے۔

عرب کے ایک شاہ کے کلام میں بھی یہی عبارت ہے۔ ۷۷۰ میں بہت مشہور تھا۔
اس نے عربوں کا جہاں کہا تھا۔ اس کی زبان سے نکلا۔ شہریت شہرت حاصل کرتا تھا۔ اور
پورے عرب میں غور پھیل جاتا تھا۔ اُس نے حضور علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ وہ شخص ایمانی
نے اس کے لیے حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا تھا۔ کہ اگلا۔ نے مغربی کے مذہب کے لیے
میں ہی رہ کر کیا۔ وہ اپنے گاؤں میں بھی رہا۔ پہنچا۔ بلکہ وہی صحابی حضرت سے کہہ کر
بلکہ ہو گیا۔ وہ بھی کہتا ہے۔

بَا شَيْبَ الْبَشَرِ خَيْرٌ مِّنْ الْبَشَرِ بَا شَيْبَ الْبَشَرِ خَيْرٌ مِّنْ الْبَشَرِ

نہ نہ ہی شبان سوز قیول ملک پر پرستیم پنچا دو گئے اور غیب کیا فریشتہ غلابائی کرنا
ہے گا۔ مطلب یہ کہ آگیا اور کیا اور کہا کہ اس پیغام ہے۔ اور غلابائی اسی کے منتظر ہے۔ میں کا
مکمل پیغام دے دے کہ میں۔

مختصر کیا کہ غلابائی
مکمل ہے

مختصر: اب کوئی اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور اس کے رسولوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ وہ
کہہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے عداوت رکھنے والا مومن ہے
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ فرشتوں یعنی مومنانہیں سے عداوت رکھنے والا شخص
پیش نہایت ہی خطرناک ہے۔ اگر وہ پیش نہایت ہی کی حالت میں ہے۔ اور ہر چیز موجب
صفت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور پر علیہ السلام کی زبان بہادری سے کہو کہ اللہ تعالیٰ
کا فرمان ہے۔ مَنْ كَادَىٰ بِذُنُوبِهِ سِوَايَ اللَّهِ يَدْرَأَ عَنْ يَدِي يَدَهُمْ سِوَايَ اللَّهِ يَدَهُمْ سِوَايَ اللَّهِ يَدَهُمْ
بِزَنٍّ يَخْلُجُ بِهِ۔ کہہ میرے ساتھ جنگ کے لیے نیا ہو جائے۔ ظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
کوئی جنگ کر سکتا ہے۔ اسی لیے فرما کہ ایسا شخص ملعون ہے۔

واضح ثبوت

جس وقت حضور پر علیہ السلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اُن دنوں میں مسیح کے فریشتہ
جو اسی پر دیاؤں کے دس ڈرے عالم تھے۔ حضور پر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ عالم ایمان سے
آئیں تو کوئی یسوع باقی نہ رہے۔ سب ایمان سے آئیں۔ ان میں سے صرف عبد اللہ پر علیہ السلام
ایمان کی دولت سے مطمئن ہوئے۔ ان سب بے ایمان ہی ہے۔ ان میں ایک ایسا بھی تھا جس کا
اُس نے حضور پر علیہ السلام سے کہا کہ آپ نبی آخر الزماں ہونے کے دعوہ دے ہیں۔ اس دعوے
کے تحت میں آپ میں کیا واضح ثبوتی باتیں جیسے ہم پہچانتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا
نے ارشاد فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ اے نبی! میں نے آپ کو کتاب کی طرف
واضح ثبوتی باتیں کہیں جس شخص میں ذرہ بھی انصاف ہوگا۔ وہ اس ثبوتی بات کا انکار نہیں کر
سکے گا۔ فرمایا يَا كَذِبٌ كَرِيمٌ كَذَبَ الْفَاسِقُونَ ان کو تو ثبوتی بات کا انکار صرف، انہیں ہر
بھی کرے گا۔

کتاب
سہ ماہی

فرمایا کہ غرض کی غیبت نہیں ہے کہ اَوْفَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ النَّاسَ ان میں سے جب
 بھی کسی نے کوئی حد یا شے فَرَّقَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ ان سے ایک طرف سے اس حد کو توڑ
 دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بَلَىٰ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ان کی اکثریت یہاں لانے سے
 قاصر رہی ہے۔ مگر اَوْفَلَمَّا جَاءَهُمْ رُسُلُنَا فَوَاتَوْهُمِ جب ان کے پاس
 رسول مقرر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا كَانَتْ جو
 اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس ہے یعنی دہرہ، قورقہ، انجیل، وجر غنم
 صحت سہابہ، خزانہ، شیر و جرو۔ تو پھر یہ برا کہ فَرَّقَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ ان کو الگ کر دیا
 یہ کتاب میں سے ایک گروہ نے بھٹک دیا۔ كَتَبَ اللّٰهُ اللہ کی کتاب کو وَوَدَّاهُمْ چھوڑ دیا
 پس پشت پرین انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہ اسے نہ لڑائی اختیار کر لی۔ اگر یہ لوگ
 اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کسی وجہ سے چھوڑ کر گئے۔ تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کتنے
 مرد قرائن پاک کو بھی مان لینے چاہئے۔ مگر انہوں نے کتاب اللہ کو بھی پشت ڈال دیا یعنی اس پر قرین
 کے ترغیب نہ تھے۔ اس کے اندر کو تبدیل کر دیا۔ اندھا کے سامنے ہلٹے ہوئے یہ سب کچھ
 انہوں نے اس طرح کیا كَانَ يَتْلُو لَيْسَ يَفْقَهُ اگر وہ جانتے ہی نہیں کہ کون کون سے کتب
 پرش گویاں ہیں۔ کہ کون سی حدیں بتائی گئی ہیں۔ ہیں کی تکثیری میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب
 وہ آخری رسول علیہ السلام کی پہچان ہو سکتی ہے۔ مگر ان میں کوئی بھی صنعت مزاج آدمی نہ تھا۔ تو وہ
 دہلے چیزوں کو بلا شک و شبہ مان لینے لگے۔ اس کے بعد یہودیوں کے کمر و جہرہ کا ذکر آجئے۔

الْقَمَرِ

البقرة ۲

وہی چل رہی ہے

وَأَنذَرُوا مَا تَلْبَسُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ كُلِّ مَلْفٍ مُّبِينٍ ۚ وَمَا كَفَرُ سُبْحَانَ
وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ النَّجْوَىٰ وَمَا أُنْزِلَ فِي
الْمُكَلِّمِينَ بِآيَاتِ هَازِلَةٍ ۖ وَمَا ذُنُوبُهُمْ لِيَكْلِفَهُنَّ مِنْ أَجْدٍ حَقٍّ
يَقُولُوا زُلْمًا بَعْدَ ظَنِّهِمْ ۚ فَلَا تَكْفُرُوا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ۚ إِنَّهَا مَا يُفَصِّرُونَ
بِهِ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمْرَهُ ۖ فَوَصَّيْتُ ۖ وَمَا هُمْ بِعَصَايَ ۚ يَوْمَ يُنَادُّوا نَادِيًا
وَيُعَلِّمُونَ مَا يَفْعَلُونَ ۚ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ذُلُّهُمْ
يَعْلَمُوا أَنَّ شَرَّهُمْ مَا نَلَكَ فِي الْأَرْضِ ۚ مِنْ حَذَرٍ يَوْمَ يُنَادُّوا نَادِيًا
مَا تَعْلَمُونَ ۚ إِنَّهُمْ لَكَاكِلٌ يُفَعَّلُونَ ۚ (۱۲) وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا
وَأَتَوْا أَصْوَابَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ خَشْيَةً لَّكَانُوا يُعْلَمُونَ ۚ (۱۳)

ترجمہ :- اور انہوں نے اس چیز کا نذر کیا جو شیاطین جہاں دوسرے

کی باتوں میں پڑھتے تھے۔ اور جہاں دوسرے کفر نہیں کیا۔ بعد شیاطین

کفر کرتے تھے۔ اور ان کو ہر دو ٹکڑے تھے۔ اور وہ جو جہاں دوسرے کی قیامت کے

مقام پر دو دشمن ہر دو دوست پر۔ اور وہ کسی کو نہیں بھٹاتے تھے۔ پس

تک کہ دونوں کہتے تھے۔ یہ ایک ہم قرآن نسیں ہیں۔ پس تم کفر نہ کی۔ پس وہ

ان دونوں سے ایسی چیزیں بچتے تھے۔ جس کے ذریعہ وہ ان کو کفر کے ارتقا

پہنچا دیتے تھے۔ اور وہ اس سے کسی کو قصاص نہیں پہنچا سکتے تھے۔ مگر ان

کے حکم سے۔ اور وہ ان سے ایسی چیزیں بچتے تھے جو ان کو کفر سے پہنچا دیتے تھے۔ اور وہ ان سے

بہت تحقیق انہوں سے جانی یا اس شخص کو جیل میں رکھ کر خرید لے۔ اس

کے لیے اخذ ہیں کہ انہیں اور وہ بڑی چیز ہے۔ جس کے بارے میں انہوں

نے پہنچا دیا کہ ان کو چاہیے۔ اگر ان کو کفر ہوتی (۱۴) اگر وہ ان کی عیادت

ہر نعمتی مفید کرتے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُسب اور بصر ہوتا۔ مگر

بگھنے (۷)

ان آیات میں بنی اسرائیل کی انتہائی بددیہی اور ان کے افعال کا ذکر ہوا ہے۔ گزشتہ آیت میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اس طور پر پشت ڈال دیا کہ اُس سے بالکل واقف ہو گئے۔ مگر یہ کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ اب اللہ کی عاقبت اور میں پر اللہ کو کھاتے وَأَشْمُوا مَا شَتَّوْا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُطَهَّرٍ سُبْحَانَ اللَّهِ انہوں نے ان چیزوں کی بددیہی کی بدولت جہانِ حیرانہ کی سعادت میں شیطانی فحاشیاں کرتے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے میں جن لوگوں نے اللہ کا عقیدہ برباد کیا۔ کہ جو بنی اسرائیل کے تھے۔ لہذا اس دور میں جو کام بددیہی چیزیں بنی ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل نے اس کا اہتمام کیا۔ اس طرح کمر باندھ کر ان لوگوں کو بچا گیا۔ اسی بات کو اس آیت میں یوں بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل شیاطین کی بددیہی کی عاقبت کے وہ چیزوں کی بددیہی کرنے لگے۔ اگرچہ ان میں عفت ہو گئے اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔

جادو کو شیطانی کھیل جان کر کھینچتے تھے تو اور بہت سی بددیہی اسرائیل نے سمجھ کر اپنے پیغمبر پر کیا۔ کہ اس جادو کو حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔ وہ ان کو برباد کرنا چاہتا تھا۔ اس پر عمل کرنا مبرا کا غریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی برکت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا وَمَا كَفَرَ سُبْحَانَ سُبْحَانَ سُبْحَانَ مسیح علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ جیسا کہ انہوں نے یہ جادو وغیرہ نہیں نہیں کیا۔ وَالَّذِينَ الشَّيَاطِينُ كَفَرُوا ان کے کفر کو شیطانوں نے کفر کا درجابہ کیا۔ جنہوں نے لوگوں کو جادو سکھایا ہے۔

مگر کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا بنی اسرائیل کا قصصِ شریف ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور صاحبِ حریت و ہر لکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدیہیوں کو آپ کے پیغمبر کر دیا تھا۔ اور ہر اگر آپ کے لیے کفر کر دیا تھا۔ فَسَحَرْنَا سحر کیا۔ آپ بنی اسرائیل سے سب فساد کام لینے تھے۔ وہ ایک جادو بھی سیکھتے تھے۔ ان کی عاقبت سے فساد و بربادی

نے تیرا ہی پیدا کیا

شیطان کا
تجارت

حضرت مسیح علیہ السلام
پر جادو کرنا

تم دیکھتے ہو کہ کچھ لوگ اگر گناہ کی زندگی بسر کرتے ہیں، تو کچھ عظیم کام بھی ہیں، مگر ان کے مفاد ہی
 قوتیں ہر جہد ہیں۔ برخلاف اس کے فرشتوں کو جس نے قوت مل کرئی سے نوازا ہے، اگر تم غیور
 کن چاہتے ہو تو میں تم کو نہیں پوچھتا ہوں، تم اپنے میں سے دو فرشتے منتخب کرو، پھر دیکھیں گے
 کہ وہ کس طرف لگا رہے پچھتے ہیں، ان فرشتوں نے اس آزمائش کے لیے قوت اور
 مدد کو منتخب کیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں قوت شہداء بھی دے دی، مگر انہیں دال کے
 مقام پر لے دیا، انہیں خاص طور پر نصیحت کی گئی کہ بڑائی سے باز رہنا، اور دوسری نصیحت سے
 بچنا ہے کہ، اور حل و انصاف سے وقت گزرا۔

ایک دفعہ یہاں تو پیش آیا کہ ایک خوبصورت عورت ایک چھاننے پر سوار جا رہی
 تھی، اس نے کسی عورت کے تحت سڑ سے کپڑا جھانکا، اُسے دیکھ کر فرشتے نے کہا
 ہو گئے، یہ اُن کی کن کن کام مقرر تھا، انہوں نے اُس عورت سے فرصت میں حاکم کی
 خواہش کی، جسے اُس نے منظور کر لیا، پھر حاکم فرشتوں نے اُس سے نفسانی خواہش
 کی تکمیل کی درخواست کی، اُس عورت نے اس خواہش کی تکمیل کے لیے یہ شرط پیش کی کہ
 مجھے وہ اسم مل سکے، وہ جسے چاہو کہ تم آسمانوں پر چلے جاتے ہو اور میرا پس پیسے ہو۔
 فرشتوں نے اُس اسم کا حکم اُس عورت کو سن لیا، پھر اس نے کہا کہ میرے ساتھ یہ لڑکا ہے، اس کو قتل
 کر دو۔ وہ یہ پہلا واقعہ تھا کہ فرشتوں نے یہاں کرنے سے مصدقہ کی عورت نے
 کہا، اچھا یہ شرط یہی ہے، یہ بڑی تیز چیز ہے، فرشتوں نے شرط قبول لی، پھر اپنے میں ان
 انہوں نے لڑکے کو قتل کر دیا اور لڑکے کو غلبہ ہی ہونے لگا، اس نے صدمہ میں مبتلا ہو گئے۔
 عورت ذرا دم غم نہ کر کہ وہ چل گئی کتنے ہیں کہ خبر دیتا ہے جس جاکن بد ہو گئی اور فرشتے سڑ میں
 مبتلا ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے یہ بھیجا کہ ان لوگوں کی سزا دیا میں جھٹکا چاہتے ہو، یہ آخرت میں
 انہوں نے دنیا کی سزا کو پسند کر لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی انہیں مس کر کے انہیں کسی ایک
 حد تک کنوڑ میں لٹا کر رکھا، آج تک وہ انہیں میں لٹے رہتے ہیں ان کے بچے سے وہیں
 ٹھہر رہے، اور وہ سخت ازیت پسند ہیں، جب قیامت آئے گی، تو اس وقت وہ اس
 مذاب سے نجات پائیں گے، اور جو اس کی سزا میں انہوں کی عورت بھی ایک اس کی سزا میں ہے

تاجم اس کی سچائی پر یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

دوست دوست
کرمی خاں

۱۸۴۱ء میں منڈائے ایک طرح عمل کیا ہے کہ ایک موقع پر ایک ہرنچا کوئی جھٹک ہی مردی کے ساتھ نکلے پر بیٹھا تھا۔ دور دورے سے جب کیا کہ یہ کن کوئی ہے۔ جو شخص کے ساتھ بیٹھا ہے۔ تو منوں نے بتایا کہ یہ آدمی دوست دوست کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہے۔ لہذا اس کی دوست طرانی کی گئی ہے۔ اس شخص نے اس کے بعد کہ درگ آدمی کو سلام کیا اور عرض کیا حضرت دوست دوست سے ملاقات کا کچھ حال مجھے بھی نہ دے۔ اس پر اس شخص کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس نے واقعوں پر سننا شروع کیا۔ کہ بھائی! میں ابھی پچھتاؤں۔ مگر میں دل دوست کی فراموشی جیسے میں فراموشی سے فراموش کرنا۔ جب باپ فوت ہو گیا۔ تو اس سے دوست حاصل کرنا اور خوب دانا۔ ایک دن میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہاں یہ قربانی کرنا ہے۔ اس پر دل دوست کہاں سے آیا تھا۔ جو اتنا فراموش کرنے سے بھی کمر نہیں ہرتا۔ اس نے کہا دینا تم جتنی چاہو دوست دانا بہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔ میرا میں نے مجھے دوست سے بھرتے ہوئے کمرے دکھائے۔ جس کے بیٹے اور چچا تھا۔ اس نے دو سو سو سال کیا۔ کہ میرے باپ نے یہ الگ کر دینے سے گویا اللہ نے بتایا کہ تیرا باپ صاحب تھا اور اس نے یہ ساری دوست مگر کی وجہ سے لائی۔ اس کے کوئی مال آج کیوں نہیں رہی وہی چیز بنگلوں میں کی وجہ سے میرے باپ نے انتقال ہوا کیا۔ اس نے سوچا کہ کمرہ اس کے باپ نے اپنے کسی مال کو بھی لکھا تھا۔ اس کا ہر کر کے اس سے یہ علم لکھا پدینے۔ چنانچہ خاص کرنے پر اسے ایک شخص ملی گیا۔ جو اس کے باپ کا خاں و تھا۔ اس کے نے اپنی خواہش کا اعلان کیا۔ کہ وہ دیکھنے لگا۔ یہ بڑا خاں کہ علم ہے۔ اسے زہری سیکھتا میرے اس کے علم کیا کہ اس نے کیا کہ اچھا مگر تم خود ہی یہ علم لکھنا چاہتے ہو۔

میرے بچے بچے آج کل غریب رہ گئے۔ وہاں ہم رہتے ہیں۔ وہاں چکر خاں کا مرنہ دینا۔
دکان میں کہتا ہے۔ کہ میں اپنے باپ کے خاں کے لکھنے چکے ہوں۔ سچی کہ میرا ایک خاں پر بیٹے اور اس میں آئے گئے۔ ہم تین سو بیڑیاں بیچے تو اسے تو وہاں ایک کوس نکلا۔

تو نہیں ملے۔ صرف وہ شوکت ہے۔

وَبَنَاتُ ذِي شَيْبَانَ قَوْلَهُمْ هُنَّ كُنَّ بَنَاتِ بْنِ شَيْبَانَ بِالنَّسَبِ
وَأَمَّا بَنَاتُ ذِي شَيْبَانَ قَوْلَهُمْ هُنَّ كُنَّ بَنَاتِ بْنِ شَيْبَانَ بِالنَّسَبِ
آلِ سہیلان بنے گئیں۔ ان کے درہم و دینار لیے ہیں۔ جیسے وہ بیویں کے درہم
بست سے بہت جمع ہیں۔ اور وہ کسی کو نظر بھی نہ آئیں۔ اس طرح آلِ سہیلان کا آل و اولاد
بھی کسی کو نظر نہیں آتا۔ ان سے کسی عیب کی توقع ہے۔ اور نہ ان کے درہم و دینار کو دیکھنے
کی توجہ۔ ان کی دولت ایسے ہی ہے جیسے تمہارے اولاد و دولت کا نام تو سن رہا ہے۔
معاذ کی حیثیت کچھ نہیں۔ غرض یہ کہ وہ کسی بھی ہیں۔ جو اولاد و دولت کے ختمے کو
انسان سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔

مگر یہ

آہم اگر کسی کو کہتے ہیں کہ اولاد و دولت فرشتے تھے۔ مگر یہ آہم و اولاد و
مصروف نہیں ہے۔ مگر ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم کا علم دیا کہ ان کی کیا قدر ہو۔ تاکہ وہ
تجربہ سے میں فرق قائم کیا جاسکے۔ اس لیے اعتبار سے حکم کا اسی لطیف و پاکیزہ یا اعلیٰ ثی ہے۔
حکم ہی جو خدا کی چیز ظاہری طور پر نظر نہیں آتی۔ اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں۔

حکم کا دوسرا معنی خدا ہے۔ جب انسان کوئی بھی خدا کا ہے تو ہم ہر ایک با ایک
لوگوں کے ذریعے مجھ کے ہر حصہ میں پہنچتی ہے۔ یہ لطیف بھی ہوتی ہے کہ نظر نہیں آتی۔ گویا
ہمیں اختیار ہو چکا کہ کسی کو دیا جاتی ہے۔ خدا کا ہر ایک ایک مشورہ و امر۔ بعض کا کہنا ہے
وَبَنَاتُ ذِي شَيْبَانَ قَوْلَهُمْ هُنَّ كُنَّ بَنَاتِ بْنِ شَيْبَانَ بِالنَّسَبِ

ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنی ساریاں دوزخ سے ہیں۔ مگر کسی ایسی منزل کی طرف۔ جس کا میں علم
نہیں۔ یعنی پردہ حجب میں ہے اور فخر جو پر کھٹے چھینکے ذریعے کر کیا جاتا ہے۔ یہی
خود کی کہ کہ ہم داخل ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ جسم میں تجر و فندی سے ساریاں دوزخ سے ہیں۔
جسم کی چیزیں تہی تجزی سے کام لے رہی ہے۔ گویا ہر بدن میں کی کہ خدا سے چھٹے رہے ہوئی جلد

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر اور خود کسی کو قصاص نہیں پہنچا سکتے۔ آج ہم یاد رکھیں، اس پر مبنی
 رکھنا، جو عرقِ قیامت سے خالی نہیں، یہ ضرور ہے، منہ نہیں، اس لیے ضرور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی دعا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جُلُوْمٍ لَا یَنْفَعُ اَنْیْسٌ لِّہٖ اِنَّہٗ اَمْسٌ لِّیْسَ لَہٗ
 پناہ ملے۔ جو نفع نہ ہو، تہہ نہ کر سکتے۔ یَعُوْذُ بِہٖ اَمْسٌ لِّیْسَ لَہٗ پناہ ملے
 وہ عرقِ قیامت سے خالی نہیں، اس سے فائدہ ملے گا، آخرت میں بھی فائدہ نہ ہو۔
 اسی بات کو فرمایا وَیَعْلَمُوْنَ مَا یُضْرُوْنَہُمْ وَلَا یَنْفَعُہُمْ یَا رُبَّ اَبَدِیِّ عِلْمٍ
 دیکھتے ہیں، جو نفع کی بجائے انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔

فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ لَعْنَ اللّٰہِ مَا کَانَ فِی الْاَلْحَادِ مِنْ حَقِّیْ اِنِّیْ
 یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے اس علم کے ذریعے کیا فرمایا ہے۔ یہ لوگ یاد رکھیں کہ
 آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے، کہ آخرت میں ساحر کو اس علم کا کیا فائدہ ہوگا
 دو قرآنِ مہذب میں سنتا ہوگا، خاص طور پر اگر اس نے یہ یاد رکھا ہے۔ جس میں کفر و شرک
 پایا جاتا ہے۔ اور یقیناً آخرت سے محروم ہے گا۔ اُسے فرمایا وَلَیْسَ لَہٗ شَرٌّ اَوْ
 اَلْخَشَرُ انہوں نے بہت سی بڑی چیز کے بارے میں جی جان کر بھیجے ہے۔ ان کا
 یہ سود بہت سی خدادے کا سود ہے۔ لَکَا کُلُّ اَصْحٰنٍ اِکْرٰہِیْنِ کُلِّیْنِ کُلِّیْنِ
 تو ایسا کام نہ کرتے۔

ان گناہ میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر عیوروں کی برائیوں کا ذکر فرمایا ہے
 مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت امتِ کھوہ کا حال بھی ان سے زیادہ مختلف نہیں ہے
 جب لوگ اللہ تعالیٰ کے دین سے غافل ہو جائیں، جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیں
 صراطِ مستقیم کو اپنی من مانی سے الٹ دیتے ہیں۔ تو پھر اپنی ہی طرف ہی جانا ہوگا۔ آج
 نفاذِ پاک ہیں دیکھیں۔ دیکھیں ملک پر غر ڈالیں۔ ہم طرفِ گنہ گاری پہنچے ہیں۔ کتابِ نبی
 کو ہر پشت ڈال دیا گیا ہے۔ اور دین کے لیے کسی وجہ کو ترک کر دیا گیا ہے۔ وہی کاڑوہ

عیوروں سے
 موافقت

علیات پر رہ گیا ہے۔ اس کام کے لیے یہ عقل کو اس کام کے لیے وہ دلچسپہ کافی ہے
علم و عمل ختم ہو چکا ہے۔ علم کے حق کا ایک دھم سا پاشنہ ہے۔ دوزخ ساری دنیا کو
صلوات کے انجیروں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

اہل کتاب کی طرح ہماری امت میں بھی حق و باطل خط و طے ہو چکا ہے۔ صحیح اور غلط
کی پہچان ایک عام شخص کے لیے مشکل ہو چکی ہے۔ ویسے میں عادت اور بھی غراب ہیں
جہاں کے نام کے فرائض میں غلطی نہ ہو سکتی ہے۔ اور غرض کہ عقل و دماغی۔ بچے کے لیے منہ
پر کان میں ہاتھ میں سی گت سے حقیقت کے لیے ہاتھ زنی کرنا ہو۔ تو ان صاحب کو جو بہت
ہے۔ اور اگر غریب گندے کی ضرورت نہ پڑ جائے تو بھی میں صاحب دیں گے۔ ان کا غلط
ہونا تھا۔ فی سالی تک ہوتا ہے۔ وہی کے واسطے یہ پتہ ہے ہر وہ ہوتے ہیں۔ غرض یہ
حالت یہودیت سے مناسبت ہے۔ جنہو پہلی اندازہ دہم سے فرما کر میری امت بھی
پہلے لوگوں کے نقش قدم پر باطل ہی چل رہی ہے۔ اس طرح ایک ہوا دوسرے کے مشابہ
ہوتا ہے۔ اندر تھانی محفوظ رکھے۔

بعض عقول میں جا بجا رہا ہوں کہ ایک ہی نام ہے۔ بلکہ ہم نے خود غرض خط کیا۔ کہ
ایک صورت میں یہ بات گون کا ایک ہی نام تھا۔ کہیں نکل کر نامور۔ جہان پر تھا۔ وہی
مولوی صاحب انجاء ہوئے۔ تو یہ گندے کا کاروبار میں رہا ہے۔ نقش سیوانی دلی گندہ ہیں۔
مکتوب دہلے کی کتاب نفع و نقصان ہے۔ یہ غریب گندے دلی و جہان کی کتاب۔ فائدہ ہے۔
کسی منہ کو ملے۔ کتاب کھولی کہ صومہ کرو۔ حتیٰ کہ چری تک کی تفتیش علیات کے
ذریعے ہوئی ہے۔ یہ کاظم جہان جو تک و غیرہ نقل علیات ہیں۔ یہی چیزیں یہود میں ہیں۔
غیر یہود ساج جو یہود میں ہیں۔ ہستی پر حق و کھافت ہیں۔ جیسے صوفیہ ہیں۔ کہ وہ
ہے۔ سہو و مرل کی مدد نہ خودت ہے۔ ہستی کی فراموشی کسی جاہل چیز کے حصول کیلئے
مسیبیت سے روٹی کے لیے کسی کو کوئی ایسی بات نہ ہو۔ مگر عام ہے۔ یہ وہ گندے غریب
یہودیوں والے ہیں۔ ہذا کھوم چکر کے دلچسپ ہیں۔ ہر یہ علیات کے اہل عقول کی جڑ ہے
کوئی نہیں دیکھا کہ مستعد جائز ہے۔ یا جائز کھڑے یا شرک۔ سب ایک ہی گندہ ہیں

سوار چلے جائے ہیں۔ یہی پیرو پیٹ کی برافقت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَآفَقُوا لَإِغْرِيكَ اللَّهُ بِهِمْ لَعَلَّكَ أَهْلًا بِهِمْ
 کی بجائے ایمان لاتے اور تمہاری راہ اختیار کرتے، شرک و بدعت سے اجتناب کرتے
 الْعَشَوَاقَ وَمَنْ يَشُدَّ اللَّهُ يَفْرِضْ تَوَهُدَ اللَّهِ تَعَالَى کے بہتر اور لو اب کے مستحق
 ہوتے۔ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ اگر انہیں علم ہوتا۔

البقرة

ذات النوازل

انف

لہر منہل وکوف

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَايَنَا وَتَوَلَّوْا الْغُرُوبًا وَاسْمِعُوا
وَمُكَلِّمِينَ عَذَابَ إِلَهُكُمْ ﴿١٢﴾ مَا يَذَّابُنَا الَّذِينَ نَكَرُوا مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ وَلَا الْعُشْرَكيْنَ أَنَّ يُنْزَلَ عَلَيْكَ مِنْ خَيْرٍ مِنْ
رَبِّكَمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ ﴿١٣﴾ مَا تَسْخُجُ مِنْ أَثَرِهِ أَوْ تُنْشِكُ أَتَاتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا
أَوْ مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤﴾
أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِينَ وَمَا لَكُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ قَوْلٍ وَلَا فَعْلٍ ﴿١٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! است کو دیکھ کر غروب کو نظر نہ کرو کہنے
والوں کے لئے عذاب ہے ﴿۱۲﴾ اہل کتاب اور مشرکین میں سے
جنہوں نے کفر کیا، وہ نہیں پسند کرتے کہ تم اسے جب کی طرف سے قرآن کی
بھائی یاد کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے سادہ
کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ جسے فضل دے ﴿۱۳﴾ جو ہم میں آیت کہ
خروج کرتے ہیں یا بھلائی ہے تو ہم اس سے بھرنا اس میں
آتے ہیں کیا تم میں سے وہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۱۴﴾
کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی آسمان اور زمین کی
برشابی ہے اور تمہارے لئے اس کے سوا کوئی بھی نہیں ہے لہذا مدعا ﴿۱۵﴾

گوشہ آیات میں ہی سراسر کی پہلی اور غلطی کا ذکر تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی
کتاب کو پس پشت ڈال دیا، وہیں کی سرحدی کے کلمہ کو ترک کر دیا، جہاں سے مڑ گئے
اور بحر و درونے لڑنے جیسے غلط اعمال کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیا، انہوں نے ان باتوں

یعنی وہی ہے
انفالی یعنی

خاص طور پر محمد کو نبی و پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیا، جو کہ ان کی ذلت کا انسانی درجہ تھا۔
ان آیات میں اللہ جل شانہ نے بنی اسرائیل کی انفالی یعنی کا ذکر فرمایا ہے جس کے
ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کے نبی و پیغمبر اسلام کو ذہنی حیثیت پہنچاتے تھے۔ یہودیوں نے اپنی
اس ذلیل حرکت کا ارتکاب نہ صرف مبالغہ انبیاء پیغمبر اسلام کے نام سے کیا۔ بلکہ حضور
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مہر کی ذلت میں بھی اس حرکت سے باز نہ آئے۔ اور آپ
کو مختلف طریقوں سے ذہنی چٹائی پہنچائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس حرکت کا تذکرہ کر کے
اہل اسلام کو خبردار کیا کہ وہ بھی کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے صلا اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرین
کاہلو ٹکھتا ہو۔

اس مقام پر جس خاص بات کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب یہودی آپ کی
عجس پر آتے تھے تو آپ کی قرب ہندوں کی گونے کے لیے رائج کا حفظ استعمال کرتے تھے
جو کہ انظرونا کا جزم منی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری رعایت کریں یعنی ہماری طرف
توجہ فرمائیں۔ انظرونا کا معنی بھی یہی ہے آپ ہماری طرف مڑاؤ لیں۔ انظر کریں۔ جاری است
فرماتے ہیں۔ بخاتم دونوں حفظ کا معنی ایک ہی ہے۔ مڑو یہودی اپنی گندی ذہنیت کے
حق کے لیے رائج کا حفظ استعمال کرتے تھے۔ اور پھر اس حفظ کو کھینچ کر اور لٹکان کر انظرونا
کہتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ انما یألفیہم ذہاب میں یہ یہودیوں کے خلاف
کہتے تھے جس کی وجہ سے رائج نہ کہتے۔ یعنی ہمارا چرواہا عربیہ ہمارے یہودیوں کی ذہنی
پر حفظ گالی کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ جس کا معنی حق پر یہ وقت ہے۔ گویا اس طرف
لوگ اپنی گندی ذہنیت کا اہل کرتے تھے۔

بہر حال یہودیوں کو
خبر نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل یہودیوں کو خبردار کیا کہ تم اہل کتاب کی پیروی نہ کرو۔ اللہ جہنم سے
یا ایہذا الذین آمنوا فقلوا کہ رائج کے یہاں والو! جب تم نبی حیدر اسلام کی توجہ
اپنی طرف مبذول کرنا چاہو۔ تو رائج کا حفظ استعمال نہ کرو کیونکہ اس سے خود راہ اللہ تعالیٰ پر کلام

کی توہین کا پہلا خطاب، اور نبی کی توہین کے معصوم ہے۔

سورۃ الاحزاب میں یہودیوں کی ایک مروجہ حرکت کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے وہ بکثرت حضور ﷺ کی مجلس میں آتے تھے تو اس موقع پر آپ کی مجلس کے اشراف جیکو کہتے تھے، ہم کا اپنی موت یا جاکے گویا اسود کا سوا بچا، اگر اسلم کہتے تھے، اسی لیے حضور خیر صمد نے فرمایا کہ جب یہودی سلام کہیں ان کے سلام کا جواب دیکھ کر اشراف کی مجلس سے صحت دیکھ دیا کرو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر جو کچھ کہنے لگا، وہ تم پر ہی ہو، یعنی اگر اسلم کی مجلس سے امام بد ہوتے، تو یہ واکت تمہیں نصیب ہو، ان فرض اشراف تعالیٰ نے یہودیوں کی اسی حرکت کے متعلق فرمایا: **حَيْثُ كَانَ يَسْأَلُ لَكُمْ فَيَكُنْ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُلَامٌ يُؤْتِي السَّلَامَ كَمَا سَمِعْتُمْ**۔ جو اشراف حضرت نے نہیں دی، ہزار سال اشراف تعالیٰ نے اہل ایمان کو مشہر فرمایا کہ حضور خیر صمد کے لیے کوئی ایسا خطاب استعمال نہ کریں۔ جس سے آپ کی شاہی قدس میں فرق آنے کا احتمال ہو، **وَقَوْلُهُ الْاَشْرَافُ** عامہ واکت کی مجلس کے اشراف کا گروہ، یعنی ہماری طرف نظر کر دو فرمیں۔

سورۃ بقرہ میں یہ پہلا موقع ہے، جس میں اہل ایمان کا خطاب کیا گیا ہے، اس سے پہلے ہم لوگوں کو خطاب ہوتا رہا ہے، جیسے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** سے شروع انسان اپنے رب کی عبادت کرو، یا بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا **يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** میں سے بنی اسرائیل اور میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی، اب یہاں سے اہل ایمان سے خطاب ہوا رہا ہے، اور پھر قرآن پاک میں اٹھارہ مرتبہ اہل ایمان کو خطاب کیا گیا ہے، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اور **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** میں کہ سب سے پہلے یہودیوں کو خطاب ہوا تھا، جو کہ انبیاء، پھر مسلمانوں کو خطاب ہوا تھا، جو کہ انبیاء، پھر انبیاء کی امت تک، خدا و امی کو پہنچتے تھے یہ صحت و طہری امت کو شرف حاصل ہوئے، کہ اشراف تعالیٰ نے یہود سے اہل ایمان کو ان کا کیا ہے۔

کو جو اصل پر فخر کرنا تھا۔ لہذا اس میں جو اخلاقی کئیے تسلط کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے

تشیخ ذات
کہ جہالت

یہ سزا میں اور شریعت کی ایک اعتراض یہ تھا کہ جب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
اور یہ پہلی کتابوں کا حصہ ہے تو یہی ہے۔ تو پھر یہ سزا کی کتاب کے احکام کو منسوخ کر کے نئی شریعت
کیوں نافذ کرتا ہے۔ نیز پہلے ہی احکام کو بعض اوقات تبدیل کر دیتا ہے۔ یعنی اس کے
اس کا مطلب تو یہ ہے کہ معاذ اللہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کو سزا دے گا یہی طریقہ مسلم
نہیں ہوتا تو حکم جاری کر دیتا ہے۔ بلکہ جب اس کا یہی طریقہ علم ہو جاتا ہے۔ تو حکم میں
تو یہ حکم کر دیتا ہے۔

دوسرے سرسوی بندوں کی آئینہ علاج تنظیم کا مشورہ یہ ہے۔ اپنی ذہنیت کا اثرات
پسند آئی تھا۔ یہی اعتراض — اس نے اپنی کتاب میں بھی لکھا کہ کسی پہلے ہی حکم کو
منسوخ کر دینا جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا جواب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے
دیا تھا۔ کہ احکام کی تشریح جہالت کی بنا پر نہیں بلکہ حکمت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
عظیم و عظیم ہے۔ اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر حکم حالات کے تقاضوں
کے مطابق جاری ہوتا ہے۔ جب حالات متقاضی ہوتے ہیں۔ تو یہ حکم منسوخ کر کے
دوسرا جاری کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح بیان کی جا سکتی ہے۔ اگر ڈاکٹر یا حکیم کسی
مریض کو صبح کے لیے اور دو دوا دیتا ہے اور شام کے لیے دوسری یا ایک بہتر ایک دوا استعمال
کرتا ہے تو دوا کھٹکے بخشنے کے لیے کوئی اور تجویز کرتا ہے۔ کیا ڈاکٹر یہ ذوق ہے یا ہاں جو
مختلف اوقات کے لیے مختلف دوا تجویز کرتا ہے۔ بلکہ اکثر مریض کے حالات کے مطابق
دوا کو منسوخ کر دیتا ہے یا تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کسی قوم کے حالات
کے تقاضے کے مطابق احکام نازل فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ضرورت ہوتی ہے۔ بعض احکام
کو تبدیل کر دیتے ہیں یا اپنی حکمت کی بنا پر احکام میں ترمیم کرتے ہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ
کی آخری کتاب ہے جو کہ تمام اقوام کے لیے خدایاں طور پر نازل و اصل ہے۔ لہذا اس نے

پہلے خرماؤں کو خرور کر کے ہدی احکام نافذ کر دیتے ہیں ۔

شاہد اللہ محمد علی دہلوی فرماتے ہیں کہ وہی تو ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ یہ بھی خرور نہیں ہوا۔ البتہ مختلف خرماؤں میں بعض اختلافات درخشا ہوتے ہیں جن میں مختلف کسی غرضت میں اور نہ کارگوشت حرارت کا ہماری غرضت میں مدد ہے۔

_____ کسی غرضت میں درجہ نہیں ایک سن میں آٹھ مہینے جیسے اس حکم ہے: لَا تَقْتُلُوا كَلْبًا۔ البتہ وہی کے بقید ہی سوال کسی سن میں نہ کیجئے تیغ بابت کہ ایک دوسری مثال سے بھی گنجا جاسکتا ہے۔ کہ ٹھیک ہی امور میں جو جوں حالات ہوتے ہیں۔ احکام بھی بدلتے جیسے ہیں۔ جب انہی کچھ ہوتا ہے۔ تو اس کی ضرورت اس کی عمر اور اس کے حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ جب جوانی ہوتا ہے۔ تو اس پر دو ستر احکام نافذ ہوتے ہیں۔ پھر جب بڑھا ہو جاتا ہے۔ تو حالت کا اتفاق کچھ بدلتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام بھی آدم ہالہ کے حالات کے تقاضوں کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ایسی اعتراض دالی بات نہیں ہے۔

اعراض ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَا تَشْفَعُ مِنْ دُونِ اِيْمٍ كَوْشَيْكَا ہم کسی آیت کو خرور نہیں کرتے۔ بَلْ اِنَّمَا تَقْرَنُ مَعَهُ۔ نہایت جگہ پر مشفق مگر ہم اس سے بصر آیت یا حکم سے نہیں ہیں كَوْشَيْكَا یا کم دکم اس جیسا ہی ہے آیت میں کیا حکم بر مال چلے سے بصر ہوتا ہے۔ مگر نہیں ہوتا۔ بہتر ہے ہمارے کہ کیا حکم چلے کی نسبت اجرمیں بہتر ہوتا ہے۔ آیت یا حکم بعد میں لا مطلب رہے کہ نبی کے ذہن سے ایسی آیت فراموشی کر دی جائے آیت کا یاد کرنا یا سمجھنا اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے۔ سورۃ اہل میں فرمایا سَنَشْفَعُ لَكَ فَلَائِيْكُمْ ہم غرض یہ آپ کو اس طرح چھوڑیں گے کہ آپ بھر میں گئے ہیں لَا مَعْلَكَ اللہ ان میں کہ اللہ جھٹا چاہیں۔ آپ بھول جائیں گے یہاں بھی سَنَشْفَعُ لَكَ مطلب یہ ہے کہ جس حکم کو تبدیل کرنا مقصود ہوتا ہے اسے لکھنا خرور کر دیا جاتا ہے۔ یا اسے



مجلس

10

100

أَمْ تُبْعِدُونَ أَنْ تَكُونُوا مِنْكُمْ كَمَا جَاءَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ
وَمَنْ يَسْتَدِلَّ الْكُفْرَ بِإِلَهِمَا نَفَعَهُ كُلُّ سُلَّةٍ التَّيْسِيلِ
وَأَكْثَرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوِيَّةٌ وَنَكَمٌ مِنْ قَبْلِهِ
إِنَّمَا أَنْتُمْ لِقَاءُ حَذَائِقِ مَنْ عِنْدَ الْغَيْبِ مِنْ قَبْلِهِ
مَنْ بَيْنَ لَهُمُ الْحَقُّ وَأَعْمُوا وَأَصْحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ
يَكُنِ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑭ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَمَا تَقْرَبُوا إِلَى أَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غُيُوبَكُمْ ⑮

معدہ الشہرہ فیہ علیہ السلام کی قومیں کا یہود و نصاریٰ قدر گذشتہ دس میں اس بات کا اعلان ہو چکا تھا کہ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر کوئی بہترین جزا نازل فرمائے۔ یہ لوگ نبی کے ساتھ جھگڑا کر سکتے تھے، پھر انہوں نے تسبیح آیات کا مطالبہ کیا، غلام کو نہ جھڑپا ایک ٹھوکر مارا، نبی کریم کے بعد اُسے مشرک کیوں کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ میں کسی داعی و جہالت کی بنا پر نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی محنت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے پر فرج نفاذ کی بھلائی چاہتا ہے، اس کے مطابق شریعت نازل فرماتا ہے۔ اسی مثال پہلے ہی ہے۔ جیسے ایک ڈاکٹر کسی مریض کو مختلف اوقات میں مختلف دوائیں دیتا ہے۔ کسی کو مشورہ کر دیتا ہے، کسی کو تہیہ کرتا ہے، کسی کو ہدیہ دیکھتا ہے، یہ مریض کے حالات پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کے حالات کے مطابق شریعت میں ہدایت فرماتے ہیں۔ وہ ایک ملک جس میں چار سو تہذیب نازل فرماتا ہے۔ اس کے کسی حکم پر اعتراض کرنا اس کے قادر حق ہونے پر اعتراض کرنا کے مترادف ہے۔

ان آیات میں یہودیوں کو غیب کی گئی ہے، کہ تو نبی آخر الزمان سے ایسے سلامات کہتے ہو جیسے تمہارے آباء اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے۔ ارشاد ہوتا ہے فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ
أَن تَكُنْ لَّكَ رُسُومٌ مِّثْلَ رُسُومِ آلِ مُوسَىٰ۔ حضرت موسیٰ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس آیت میں دسے سخن اہل کتاب کی طرف ہی ہے۔ یہی لوگ حضور علیہ السلام سے طرح طرح کے حدود و آلات کرتے تھے۔ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ان سے سوال کرتی ہے۔ اُسے سورۃ ناریں اس کی تفصیل آئے گی۔ يَكُونُ أَهْلُ الْكِتَابِ
أَن تَكُنْ لَّكَ رُسُومٌ مِّثْلَ رُسُومِ آلِ مُوسَىٰ۔ اہل کتاب آپ سے سوال دیتے رہے۔
 کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب بیک وقت کچھ نہیں دیتے۔ یہاں تورات منجلی حد بڑھائی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دنی کی کتاب ان کے حالات کو نہ صرف نہ تو یہ لَقَدْ كُنَّا كُوفِرًا فَتَوَلَّىٰ۔ ان پیغمبروں

نے تو کوئی عذر معلوم ہے اس سے بھی بڑا سوال کیا۔ لیکن اے آیدنا اللہ جہنم سے اپنے غصے سے ہماری باتناظر ہوا کرتے گزریں۔ تب ہوا نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اُتری ہے سورۃ بقرہ میں بھی اس قسم کے سوالات گنہ گئے ہیں۔

مشرکین کے
سوالات

جسٹ مشرکین فرماتے ہیں: اگر اس آیت کے تحت ہمیں اپنی کتاب کے حدود و شرائط بھی ملتی ہیں۔ ان کے پیروہ سوالات کا ذکر وہی قرآن پاک کے مختلف مقامات میں موجود ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کے مطابق مسلمانوں نے نبی علیہ السلام سے قرآن کی کتاب پیش کرنا کرنا کہ ہر چیز تمہاری ہے اور یہودیوں سے کتاب لائیں۔ سننے کی سرزمین کتابات میں تبدیل کر دیں۔ آپ کے دور گرد فرشتوں کی جماعت ہوتی چلی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود جہاد سے سامنے آکر آپ کی جماعت کی تسبیح کرے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے تمام سوالات کا ایک ہی جواب دیا۔ قَدْ سَبَّحْتَ رَبَّنَا هَلْ كُنْتَ رَبَّنَا بَشَرًا مِثْلَ مَا نَعْبُدُ یعنی میں انسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں نے یہ بھی دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں قادر مطلق ہوں اور جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہے۔ اور چاہے کرتا ہے۔ مقصد یہ کہ یہودی قرآن و شرائط میں قرآن و شرائط کے سوال کرتے تھے۔ اس قسم کے سوالات کا قصہ بعض نثر میں ہوتا ہے اور کبھی بات کو تسلیم نہ کرنے کا ایک بیان ہوتا ہے

مشرکین کی

فرمایا اس طرح کے جملے مبنی سوالات دیکھا کرو۔ لیکن اس کا نتیجہ بہت ہی برا ہوا۔ وَمَنْ يَسْتَكْبِرْ اَلْحَقُّ رَبَّنَا يُفَكِّكُ بِمَكْرُومِ الْيَدَانِ کے بارے میں کفر و عقیدہ کر چکا۔ فَقَدْ هَمَّ بِمَكْرُومِ الْيَدَانِ وہ سب بے راستے سے بھاگ گیا کہ وہ جو گیا۔ لیکن اَلْحَقُّ رَبَّنَا اَلْحَقُّ رَبَّنَا اَلْحَقُّ رَبَّنَا کے لیے کمال گمراہی اور کفر ہے۔ یہاں پر اگر وہ دوسرے کفر الہی کتاب اور مشرکین کی طرف ہے۔ تاہم بات اہل ایمان کو بھی گہرائی جاری ہے کہ ہم بھی اس قسم کے پیروہ سوالات کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو تسلیم نہیں کر چکا۔ وہ بہر حال راستے سے ہٹ جاتا ہے۔

لَا تَسْأَلُوهُنَّ عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُخَرِّجُوا كَلِمَہٗ تَقْنَنَ لَكُمْ ۚ فَاسْأَلُوهُنَّ عَمَّا بَعْدَ ۚ فَعَلَيْكُمْ ۖ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ
 اَلْعَزَّوْنَ شَبَّحَ لَكُمْ ۚ مَعْنِیٰ خدائی کے ناموں میں سوال نہ کیا کرو۔ اگر بعض چیزوں
 کے متعلق سوال کرو گے، تو وہ ظاہر کر دیا ہائے گا۔ اور تم کو انکار نکاتے گا۔ تمہارے لیے
 ہدائی کا باعث ہو گا۔ اس لیے صبر کراؤ کہ کثرت سوال سے اجتناب کرتے تھے۔

حضرت عبدالمشرقی عباسی کا بیان ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرم
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کیا
 کرتے تھے۔ یہاں کہنے سے نہ گئے تھے۔ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ بہر کوئی سوال
 کرے تو وہ بھی مستفید ہوں۔ خود سوال کرنے میں بہت محتاط ہوتے تھے۔ قرآن پاک میں کل
 بارہ سوالات کا ذکر آتا ہے۔ جو صحابہ کرم نے حضور علیہ السلام سے کیے۔ ان میں یَسْأَلُونَكَ
 عَنِ الْخَمْرِ مَوْرَ یَسْأَلُونَكَ عَنْ اَلْیَسْمٰوِیْنَ یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْحَبِیْبِ وَغَیْرِہِیْہِ
 سوالات شامل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دگنی شے۔ اسے اگر ضرور
 اس لیے مقدم سوال فرمایا کہ وہ ہمیں بھی اسی دہشتہ ملک پرورش فرماتے ہیں
 فَوَخَلَاہُ یَوْمَہٗ فَاَلَمْ یَکُنْ یَاکُفِّرْ کَثْرَتِہٖ اَمْ لَمْ یَکُنْ یَاکُفِّرْ کَثْرَتِہٖ اَمْ لَمْ یَکُنْ یَاکُفِّرْ کَثْرَتِہٖ
 اختلاف کیا نہ ہوئے۔ لہذا کثرت سوال سے بچو۔ ہاں کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے یا کسی
 کام کے لیے یا عام جان کے لیے سوال کرنے کی ممانعت نہیں۔ زیادہ سوال کرنے میں قیامت
 یہ ہے کہ ہر ملک ہے کہ اس سوال کا جواب ہمیں انکار نکاتے یا ہدائی کا باعث ہو۔ کثرت
 سوال محض عجز و بیاداری کے لیے کیے جاتے ہیں۔ اس لیے منع کیا کہ اسے عمل بیان
 تمہارے دلی خواہش پر نہ ہوتا کہ کثرت سوال سے پہلے آپ کو پکارنا

مسائل کو سوالات کی ممانعت کی ایک وجہ تھی کہ اصل کتاب مسئلوں کو کہتے تھے
 کہنے نبی سے یہ سوال پوچھو۔ اس سے ان کا مقصد فتنہ برپا نہ ہو جاتا تھا۔ اہل بیاداری کو
 ہر بھی نصیحت ہے۔ کہ وہ یہودیوں کی باتوں پر اعتقاد نہ کریں۔ پہلے گند چاہے کہ لوگ

تحریر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اسی ضروری باتیں کرتے تھے جس سے علماء کے دلوں میں
شہرہ اداں مشہور تھا۔ ان کی اہل بیاد اسلام سے دستبردار ہو چکی ہیں۔ اس کی سادہ خوبی سے لکھنا
بچنے کے لیے فرمایا کہ ان پر اکتفا کرتے ہوئے اپنے علمی سوال۔ پاپ کر۔

اہل کتب کے
اہل اللہ کے

مشکلات کو خبر دینا کیا ہے۔ کہ یہودیوں کے ارد سے ہونے والی بات میں وہ کہتے ہیں
قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل
چاہتے ہیں کہ تمہیں میرا بیان سے کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل
سب سے ہیں۔ کہ کسی طرح مشکلات کو خبر دینا کیا ہے۔ جو لوگ اہل بیاد ہیں۔ وہ جی سے سادہ دین
پر ہمت ہائیں۔ یہ تو ضروری قرآن کے نام کی بات ہے۔ کہ اہل کتاب مشکلات کو خبر دینا
نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان کی یہ کوششیں سچ نمک باری ہے۔ کہ کسی طرح مشکلات کو خبر دینا
کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل
وہ خود لکھ رہے ہیں۔ اسی طرح مشکلات میں ان کی۔ شریعت میں ہیں۔ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ
کی کتاب اور انبیاء عیسیٰ السلام کا لکھا کیا۔ اسی طرح مشکلات میں لکھتے ہیں۔ اہل کتاب کی دل
خواہی میں ہے۔

فرمایا اہل کتاب کی اس گمانی وضاحت کے نتیجے میں ان کی ایک اور نہایت کارہی ہے
یعنی خدا تعالیٰ نے ان کے خیر میں تمہارا خدا ہے۔ برائیں مشکلات
کے خلاف اہل کتاب ہے۔ اور میری ہی سے کہ وہ اہل بیاد کی خود غرضی یا لاعلمی کی بنا پر نہیں
کرتے۔ مگر قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل انکسب کو میرا تو کہتے ہیں کہ قرآن اکتفیل
کہتے ہیں۔ انہیں حق خدا جل میں قیصر ہو چکی ہے۔ مگر خدا کی بات پر کرتے ہیں کہ یہی
آقاؤں میں علی اللہ علیہ وسلم کو انہیں کی کتاب۔ نہ اکتفیل میں کہ نہیں کیا۔

خدا تعالیٰ
پر ہے

مفسرین کو خبر دینا ہے۔ کہ مشہور و معروف کی بنا پر ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہ انہوں نے نصرت خلاق

کر گھر لی ہے اور پھر اس کے ذوال کائنات کی جلی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود نصرت کی بجائے جگہ مٹی پہنچے ایسی خواہش کی خواہش ہے۔ یہ اعتدالی جہادی ہے۔ اس میں جو طریقہ کی حدیث میں یہ اعتدالی ہے۔ **إِنَّ الْمُسْلِمَ يَأْكُلُ الْمُسْلِمَ كَأْكُلِ الثَّنَاءَ الْمُسْلِمَ** یعنی مسلمانوں کو اس طریقہ کے جانا ہے جس طریقہ غلبہ کو ان کی جاتی ہے۔ حدیثی دلیلی پر مبنی ہے۔

پھر یہی اپنی صفت عرب کا عظیم شہر اور عظیم قہر خدا کا نافع، قیامت کا قصہ نہیں نہ ہو رہا۔ اسی لیے کہ عرب کا اعتدالی قہر کی عزت کا لوگ کی جگہ پر جگہ کی اپنی کتاب سے لکھ کر کہ اگر حق کو پاس کے بغیر جب اللہ تعالیٰ نے حضور جبرائیل سے عزت سے سرفراز فرمایا تو یہ شخص کسی ایک میں چلے گا۔ یہ پاستا کو دی میں پستان پر جاتی، شخص خود کی وجہ سے دین فاس کا نفع ہو گیا۔ اور اسی صفت میں اس کی موت واقع ہوئی۔

خود کو اعتدالی عرب ہے۔ اور جبرائیل غلبہ جاز ہے۔ غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس نصرت دیکھ کر قہر کو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ایسی نصرت سے سرفراز فرماتے خود کا معنی قہر ہے کہ میں کو کوئی بہتری میں ہے اور اس سے غور ہو جائے۔ غور غور کی کے ذوال کائنات میں ہوتی ہے کہ اس کے سوال کی خواہش ہوتی ہے۔

جہاں دین فرماتے ہیں **مَا حَكَّ جَسَدٌ عَنْ حَسْبِ عَامِلٍ** ہر کوئی جسم خود سے خالی نہیں ہو گا۔ اسی لیے خود کی نصرت کی گئی ہے۔ **وَكَيْفَ شَرَّ حَسْبِ رَفْعِ حَسْبِ** نے اللہ میں حاسب کے حیرت پر پناہ جاتا ہوں۔ جہاں حال خود ایک بہت بڑی پناہ اللہ تعالیٰ اس سے لکھائے۔

جیسا کہ عرض کیا، غیر مسلم اقوام میں معاذوں کے خلاف خود کی آگ ذوال کائنات کے ذوال کائنات سے لے کر آج تک ہر جہز کہ یہی ہے۔ آپ کا عظیم ہے کہ اس وقت امر کی جگہ ہر ایک اللہ فراموشی و جبر کی حیثیت میں دینوں میں یہی اس مقصد کے لیے طریقہ کہ یہی ہیں

غیر مسلم
عالم کو

لوگوں میں پہلی قوم کا تعلق قرآن پاک سے متعلق کر دیا جائے۔ مستشرقین کا فتہ اسی مقصد کے لیے لگا کر رہا ہے۔ امیر الکلیب اسحاق بن اسحاق العالم الاسلامی جو ان کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ پہلی عیسائیوں اور یہودیوں نے غیر مسلم انسانوں کی پیروی کی اور مسیح کو مسیح کہنے اور قرآن پاک کی توحید میں فخر و کھڑکی تعلق میں کہیں نہیں کیا۔ یہ کہ مسلمان اسلام سے پہلے جو باہر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیت اور یہودیت کے لیے قبول کریں تو کم از کم مسلمانوں کی حیثیت میں ذاتی ذہن میں جھڑکی ہوگی۔ بہت لہجہ و سبب اسی مقصد کے لیے چلے گئے ہیں۔ لوگوں کو ذہنی رجحان عیسائیت کی طرف دلایا گیا ہے۔ یہ اسی جگہ کی بنا پر ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کا تعلق پہلے نبی سے کٹ جائے۔ اور یہ قرآن پاک کی تعلیمات کو چھوڑ دیں۔

مذہب

یہ مذہب

مذہب کا انکار بھی یہودیت کا شافہ نہ ہے۔ اس شخص کی غیبت کی دوا اور جس نے فیصلہ لے کر حیرت کشت میں دھن دھن کیا ہے۔ کہ ہم کی سزا کو کاہنہ اور قرآن دیا جائے کہ خود انکار اس کے یہ خرمی مونسین ہے۔ مقصد یہ کہ لوگ غلو کی اصطلاح میں مبتلا ہو کر ان سے بیزار ہو جائیں۔ غلو میں سے بھی کسی اعتراض کیا تھا اور آج کے زمانے کے یہ وہی کہ پھر قرآن بھی اسی قاف سے ہے۔ کہ قرآن پاک میں ہم کی سزا نہیں ہے۔ بھی ابھی سنت میں تو ہم وہ ہے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہم کے عقیدہ کہیں ہوئے۔ بھی یہ کہ ہم کے زمانے میں ہم کی سزا دی گئی۔ اگرچہ عام طور پر ہم کی سزا اور ہم پر یہ دی گئی۔ ہم کہتے کہ سزا نیچے واقعات میں پیش آئے۔ جن میں گویا کہ نبیوں پر ہم کی سزا دی گئی۔ اس زمانے میں کسی کو ہم کی سزا ہی ہو یا نہ ہو۔ ملک و ملت ہے۔ مگر اس کے شرعی مد ہونے سے بہال اسلام نہیں ہو سکتا۔

قرآن پاک کی
خلاف بدعت

مستشرقین جنہیں تعلق اور یہودیت کا کام دیا گیا ہے۔ انہوں نے قرآن پاک اور عیسائیت خلی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غلو سمجھنے کی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح بدعتوں اپنے دین سے بہلن ہو جائیں۔ قیامت میں نے ہماری بدعتوں میں بڑھ کا تھا۔ کہ لوگوں کی کتاب قرآن اور ان کی تورات انیسیت کی دشمنی میں دایا دایا اس نے قرآن پاک ہاتھ میں لے لیا تھا۔ جب تک یہ کتاب دنیا میں ہو رہی ہے۔ یہ دنیا مذہب نہیں بن سکتی۔ لہذا

اس کی عزت و توقیر لوگوں کے دلوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جو فحاشی سے پاک ہے۔ اور فحاشی اور جھوٹی کے بغیر تہذیب نہیں آ سکتی اس کے نزدیک انسانی منصب نہیں کھلا سکتا۔ لہذا ان کی بیٹھ سے یہ خواہش رہی ہے کہ کسی طرح قرآن پاک کو روٹنے سے محفوظ رکھا جائے۔

فرمایا بہت سے اہل کتاب یہ پسند کرتے ہیں کہ تمہیں کلمہ کی طرف پناہ دیں۔ ایمان کے بعد، حمد کرتے ہوئے بعد اس کے کہ حق واضح ہو چکا ہے اس کے بعد جو مسلمانوں کو حقین کی جا رہی ہے کہ اہل کتاب کے خلاف کسی قسم کا انتقامی جذبہ دہی میں نہیں رکھیں۔ بلکہ فَاَنْهَوْا پس صاف کر دو۔ وَاَنْهَوْا اور نہ کہہ کر دو کھٹی بات فَاَنْهَوْا یا مسیروہ د میں شک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم سے آئے۔ گویا مسلمانوں کو انتقامی کارروائی کی بجائے حکم الہی کا امتثال کرنے کو کہ گیا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا۔ اور یہ جیت بکھر پڑا۔ عرب کو یہودیوں سے منع فرما کر دیا گیا۔ فَوَقَّارِ اللہ علی کفی شوق و کھوشیو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اوشو آئے پر وہ ان باتوں سے سوا نہ کرے گا۔

خاندانِ زکوة

اہل کتاب کی طرف سے جو کس شے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لینے فرمایا ہے۔ وَاَنْهَوْا کی حقین میں فرمائی۔ وَاَنْهَوْا اللہ تعالیٰ نے نہ کہہ کر دو رکھو اور زکوة ادا کرتے رہو۔ قتاری حاکم کا تہج یہی دو چیز ہیں۔ انہیں مضبوطی سے تھام لو۔ قتاری تمام ترقوت کا دار و دار تھلن بالشر ہے۔ اور غدار۔ زکوة اس کا حکم ہے غدار کسی حالت میں بھی حاکم نہیں۔ اسے وقت پر ادا کرتے رہو۔ اور اگر صاحبِ غصب جو زکوة دے گا۔ بھلی جیسی۔ قبیح چارہ کی گاہ بہترین حق ہے۔ اسے بھی غفلت نہ کرے۔ غیر مسلم غلام وہی ترقی میں ہمیشہ جیٹ ہے۔ اس میں وہ نہیں ہے۔ ہاں نہیں آئے دیں گی۔ اگر تم بہ وقت قائم کرو کہ پچاس۔ پچاس میں امریکہ کے برابر وہی ترقی حاصل کر لو گے۔ تو ممکن نہیں۔ کیونکہ اس وقت تک مروجہ قسے پچاس سال مزید آگے تل چکا ہو گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ حاکم کا ہر چشمہ دانی وسائل کی بجائے سوز و زکا ہے۔ انہیں کے ذریعے غدار جان اور بدست پیدا ہوئی۔ تحقیق ان خاندانوں کو جو وقت کا عمل کر چکے ہیں۔

فریاد، اور کہو۔ وَمَا أَفْتَدِ مَوْرِدَ نَفْسِكَ مِمَّنْ خَلَقَ عَجْدٌ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ

تم اپنے نفسوں کے لیے جو بھی جہاد کی تمہاری جگہ پر، کوئی نئی، کوئی کمال، صدقہ خیرات کرو گے
نہ نہ ہو کر دے گے، اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ اس کا واضح
اظہار ہے: مَنْ يَنْقُصْ شَيْئًا مِّنْهُ يَكُفِّرْ بِنَفْسِهِ لَمْ يَكُنْ يَدْرِي بِمَا يَفْعَلُ مَنْ يَنْقُصْ شَيْئًا مِّنْهُ
جو کہ۔ بلکہ انسان اپنا ہر چھاپا پر عمل قیامت کے دن دیکھنے لگا یہاں میں فریاد کرو کہ تم
اعمال کے ذریعے تمہاری جگہ پر عَجْدٌ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سے اللہ کے اس پالنے والے، ہر چیز
کا نتیجہ دیتے ہو گے، اِنْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اللہ تعالیٰ سے ہر فعل کو
دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم کوئی کام کس
نیت ہو رہا ہو اس سے انہام ملے جیتے ہو۔

حرفت منسوب کرتے ہیں۔ مولا حقیقت یہ ہے کہ انہی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کامل ایمان ہے اور نہ تو انہی کو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے کتاب اللہ میں قرابت کر کے اس کا حلیہ بنا ڈیا۔ اس بات کا ذکر کرنا کہ شریعت میں آچکا ہے۔ آج کل یودیوں کو یہ سن بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ یوں ایک زبان کا نام ہے۔ جو بیت المقدس کے قریب واقع ہے۔ ان نسبت سے انہیں مصریوں کہتے ہیں۔

نصفادی اپنی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کی طرف کرتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی بیٹی کا نام اس وقت جس کی وجہ سے یہ لوگ تصادفی کہلاتے ہیں۔ تاہم یہاں مصری کرنا کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر کہ تھا **هَذَا هُوَ ابْنُ مَرْيَمَ ابْنِ الْاَلَةِ** یعنی اللہ کے واسطے میں میری ماں کو کہہ کر کہہ گا۔ تو یوں نے کہ تھا **هَذَا ابْنُ الْاَلَةِ** جو ان کے دین کی حد کرنے والے ہیں۔ اس کا حصے انہیں نصرانی کہہ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نصرانی ذات اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ انجیل پر ایمان ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو عبد اللہ و اللہ کا بندہ کہنے کی بجائے ابن اللہ و اللہ کا بیٹا کہا۔ بعض تین مذاہب ہیں انہیں تیسرے کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جا کر گیا تھا۔ سو وہ خدا میں و خدا صفت تمام ہے۔ **اَللّٰهُ كُنْزُ الدِّیْنِ فَكَانَ اَوَّلَیْهِ اَللّٰهُ هُوَ الْوَسِیْعُ** یعنی وہ لوگ کہ فرمیں گے کہ ان کو کہہ کہ اللہ تعالیٰ ہی مسیح ہے جو زمین میں تیسرے ہے۔ وہ عقلی طور پر محال ہے۔ اب کہہ کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے بھی کہہ کر فرما کر کہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو وہ ہے پاک ہے۔ **سُبْحٰنَكَ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُونَ** اللہ تعالیٰ ایسی تمام شرک کی چیزوں سے منزہ ہے۔ نصرانیوں نے انجیل کو بھی قرابت کے ذریعے بنا ڈیا ہے۔ اب ایک کی مجلس نے ایک سو اٹیس انجیلیں بنی ہیں۔ عام مشورہ در انجیلیں بنی جوئے۔ مگر وہ درمیان قریب انجیل کے ساتھ ملک ہیں۔ اس کے علاوہ ایک پانچویں انجیلی بنائی گئی ہے بلکہ دستیاب ہے

گئی، چنانچہ اس وقت کے نبی پر تو یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تجری اس خاص نیت کو قبول کر کے گئے، یہ نیت کے نبیوں کے برابر مقرر نہیں کرتے کا جواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجزیہ صدقہ قبول کر لیا ہے۔ جیسا کہ اس میں بھی نیت تھی، ہم نے وہی ایسا ہر حال کیا ہے جنت میں داخلے کا جو اصول اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا۔ اس کا یہ جزو تھا کہ داخلے کا خواہشمند شخص اللہ تعالیٰ کا بیعت ہو اس کا وہ جزو ہے فَوَنُفِثَ لَنَحْسِ اور وہی کرنے والا ہو، مقصد یہ کہ جنت میں داخل کسی فرقہ یا جماعت کی بنیاد پر نہیں ہوگا۔ کہ وہ ضروری ہو یا نہ ہو، بلکہ جنت کا قانون اس قسم پر یہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیعت ہو۔ اسکی نیت اور انداز درست ہو۔ اللہ اس کا عقیدہ صحیح ہو۔ اور پھر وہ مستحق ہے وہ داخلہ مل سکے کہ نہ والا ہو۔ ایسا شخص یقیناً جنت کا مستحق ہوگا۔ اور اس کو بہت حاصل ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ

فرقہ بندی
دلیل بہت ہے

حضرت مولانا شاہ اشرف علی قادری فرماتے ہیں کہ یہ رکھ جات کا بڑا بڑا کتاب پرست، مذکورہ کتاب پر نسب کے لحاظ سے کوئی گنتی ہی اونٹنے خانہ ان سے تعلق رکھتا ہو یا کسی اور فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، وہ بہت حاصل نہیں کر سکتا، جب تک اس کو باطنی طور پر ایسا ہی کہ عقیدہ درست نہ ہو۔ اور ظاہری طور پر عمل صالحہ و انکسار نہ ہو۔ جانتے ہیں ہی بہت ہی فرقہ بنیاد بنائی ہوئی ہیں۔ بعض پہلی یا کم فہم لوگ کسی خاص فرقہ یا گروہ کو ہی بہت بڑا فرقہ تصور کرتے ہیں، کہ انوں ملک دانے جنت میں جائیں گے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے گئے حقیقی، شامعی، اسی، حبشی، ان میں کتنے لوگ ہیں جو ایک اور سرسبز گروہ تفسیر رکھتے ہیں۔ بعض حنفی، حنبلیہ کے ساتھ و شافعی، یحییٰوں کے ساتھ مل کر لکھتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ صرف ہم ہی جنت کے وارث ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں داخل نہیں ہو سکتے، اسی طرح سونک اور نصرت کے سلسلے ہیں، جیسے تھوری، قادری، سرور دینی، نقشبندی وغیرہ۔ ان میں سے بھی بعض ایک دوسرے کے خلاف عقائد رکھتے ہیں اور جنت کو صرف اپنی وارثت سمجھتے ہیں باقی سب لوگوں کو بھی خیال کرتے ہیں۔ یہ تو محض فرقہ وارانہ عقائد ہیں بنیادوں پر چاروں مسلک یا سلسلے اپنے تصور میں کوئی اختلاف نہیں۔

شہ جہود پر فروخت ہیں، اگر چیز پر فروعات دیں گی سے ہیں۔ وہی میں ان کی گنجائش ہو رہی ہے۔ عوام کی باہر پر فروخت فرقہ وارانہ کو کسی قرار دینا جاہلست نہیں ہے۔ وہی میں رہتے مسک اور پختے سرگ ہیں۔ سب کا مقصد وہ ہے۔ خود وہ ہے فرقہ وارانہ کی رہا اور اس کی خوشنودی۔ کوئی منفی برداشتی، اس کی براہمنی جتنی بڑا جگہ کی منزل مقصد، غرض کی ایک ہی ہے۔ ایسے مختلف ہیں۔ مزید تعلیم مختلف ہے۔ مزید مقصد مختلف ہیں۔ لہذا اپنے نسب کو منفی پر دھتھر کو منفی کہتا ہے۔ خود گزری کی حالت ہے اس میں اور یہ وہ نقصان کی گزری میں کیا فرق وہ کیسے۔ اس خط فرقہ بندی نے سکھانوں کو تباہ کیسے۔ فروعات میں مختلف دے کے میں نظری اس ہے۔ اور اس کی گنجائش ہے۔ اور گنے کی بات ہے۔ کہ دو دو کوڑا حکیم ایک ہی قسم کے مریض کے لیے مختلف دوا میں تجویز کرتے ہیں۔ مگر کوئی نہیں کہتا کہ فلاں دوا کوڑا وقت ہے۔ اور فلاں حکیم درست ہے۔ نہیں سب درست ہی تھے ہیں۔ کیونکہ مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ یہی مریض کی صحت یا مقصد ہے۔ وہ کوئی بھی تجویز کی جا سکتی ہے۔ جو اس کے حسب حال ہو۔ لہذا وہیں کے مریضوں میں یہ تعصب کہیں مقصد کیا جائے۔ کہ فلاں فرقہ ایسا ہے۔ فلاں ہم ایسا ہے۔ جہاں سب ایک ہی اللہ تعالیٰ کہہ رہے دے تو ہیں۔ ان کے تعلق کی گروہ میں تعصب نہیں ہونا چاہیے۔

اب دیکھتے ہیں فرقہ بندی قانون کیا ہے۔ کسی حرم کو ایکسٹرا، سترائے موت دینا ہے۔ خود اس قانون کے مطابق گئے ہری کر دیتا ہے۔ مگر کبھی کسی نے کسی گناہ کو خط نہیں کیا۔ کہ فرقہ وارانہ میں مختلف فیصلہ جہالت کی گنجائش موجود ہے۔ اسی طرح وہی کے قانون کہنے والے سامنے ہیں۔ خود کوئی منفی برداشتی۔ لہذا ان کے پروردگار میں ہی تعصب نہیں آنا چاہیے۔ یہ کہن کہ فلاں فرقے والے اس طرح غلط پڑھتے ہیں۔ اس کی غلط فہمی ہوئی وہ جتنی ہیں۔ یہ بہت ہی بات ہے۔ اور میں جیستہ وغیرہ مصلوں کی تباہی کا باعث ہے۔ یہ بددیت پر غفلت ہے۔ قرآن پاک نے اس کی خدمت میں

فرمانی ہے۔

مَنْ اَفْرَادًا لَوْ بِتَحَاتٍ وَ سَبَّكَ بِكَ بِرَغْضٍ عَنْ اَسْلَمَةٍ وَ بِنَهْضَةٍ بَشَرٍ وَ قَوْلُهُمْ
 جس نے اپنی ذات کو حضرت خانی کے قریب بنایا۔ اور وہ ایک کام کرنے والا ہے۔ مجھ کو جیت
 فرماتے ہیں۔ کہ جب اُسکو اَوْصَلُوا الْعِبَادَةَ کا ذکر آئے تو اس سے مراد بڑی اپنی
 چار جہاد تھیں ہیں۔ یعنی خَدَّاءَ۔ دُودَہ اور کَوَاہِ مَسْجِدِ اس کے بعد پانچوں درجے میں جہاد آئے ہیں۔
 علاوہ ان کے ساتھ دوسری نیکیاں بھی ہیں۔ اس کو یوں بیان فرموا فَصَنَ يَهْتَكِرُ
 صِنَ الْعِبَادَةِ جو کوئی بھی نیک کام کرے گا۔ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ بِشَرِّهِ لَكُمُوهِ اِسْمُ بَرٍّ اِس
 کا حقیقہ صحیح ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی عمل کی نماندی نہیں فرمائی گئے۔ پہلے ہر کام کا وہ
 روپائے گا۔ ان اگر ایمان ہی مقصود ہے۔ حقیقہ صحیح نہیں ہے۔ تو پانچوں میں بڑی بڑی
 نیکیاں بھی گنہ گار کی طرح اُڑ جائیں گی۔ قیامت کے دن کچھ کام نہ ان کی؟ اَوْ يَهْتَكِرُونَ
 رِقَا كُتُبُهُمْ ان کی کاپی میں سے انہیں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ان کی نیکیوں کو وہ جہاد کی کہلات
 اڑھائیں گی۔ مگر اگر وہ دیکھ کے ذات تھے۔ حج آدمی کے آگے داخل نہ تھے۔ اور اس کے
 مقام پر آئے تھے فَكَلِمَةً تَأْخُذُ بِهٖ بَرٌّ جال۔ یہ انہیں اور تھیں کر سنے والے۔
 کام کر کے تھک جانے والے ہوں گے۔ بڑی قیامت کے روز اُنکو نَارُ حَرِيبَةٍ
 جہنم میں آگے جائیں گے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم تھے۔ سب
 نیکیاں انہوں میں تھیں گی۔ جو حال قانونِ نجات فرقہ بندی نہیں بلکہ اتباعِ خداوندی اور عمل
 صاف ہے۔

فرما جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر لیا۔ اور چہرہ اپنی کرنا ہو گی فَطَلَمَ
 اَعْبَدَ اَرْضَهُ وَ رَجَعَهُ اِس لیے غم کے لیے چنے دے کے ان جہر ہے۔ نیک کا بدلہ
 اس کو ضرور ہے گا۔ وَلَا حُوقَ يَكْلَمُهُ وَلَا طَلَمَ يَكْلَمُهُ وَلَا اِسْمُ تَحَاتٍ
 کسی پر اپنی میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ ان پر کوئی ذات ہو۔ خداوند تھیں ہوں گے۔ نہ چہ
 کہ دنیا میں ان ہی ہر وقت پریشان رہتے ہیں۔ کہ ان کو موت کا ڈر تو ہے ہر وقت نہ رہتا ہے۔
 گو موت ہر وقت اس کے پیش نظر ہے۔ چہرہ موت ہر گھٹ کا اوتار سلا رہتا ہے۔ چہ

نہیں یہ لوگ سوئے ہاں نہ بے گی بائیں۔ چاہیں گی کہ صحت ملی بد قرار نہ ملے گی۔ انہیں تو اس قسم کے خوف انسان کے پیشہ دوس گرہے ہیں۔ مگر جی کا عیشہ و صبح ہوگا۔ جو احوال رہے کہ سنہ واسے ہوں گے۔ وہ اس ختم پر پٹا زل سے محفوظ رہیں گے۔ انہیں نہ چنے ہلنی پر افسوس ہوگا اور نہ انہیں مستقبل کا کوئی خدشہ ہوگا۔ یہ طاقت اس کے جنوں نے کوئی نہائی نہیں کی۔ نہ خلی کی پوچی کو ضائع کر دیا۔ وہ افسوس کریں گے۔ کہ ہم نے کتنی کوتاہی کی۔ اور قہار نے سنے صحت دی تھی۔ مگر ہم نے اسی سے کوئی ٹھکانہ نہ اٹھایا۔ نہ حقیقت درست کیا۔ نہ بچائی کا کوئی کام کیا۔ یہاں سے گروہ ہے۔ ایسے لوگ خوف سر پریشانی میں مبتلا ہوں گے۔ اور نہ بچنے کے پر ہمیشہ افسوس کرتے رہیں گے۔

البقرة

(آیت ۱۷۷-۱۷۸)

النور

دس جلدیں

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النُّصَرَىٰ لَيْسَ الْيَهُودُ
عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتَّبِعُونَ الْكِتَابَ كَذِبًا قَالَتِ الْيَهُودُ لَا يَجْعَلُونَ
مِثْلَ قَوْلِهِمْ قَالَتْهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا
كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٧٧﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ سِلَاحَهُ لِمَنِ
يُذَكِّرُهَا نَفْسُهُ وَسَوَّىٰ فِي حُرَّاتِهَا تُوتِيقُ مَا كَانَ لَهُمْ
أَنْ يَدْخُلُوهَا زُجَّاجًا لِّئَلَّا يَفِيحَ فِي النَّفْسِ فِي النَّفْسِ وَتَلْهُو
فِي الْأَفْئِدَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٨﴾ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
فَإِنَّمَا تُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾

ترجمہ: یہودیوں نے کہ نصرانی کسی چیز پر نہیں ہیں اور نصرانی نے کہہ
یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں بلکہ ان کا وہی سچ نہیں ہے، حالانکہ کتاب پر مبنی
ہی ہے جسے ان لوگ سچ کہتے ہیں وہ بالکل جھوٹا ہے، ان میں سے ہر ایک
اپنے کے دوسرے قہمت کے دن فیصلہ کرے گا، ان باتوں میں وہ اختلاف
کرتے ہیں ﴿۱۷۷﴾ اور اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم ہے جو اللہ کی کتابوں
سے منہ کرے کہ ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے، اور ان کی برہمچی کی کوشش
کرے، یہ وہ لوگ ہیں کہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کون کا داخل ہوں، ان
گھروں میں ٹھہرتے ہوئے، یہ لوگ ان کے لیے دنیا میں رہتے ہیں، اور ان
کے لیے آخرت میں عذاب عظیم ہے ﴿۱۷۸﴾ اللہ ہی کے لیے ہیں مشرق اور مغرب
ہیں جو ہم سمجھ کر ذکر کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی قہمت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ رحمت والا
ہو سب کچھ جانتا ہے ﴿۱۷۹﴾

یہودیوں کی
آپس میں

یہودیوں اور نصرانی کی کئی چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک گروہ

دوست کو باطل قرار دیتے ہیں۔ پہلے آپ کو ذرا دست پر رکھتا ہے۔ پھر اگر وہ مٹر چکا ہے
 جو سمجھ و نصیحت کی دوزخ کو باطل کر کے اپنے آپ کو صحیح سمجھ رہا ہے۔ اگر کیا ہو دو نصیحتی
 ایک دوست کو باطل کر دیتے ہیں۔ اسی قرأت میں اسی چیز کو بیان کیا گیا ہے۔ وَمَا كُنَّا بِهِنَا
لِكَيْفَتِ الشُّعْرَىٰ عَلٰی شَيْءٍ مِّنْهُنَّ۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ نصرانی کسی چیز پر نہیں ہیں۔ وَمَا كُنَّا بِهِنَا
لِكَيْفَتِ الشُّعْرَىٰ عَلٰی شَيْءٍ مِّنْهُنَّ۔ اور نصرانی کہتے ہیں۔ کہ یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں۔ یعنی ان کا
 دین بچا نہیں ہے۔ اس طرح جب یہ کہنے ہوتے ہیں۔ تو ان میں یہ دست و گیر ہوا ہوتے
 ہیں۔ یہودیوں کا اعتراض یہ ہے۔ کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اذات کرنے کا یہ
 کہہ کر کھڑ کیا۔ اور یہودیوں کا نظریہ یہ ہے۔ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام جوت ہوئے تو یہودیوں نے
 معرفت الی اللہ کیا۔ بلکہ انہیں کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ لہذا یہ قرار ہوتا ہے۔ فَرِيقًا يَدْعُوْنَ
فَرِيقًا يَدْعُوْنَ۔ ایک دوست کو ہر قوم تراشی کرتے ہیں۔ وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ
مِنْ دِينِهِ۔ اگر وہ ہی اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی تورات اور انجیل کی عادت کو کہتے ہیں۔ اس کے باوجود
 ان میں اختلاف اختلاف پایا جاتا ہے۔

کتاب کا
 یہ حق ہے

حقیقت یہ ہے۔ کہ تورات اور انجیل مذکور۔ قرآن پاک اور دیگر صحاح سب کے سب
 برحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اصل دین اپنی کتاب کے ذریعے نازل فرمایا۔ مگر اسی دین کو
 تحریف کر کے۔ دین کو کس کس کو دیا۔ ہم اصل دین الی کی کتابوں میں سب کی تمام سببتیں
 یہ پڑھتے ہیں۔ لہذا کسی کتاب کا باطل انکار کر دینا کہ اس میں کچھ جی نہیں۔ انصاف کے خلاف
 ہے۔ اور اہل کتاب کی بیعت و عمری کی دلیل ہے۔ ان یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہودیوں اور
 دینی تو انہیں تھا۔ انہوں نے فریب دیا۔ اگر دین۔ یا نصیحتی اور دین اور کتاب۔ ہاں تب
 مگر ان کی تحریفات سے شے بگڑا۔ بنا دیا ہے۔ ایک دوست کو جب تو باطل میں باطل قرار
 دینا درست نہیں۔

جب قرآن پاک نازل ہوا تو جس نے قرآن اور انجیل کی تحریف کی کہ وہ دونوں آسمانی
 کتابیں ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اس کے علاوہ خدا صاحب ہادی کی بھی تصدیق
 کی۔ اور قرآن پاک نے ان مستحکات کی ضرورت کا بھی کیا۔ جہاں جہاں سے یہ لوگ جھٹکتے ہیں

حضرت علی علیہ السلام
 ہر قوم کو دینی

اور جہاں جہاں انہوں نے کتب میں قرابت کی ہے۔ جیسے کہ یہ لکھا ہے کہ وہ دہریوں نے حضرت
 سیماں علیہ السلام کی طرف کھڑا کر ٹھوس کیا۔ اور کہ ان کی سعادت ہو یا غم فانی۔ انہی جہاں
 میں کہ شیعہ داخل کرتے ہوئے مکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی ترویج کرتے ہوئے
 فرمایا: **وَمَا كَفَرَ كُفْرًا هَٰذَا** یعنی یہی جہاں رسول نے جاہل اور کفر کے کھڑا کر ٹھوس کیا کہ یہ کفر
 نے خود کھڑا کر ٹھوس کیا۔ حضرت سیماں علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے صاحب شہادت و مول تھے
 اللہ تعالیٰ نے آپ کو بمقام حکومت عطا کی تھی۔ ان سے مکر کی فریق نہ تھی۔ یہ قیاس ہے۔ انہوں
 نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: **رَبِّهِمْ أَغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْقُصُنِي زَكَاةُ مِنْهُ وَلَا يَجْعَلْ لِي**
يَا سَدْرًا اے میری سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی کو عطا نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو
 شرف قبولیت بخشا اور آپ کے لئے ہر اور جنت کو کھڑا کر دیا۔ بظاہر ان مخلوقوں نے کہا کہ یہ جہاد
 کا اثر ہے۔ اسی لئے اللہ۔

مشکوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مکر کیوں کاہل بھی ہو و نصیحتی سے کہ نہیں۔ **كَذٰلِكَ هُوَ**
قَالَ الْكَافِرُونَ لَا يَنْفَعُكَ مِنْهُ قَوْلُكَ تو کہہ کر کھڑا کر ٹھوس کے مکر کیوں ہی وہی ہے۔
 کہتے ہیں۔ جو اہل کتاب نے کی۔ یہ کہتے ہیں کہ تو خود و نصیحتی ہی پر ہی اور مسلمان
 وہاں جو حضرت پر ہے کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں جانتے یہ تو جانی مخلوق میں۔ ان کے پاس
 کوئی کتاب ہے جس سے یہ رہنمائی حاصل کر سکیں۔ اور نہ ہی وہ بظہار سال کے ہر جس میں ان
 کے پاس کوئی نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعد تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک عرب
 حجاز۔ یروشلم۔ حضرت اسماعیلی علیہما السلام کے رہیں یہ قاضی ہے۔ اس کے بعد ان میں بغاوت
 پیدا ہوئی شروع ہوا اور ہر حال وقت بھی آیا کہ سب کے سب شکر کی طرف مائل ہو گئے۔
 جہاد میں سے کوئی کاوا تو ہی مرد و قاضی۔ وہ سب دین سے بہت پختہ تھے۔

انوار خود

الفرضی ایچ و نصیحتی اور شکیں تینوں گروہوں کے ایک دورے کی تخریب کی۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کہ چاہتے تھے نہ کرتے رہیں۔ **قَالَ لَهُ يَحْيٰى كُنْ**
يَكُونُ الْغَيْبَةُ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ انہوں نے
 پرست۔ اور کون اصل دین سے چرک ہے۔ ان کا فیصلہ ہر اس منہ میں ہوئے گا۔

مرتبہ اعلیٰ ہر حال

تشریف فرما حضرت اقصیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ تینوں فرشتے یعنی یسوع، عیسیٰ اور یوحنا، جو ایک دوسٹر کو گناہ کئے ہیں۔ یہ خود ماننے کے واسطے گمراہ ہیں۔ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو لٹنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ انہیں دجال کہہ کر جب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارہ دنیا میں نازل فرمائیں گے۔ تو اصفیٰ کے ستر چار یہودی جن میں ان کے ہاتھ بڑے عظام بھی ہوں گے۔ ہر چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کی بجائے وہاں کے بچے پکے گئے۔ اور اس کو مسیح بھیس گئے۔ یہی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو (عیسا یا عیسیٰ) دجال کہہ کر انہیں صلیب پر لٹکائے پکے گئے۔ ان کلموں کا یہ حال ہے۔

جب حضور علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو ستر بار شہداء و کسبیت لکھ کر ان کی امانت رکھ کر گئے۔ انہیں کہتے تھے: ہمت نہ ہارو، کیونکہ تمہاری امانت کے قریب ہوں۔ اور میں کی طرف راغب ہو سکیں۔ تمہاری ہمت کی بات قرآن پاک کے واسطے بارہ کی بات ہے۔ تشریع ہو چکی ہے۔ تمہارا سامنے یہ بھی یہودیوں نے بہت دھمکی کا ثبوت دیا۔ اپنے نصیب میں بیوقوفیت۔ اور دشمنوں کے قریب دانستہ۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی دلی خواہش یہی تھی کہ مسلمانوں کے لیے بیت اللہ قبلہ قرار ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ذکر و آیت میں تمہاری قبلہ کا اشارہ فرمایا کہ تمہارا جہاں کہیں بھی ہو۔ بیت اللہ شریعت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کر۔ یہی طریق یہودی اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے اسلام سے ہم دور ہو گئے۔

اعراض اللہ تعالیٰ نے اس بات کو نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس ضد و عناد میں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عبادت کرنے سے روک دے گئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔
 وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمَ اللَّهِ وَتَكُونُ مِنْ قِبَلِهِ
 تَعَزُّوهُمْ اس سے بڑھ کر کوئی ظالم ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام پڑھنے سے روکتا ہے اور اس کی برادری کی کشتی کو تباہ کر دے۔ حضرت ہوشیاری سے اللہ

فرشتے بیٹھ کر اس آیت کے مصداقی قصد ہی ہیں جنہوں نے یہ روایت ذکر کر کے تواتر کو جلا
 تھا۔ اور بیت المقدس کو دیرانی کیا تھا۔ یہ آیت مشرکین کو یہ بھی مصادیقی آتی ہے۔ جنہوں نے
 میں مسلمانوں کو مسجد حرام کے مقاصد پر روک دیا تھا۔ اور جو یہ کہ میں عمرہ اور انیس کرنے دیا تھا۔ عبادت
 مشن میں بعض غرض کی تلاش کے لیے آئے تھے۔ ان کو لڑائی کرنا یا کاروانہ نہیں تھا۔ یہ تو اس وقت
 کے واقعات ہیں۔ یہ آیت آج بھی اسی طرح نافذ ہے۔ جس طرح یہ پہلے نزول کے وقت تھی
 آج بھی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکا ہے۔ مسجد کی برابری کا
 مقصد ہے۔ وہ اس آیت کی مدد سے بہت بڑا غلط ہے۔

یہی اور نصرانی پیش ایک دوسرے کو مباح میں جا کر عبادت کرتے تھے۔ روکنے سے
 ہیں۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ جب بھی یہود کو موقع جہانوں نے نصاریٰ کے ساتھ ہی ہو گیا۔
 اور جب نصاریٰ کو غیر عامل ہوا تو یہی غفلتوں نے بیت المقدس کو اکھاڑ دیا۔ اگرچہ کونہ آخر
 کیا۔ اور عبادت خانوں کو برہنہ کیا۔ مشرکین کو نے بھی مشنوں کے ساتھ یہی ہو گیا۔ یہی
 زندگی میں حضور علیہ السلام جاد کعبہ میں غذا اور انیس کر سکتے تھے۔ مشرکین مسلمانوں کو سخت ازیتیں
 دیتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی پٹائی کا ذکر بخدی خربت میں موجود ہے۔ جو پہلی کی حکایت
 اور انور قرآن پاک نے اس الفاظ میں بیان کیا ہے: ﴿لَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا نَذَرًا﴾ ﴿٥﴾
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ تَخْتَلِفُونَ فِيهَا بَيْنَ الْمُتَقَرِّبِينَ إِلَيْهَا وَتُحَرِّمُونَ عَلَيْهَا أَشْيَاءَ
 سَمِيَةً﴾ ﴿٦﴾ کیا تم نے اس بدعت شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو غذا پڑھنے
 سے روکا ہے۔

دوسرے مقام پر جو طے ملی جو ت کو بڑا غلط کیا ہے۔ کہ اس سے بڑا کوئی غلط ہو
 سکتا ہے۔ جو عبادت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ اور یہ بھی فرما کر اس سے بڑا کوئی غلط ہے جس کے
 پاس خدا تعالیٰ کا کوئی آئے۔ ہر بیت کی بات پیش کرے اور وہ اس سے انکار کرے۔
 تاہم اس میں یہ نہ کی خربت یہ کی گئی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کی مباح میں عبادت
 کرنے سے الفاظ بخنے سے روکتا ہے۔ یہ تو غلطی کا کارٹ ہے۔ اگر کسی کی عبادت کرنے

گروہوں میں سے۔ تو وہی گروہ بننا سب پہنچتے ہیں، اگر ہماری کچھ تھی۔ بہت بڑی و غریبی
 تھی، جو خلیج برائی میں جس طرح تھمتے کی۔ اسی طرح کا جو سب انہوں نے دیا، سب پہنچنے
 چوسنے کا یہ سبب۔ وہاں اگر جیانی خود دشمنان ہو کر اپنے گروہ کو سمجھ میں تبدیل کریں۔ تو وہ
 جائز ہے، جو کسی کے جہالت سے گزرتا ہو کسی گروہ، بالکل نیا سبب ہے۔

مکتبہ

جس طرح کچھ کاغذی طریقہ ایک صاف رکھتا ضروری ہے، اسی طرح کچھ کو باطنی غزالی
 سے ضرور رکھنا ہی اہل اسلام کی ذمہ داری ہے۔ ————— باطنی غزالی یہ ہے کہ کچھ کو انکی
 کے اصل مقصد کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ کچھ جو تھمتے ہے، اس سے
 غنا، تھمت، ذکر و تلاوت، پناہ ہے، ذکر دنیا کے دوسرے کاموں، اسی لیے ضرور علیہ السلام
 نے کچھ میں حد قائم کرنے سے منع فرمایا ہے، کچھ میں کسی وقت سے کا ایسا تو ہو سکتا ہے، مگر لازم
 کو سزا نہیں دی جائیگی، مگر اس سے کچھ کی چیز تھی ہوتی ہے، کچھ میں روٹی چھوڑا کر، نفس بخوی۔
 گالی گھونج کر، گنگلی جھینڈ، تجاہت دینا، کینہ پر سب کچھ کے آداب کے خوف سے
 ضرور علیہ السلام نے منع فرمایا، کچھ میں اعلان کرنے سے منع فرمایا، کچھ فرمایا کہ جو شخص کچھ میں
 گنگلی کا اعلان کرے، اس کے حق میں بریں دعا کرو، کہ اللہ تعالیٰ تیری چیز تجھے دینا نہ دے
 تو نے آداب کچھ کا خیال نہیں رکھا، اسی طرح فرمایا، کہ کچھ میں تجاہت کرنے سے منع کیا گیا
 میں کہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس تجاہت میں نفع نہ دے۔

کچھ میں شعر گوئی سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس وجہ اگر کوئی بھی بات کہے، اللہ تعالیٰ
 اس کے مولیٰ علی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہے، تو جائز ہے، ایسی شعر گوئی ضرور سلی ہے
 علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسان بن ثابت سے منع کیا گیا ہے، مگر وہاں نے کی طرح کچھ
 میں ہر قسم کی شعر گوئی کی ممانعت نہیں، میں میں عشق غزلیں گاتی جاتی ہیں، ضرور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے تانا سنا، اشعار سے منع فرمایا۔

نے "الہام و صیغہ" نے "قرآنی صیغہ" نے "اسلم صیغہ"

نے "قرآنی صیغہ" نے "قرآنی صیغہ" نے "قرآنی صیغہ"

سبکی بے ادبی کے بعض دوستوں سے بھی سنا گیا ہے۔ خنزیریں اجڑ کرین کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھٹے یوں کسی بائبل کو کہیں نہ آئے۔ اور سبکی چھڑکی کا ہنسنے سے کہیں۔ چھوٹے چھٹے نہ تو خنزیر کا کہے کہ وہ بھی غرضوں میں اس کی سبکی بائبل کی حالت میں کہہ چاہئے تو سبکی میں آجاتا ہے۔

الغرض! فرمایا اس شخص سے نادرہ کوئی خط ہے۔ جو اٹھ قالی کی سبکی میں اٹھ قالی کا نام لینے سے منع کر رہا ہے۔ اور سبکی کی بہادری کے لیے لکھنی کرتا ہے۔ فَدَاؤُا وَلَهْدَا هَذَا كَانُ الْكَلْبُ أَنْ يَكُنْ خَطْلُ هَذَا الْوَلَدُ الْبَغِيضُ میں درجہ کا حاصل میں میں میں میں سے کہ وہ سبکی میں داخل ہوں بگڑتے کہتے تھے۔ میں کہ اس لائق ہی نہیں کہ سبکی میں داخل ہوں۔ سو اسے اس کے گرد و فزود ہوں۔

وَالْوَلَدُ الْبَغِيضُ میں کہ سب سے بھی ہے کہ سبکی میں خنزیر و خنزیر کے علاوہ کوئی خنزیر بہت نہیں کرتی چاہئے۔ اور کہ ہنگامہ قیامت کی خنزیروں میں سے بنایا گیا ہے۔ سبکی میں چوڑا پھرد اور ایسی ایسی دھڑی دھڑی کرنے کی ممانعت ہے۔ حضور علیہ السلام کا دربار گزری ہے۔ وَأَكْثَرُ الْكَلْبُ هُوَ الْبَغِيضُ فَدَاؤُا وَلَهْدَا سب قریبیت کے باطن میں جاؤ۔ تو وہاں پر چنگ یا کرو۔ صوفیائے حق کی حضور اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا جب تم سبکی میں جاؤ تو وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر پا کر۔ اس کی تسبیح و تہلیل پڑھ کر۔ سب سے کہو۔ اور وہاں کا در و در۔ جھلکتا ہو کر خاموشی سے بیٹھو۔ اگر احکامات کی نیت کر کے باطل باتوں میں بیٹھے۔ تو ابھر کر باتوں میں گناہوں سے بچے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر بھی پائے گا۔ عورتوں کو کہہ رہی ہے کہ سبکی میں فضول کہیں نہ لے۔ خنزیر و خنزیر سے غورم بہتے ہیں۔

صبر و شریعت میں آجئے کہ ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب شرع و حضور اللہ تعالیٰ کا آپ ایک بڑی سبکی میں داخل ہوں گے۔ وہاں پانچو آدمی موجود ہوں گے۔ سبکی میں ایک

نے ابن ابی حاتمہ و مجمع الزوائد و سنن ابی یوسف و سنن ابی داؤد و سنن ابی حاتمہ

نے ترمذی و سنن ابی حاتمہ و سنن ابی داؤد و سنن ابی یوسف

الْعَلَمِ
وَمِنْ بَشَرٍ

البقرة
(آیت ۱۰۶-۱۰۹)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَّابَةٌ بَدَّلْنَا مَا فِي الشَّمْسِ وَالْأَرْضِ
كُلًّا لَكَ قَابَ قَوْسَيْنِ ۝ (۱۰۶) بَدَّلْنَا الشَّمْسَ وَالْأَرْضَ وَإِنَّا مُعْطِيَانَا
قَالُوا يَنْفَعُكَ لَكَ كُنْ تَكُونُ ۝ (۱۰۷) وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَكْفُرُونَ لَوْلَا
يُعَذِّبُكُمُ اللَّهُ أَوْ تَأْتِيكُمْ آيَةٌ ۚ كَذِبُكَ قَالَ لَنْتُومِنْ قَبْلِهِمْ
قَوْلًا قَوْلِهِمْ تَأْتِيكُمْ قَوْلُكُمْ كَذِبُكُمْ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ الْفُتُورِ
يَوْمَ تَقُومُ ۝ (۱۰۸) إِنَّمَا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَقَدْ فَتَّلْنَا عَنْ
غَضَبِ الْجَحِيمِ ۝ (۱۰۹)

مترجمہ : اور کہا اے اللہ کے لئے کوئی نیا پیدا کیا گیا ہے۔
بکہ انہی کے لئے ہے۔ جو کہ آسمانوں اور زمینوں سے سب اشیاء کی حالت
کو تبدیل کر دے گی (۱۰۶) وہ آسمانوں اور زمین کا جو ہے جو جب وہ کسی چیز کا
فیصلہ کرے۔ تو اُسے ناسخ کر دے گا۔ پس وہ ہر جاتی سے (۱۰۷) اور کہا
کی آیتوں سے جو نہیں جانتے۔ اور کہہ تھیں کہ تمہاری آیتیں نہیں آئیں گی۔ یا
جسے اس کوئی نشان کیوں نہیں آتی۔ اسی طرح کہ الہی سے پہلے لوگوں نے ان
کی بات کی طرح۔ جس کے بدلے کہیں میں جے جلتے ہیں۔ تجھنی ہم نے ان لوگوں
کے لئے آیات بیان کر دی ہیں۔ جو نہیں سمجھتے ہیں (۱۰۸) بے شک ہم نے
آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تو تمہاری دینے والے اور نہ ملے والے۔ اس آپ
سے دوست داروں کے خلق نہیں پوچھا جائے گا (۱۰۹)

مترجمین
سے پائے

ابلی کتاب کے غلط عقائد کی بحث مسلسل چلی آ رہی ہے۔ ان آیات میں
ان کی ایک اور حدیث کا بیان ہے۔ جو وہ کہہ تھیں کہ تمہاری آیتیں نہیں آئیں گی۔
قَالَ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ اس غلط عقیدے میں یہ تینوں گروہ شامل ہیں۔ جن

یہود، نصاریٰ اور مشرکین قائلو "کی غیر ان تینوں کی طرف لڑتی ہے۔ سورہ نور، میں ہرگز ہے کہ یہودیوں کے ایک فرقہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہاں بنا دیا ہے: "وَلَقَدْ كَتَبْنَا لِيُحْيٰى عِيسٰى بْنِ مَرْيَمَ اَنَّا نَكْفِيكَ بِرُوحِنَا وَكَانَ يُنَادِي مِنْ مِصْرَ"۔ اجماع ایک گروہ ایسا ہے جو اہل کتاب میں شامل ہے، بڑا مختصر یہ رکھتا ہے۔ اسی طرح نصاریٰ کا مختصر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوعی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ قرآن پاک میں یہ بات تصریح کے ساتھ بیان کی ہے۔ کسی مخلوق کو خدا کا یہاں بنانا نتیجہ غفل ہے کہ اللہ تعالیٰ داخل ہو جائے، اس کے حکم سے زمین و آسمان پھٹ جاتے، جو خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا بڑی عبور و استقامت ہے، مگر یہی عیب کے متعلق تعویذ موجود ہے کہ وہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی پیشانی کے لئے "وَجَعَلُوا لِنَفْسِكَ الْاَلْبَانِ" ہمارے لئے "وَجَعَلُوا لِنَفْسِكَ الْاَلْبَانِ"۔

اس باطل مختصر کے، زمین اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَجَعَلُوا لِنَفْسِكَ الْاَلْبَانِ" اللہ کی ذات پاک ہے ہر امر منزه ہے۔ بچنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور دوسرے سے محبت ہے۔ اگر وہاں غیر خدش کا یہ توہین ان کے لیے عجیب ہے۔ مگر اگر وہ جس پر توہین اللہ تعالیٰ کے لیے عجیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و رحمت، قرآنیت جو یکجا نکت کے خلاف ہے۔

مخلوق کے لیے اور اگر وہاں اس لیے عجیب نہیں کہ مخلوق عاجز ہے۔ اسے اور اس کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر انسانی اوراد کے بڑے مشتاق ہوتے ہیں اوراد کی عدم موجودگی میں انہیں سبب و سبب پرست کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ آخری عمر کی خدمت سے محروم ہوتے ہیں۔ برصغیر میں اللہ تعالیٰ کو شک ہے۔ اس کی صفت تو لڑتی ہے۔ وہ اس کے ہے۔ وہ ہر ایسی چیز سے ہے یا نہ ہے۔ اس کی طرف اوراد کی نسبت کرنا بہت بڑی بات ہے۔

یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ اوراد کی یہ نفع اس کے، آپ کے اوراد سے ہوتی ہے جو اس کے جسم سے الگ ہو کر دم اور میں منتقل ہوتا ہے۔ اور پھر وہ نیک کی صورت میں نازل کے جسم سے چھوڑا ہوا ہے۔ تو اس قسم کی تردید کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بہت

قیح و نکست ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شہر میں ہی عزت مند ہے۔ شہنشاہ سے ہی ملو ہے۔
جب اللہ کے عہد سے میں عزت میں ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو معرفت میں نقصان
آتا ہے۔ تو اس کے نتیجے میں بارشیں آتی ہے۔ اور اگر وہ ہوتا ہے۔ فیر سے ملو ہے کہ
مخلوق کی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی جائے۔ جتنی کہ وہ ہونا مخلوق کی صفت ہے کہ
یہ صفت اللہ تعالیٰ میں ثابت کی جائے تو یہ غیر مناسب ہوگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفت
مخلوق کو مخلوق میں ثابت کی جائے۔ اور اگر وہ صفت ہوگا۔ جتنی کہ وہ ہونا مخلوق کی
صفت ہے۔ اور اگر یہ صفت کسی مخلوق میں ثابت کی جائے۔ تو اگر وہ ہوگا۔ شہنشاہ کا صفت
اللہ تعالیٰ کی ہی پاکیزگی پر اوست کرتا ہے۔

معاذ اللہ کہ تم نے حضور علیہ السلام سے شہنشاہ لا مطلب پر آپ نے فرمایا
تَبَارَكَ الَّذِي مَلَكَ سُلْطَانًا بِرَأْسِهِ يَوْمَ يُنْفَخُ الْكُتُبُ کسی نے حضرت محمدؐ سے
عیاں فرماتے ہوئے کہا کہ حضرت علیؑ! انہی تو ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے
بڑا ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لاَ شَاطِئَ لَهُ يَكْفِيكَ يَوْمَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
کہا کرتے ہیں کہ سب سے بڑا اور تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ حضرت شہنشاہ لا مطلب
نہ کہہ رہے ہیں آپ نے جواب دیا کہ کوئی عقلی بات ہے۔ جَعْلَ اللّٰهِ يَكْبَرُ ہے۔
جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کے لیے منتخب فرمایا ہے اور فرشتوں کو بھی حکم ہے کہ اس کے
کے ساتھ میری تعریف کیا کرو۔ الغرض یہ چاروں کلمات جَعْلَ اللّٰهِ يَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
تَعْلِيْفُ اللّٰهِ اور جَعْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اللّٰهُ تعالیٰ نے اپنی تعریف کے لیے منتخب فرمایا ہے۔
ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سب اور شخص سے پاک ہے۔ تمام تعریفیں اسی ذات کے لیے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ سے پاک ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جَعْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ
وَرَبُّكَ مِنْ دُونِ مَا يَدْعُونَ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ یعنی یہ تمام چیزیں مخلوق ہیں
اور اللہ تعالیٰ شانہ ہی کا ایک ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اور انسان میں آپ اور مجھے کی نسبت میں

ہے۔ بلکہ نہ تو ان کی نسبت ہے۔ نہ جہاد بھی۔ نہ سب۔ جسے ہم تحریر و اقتدار سے نہ
 اس کے غم کو کوئی مال نہیں دے۔ مَلَّا لَدُنَّا نَحْنُ سب شرور ادا کرتے دلتے ہیں۔ اس کے
 تحریری حکم کی خلاف ورزی کی کسی میں کمال نہیں۔ اور کسی کو پتہ نہ رہے۔ یہ کہ نسبت کرے۔ کسی
 یہ امت ہادی کرے۔ اس کے حکم کو کوئی مال نہیں دے۔ فائنات کی برتری اس کی فراخ دہائی کا ہوگا
 اس خیریت کے اعلام ملے میں جسے مال مل سکتے ہیں۔ اَشْرَقَالِي نے ذکر کیا ہے
 خذ بصرہ۔ ذکاؤ۔ ذکر۔ جہاد کو۔ انان ہی اعلام پر غور و اندیشہ کو آبی کر غلبہ۔ اَشْرَقَالِي
 کے خویشی حکم کے معنی سب کو ہم پر غم کرنا ہے۔ گاہ جب امت کے خیریت اجاتے ہیں۔ تو ہم
 کوں ہے۔ جو اَشْرَقَالِي کے لاکھ مال ہے۔ خود دے والا ہو۔ اس کے مدد سے ہماری دیکھتے۔ وہ
 جانتے ہیں۔ اس اَشْرَقَالِي کا تحریری حکم پورا ہو جاتا ہے۔ گو وہاں پر اَشْرَقَالِي کی دھمکتا کا
 ذکر ہوا۔ لاکھ کہ وہ ہر چیز کا ایک ہے۔ اور دوسری یہ کہ وہ ہر چیز کا صرف ہی ہے۔ ہر چاہے
 کہے اس کے دستے میں کوئی دھمکتا نہیں آتی۔

صفتہ پنج

اس مقام پر اَشْرَقَالِي کی تحریری صفت وَالْحَاکِمُ کا ذکر بھی ہے۔ خود مکتبہ اَشْرَقَالِي
وَالْحَاکِمُ وہ آہوں اور ذمہ کا ایجاد کرنے والا ہے۔ اذیت اس تعلیق کو کہتے ہیں جس کا
 پہلے خود موجود ہو کہ جسے دیکھ کر کوئی چیز تیار کی جاسکے۔ اور پھر وہ بھی جیسا ہے کہ وَالْحَاکِمُ
فَعَلَىٰ خَيْرٍ۔ سب کسی کام کے کرنے۔ کا بعد کرنا ہے۔ وَالْحَاکِمُ فَعَلَىٰ خَيْرٍ لے کر
 تو وہ کہتا ہے جو باقیہ اَشْرَقَالِي پس وہ ہر جاتی ہے۔ یہ کہنا دینا اسکا ہے۔ جس میں شریعت اور
 تیزی کا حکم ایسا ہے۔ یعنی سب اَشْرَقَالِي کن فرماتے ہیں۔ اگر کسی چیز کے معنی اور وہ اسے
 کے لیے کسی دوسری ضرورت پڑتی ہے۔ وہ فریق مظلوم ہو تا ہے۔ اور کسی کا ریل و مدار
 کی دوا کا ہوتی ہے۔ بلکہ اَشْرَقَالِي کا حکم ہے۔ ہوتے ہی کام ہو جاتا ہے۔ اور اصل یہ کہ اَشْرَقَالِي
 ہی بعض تعمیر کے لیے ہے۔ وہ نہ اس کی ہی ضرورت نہیں جیسے اَشْرَقَالِي کسی چیز کا اَشْرَقَالِي
 دیکھتے ہیں بلکہ کوئی کہ چیز کسی سطح پر مظلوم ہے۔ تو وہ فرما ہو جاتی ہے۔

اَشْرَقَالِي

طرح نمائندہ

اَشْرَقَالِي کی طرف مولا کی نسبت کرنا۔ صفت بنے والی اور گستاخی ہے۔ یہ ہے اصل
 اور فضول بات ہے۔ اَشْرَقَالِي کی ذات پاک اور منزہ ہے۔ اس کی چار صفات کا بیان بھی

موجود کیا۔ حدیث شریف میں آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے میں کلمہ بھیجے **بِئِنْ شَاءَ اللہُ وَكَسَمَ**
يَنْتَحِلُنَّ کہ ذہن انسان کلمہ کو جھوٹا سمجھے، حالانکہ اس کے لیے بہت مناسب نہیں۔ اور
 انسان کلمہ کو گالی دیتا ہے۔ حالانکہ وہی اس کے مناسب رہا نہیں، چہر فرمایا کہ **فَلَا تَكُنْ**
مِنْ كَاذِبِينَ یا کسی کو جھوٹا کہتے کہ گالی بھیجتے کہی **كَلِمَاتِي** انسان کو اپنے
 کو کلمے دوبارہ زندہ نہیں کیا ہے۔ جس طرح کہ پہلی مرتبہ کیا۔ یعنی انسان قیامت کا مستحق ہے
 یہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ماننے کے مترادف ہے۔ اور گالی اس لحاظ سے دیتا ہے کہ وہ میری طرف
 اولاد کو نسبت کرتا ہے۔ حالانکہ میری بیوی ہے اور نہ اولاد ہے۔ اور نہ ہی کلمے اس کی
 ضرورت ہے۔ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بنا لیا ہے۔ اور وہ گریہ کرتا
 کہ گالی دیتا ہے۔ **هَكَذَا تَرْفَعُوهُ مِنْ ذُرِّيَّتِي**

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مقصدی مقصد نہیں ہے۔ اگر دیکھا جائے تو وہ خدا کا جوہر ہوا
 اگر خدا تعالیٰ کا جہاں اپنے کا تو خدا تعالیٰ خود ہی حادث ہوا۔ پیدا نہیں ہوا۔ اسی طرح
 ہمارا بھی کسی کو خدا کا جہاں نہیں کر سکتے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا اس قدر قرب حاصل کرے
 کہ اپنے کی طرف ہو جائے۔ چنانچہ خود مصحف پر آیت ہے **وَأَسِئْ بِكَ مَعْزِلِيكَ مِنْ قَوْلِي** کہ کوئی کام
 کر سکتا ہے۔ بعض اوقات آپ کو ٹھہرا جائے کہ بات نہ کرنا پڑتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی صفت
 قویہ ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** جس کے سب سے بڑے مصلح ہیں۔ اس پر کوئی بھی تصرف نہیں
 کر سکتا۔ خدا پر بہت ہی غلط ہے کہ کسی کو مقرب الہی ہونے کی بناء پر نہ اقصیٰ کا و نہ تسلیم کر دیا
 جائے۔ یہاں کہ یہاں میں یہ چیز دینی جاتی ہے۔

ایک اور خط بہت جو محسن دل کرتے ہیں۔ اور یہ ہے۔ **وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ**
الْعَذَابِ۔ جہاں دل کہتے ہیں کہ **لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ** اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ درست
 کام کیوں نہیں کرتا۔ **أَوْ تَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ** ایک ایسا معاملہ جس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی جس کی بنا پر
 ہم اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کی کتاب کی تصریح کر سکیں۔ مگر یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

سے ایک شخص زنی بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ
 آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے براہ راست کھڑا کرے ۔
 یا وہ کوئی خاص نشان یا علامت دے جس سے مجھے دیکھ کر ہم تصدیق کریں۔ فرمایا یہ فانی اور حماقت
 ۲ سوال ہے۔ گدازت کا کہ اگر بندہ مومن فیکہ ہے و فیکہ فیکہ فیکہ فیکہ اس طرح
 کی باتیں قرآن سے پہلے لوگوں نے بھی کہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ کامیاب و ناکام
 ہے۔ تنہا کے دور کے کافر مغرور اور باہلی لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ حضور تعالیٰ ہماری
 چاہتے۔ یا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کام کریں نہیں کرتا۔ فرمایا تَشَاجُّهَتْ فَكُلُوْهُنَّ مِمَّا
 قُتِلْنَ فِيْهِمْ اَمْ لَیْسَ لَہُمْ اَعْیُنٌ اَمْ لَیْسَ لَہُمْ اَفْئِدَہٌ مِّنْ اَمَّا ہٰذِیْہِ فَہُمُ الَّذِیْنَ
 کہتے ہیں اور وہی سوال پھر بھی کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مہجرت

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ کوئی نئی بات نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ
 قَدْ نَبَّیْتُكَ اَزْآیَہُ لَکُمْ و لَکُمْ و لَکُمْ و لَکُمْ کہتے ہیں تو میں نے۔ کچھ دے لوگوں کے سامنے ہے۔
 نشانیاں دکھا رہے ہیں۔ کسی ایک آدمی کو نشانیاں کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر تقریباً تین ہزار عجوبہ عظیم فرمائے۔ اور یہ ہر سال لوگوں
 کے سامنے ہیں۔ کیا حق حق تعالیٰ ہم کو کوئی ایسی بات ہے۔ کیا ان لوگوں نے مگر کے خلاف
 نئے کوہ دتے ہوئے نہیں دیکھے۔ آپ کی آنکھوں سے پانی کی نری بہتی ہو بائیس کے علم میں نہیں
 یہ سب کچھ ان لوگوں کے سامنے ہے۔ مگر یہ نشانیاں ان لوگوں کو نظر آتی ہیں۔ جو نہیں دیکھتے ہیں
 اور جن کے دل میں ایمان کی دولت اور دوستی ہے۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پہلے
 نبی ہیں اور جن کے دل میں ایمان ہے۔ اس قسم کی باتیں ہیں۔ ایمان کی باتیں ہیں۔ ایمان کی
 دل میں محبت ہوگی۔ علم حاصل ہوگا۔ کوئی دانشور یا صاحب نشانیاں اور ہر جہت کے باوجود وہ لوگ اپنی
 بات اور پیروں پر اٹھتے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے براہ راست باتیں کر کے فرشتوں کی
 صفت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ یا اپنے آپ کو انبیاء عظیم کے برابر سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ
 ان سے بات کرے۔ یہ سب، جانور و مہجرت ہیں۔

جب کوئی شخص فہم ترقی نہیں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ تو جتنا دل چاہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 و انہو پیچھے نہ

پیو ہو گا۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ میں مصروف تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نیت سے فرمایا:
 رَبَّنَا كَسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ كَيْسِيًّا وَفَسَدْنَا بِكَ بَغِيرًا مِمَّنْ سَلَّكَ لَكَ سَبِيلَ كَرَمٍ
 بنا کر مجھ کو ہے۔ آپ اپنی امت کے لیے بغیر موزن فرمادے ہیں، میں آپ، اہل میں کی کرمیت کی خوشخبری
 سننے میں، اور بخیر کی و دنیا کی و میری سننے میں، جو کہ آپ کا انکار کرتے ہیں، وہ دوزخ
 اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے، آپ ان کی حرکت پر غلبہ نہ ہوں، اور وہ ہی ان کے
 دوزخ میں جانے پر کوئی حق نہیں کریں، کیونکہ وَلَا تَسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ
 آپ سے دوزخیوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، اگر وہ دوزخ میں کیوں گئے، جہنم ان
 سے سوال ہو گا۔ وَمَا سَأَلُكَ فَمَا تَسْأَلُ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسنادی، ہم یہ کہنے کی کیا وجہ
 تھی، چہرہ خود ہی اس کا جواب دیں گے کہ ہم خدا نہیں پڑھتے تھے، لیکن سے جہنم ہی نہیں
 کرتے تھے، حضور اہل میں گئے بہتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے تھے، اور آپ
 ان کی حرکت سے دل برداشتہ ہوئے إِنَّمَا يَكُنُ الْكَافِرُ آپ کا کہہ کر موت ہو جائے
 ہوتی ان سے ہم خود بہت میں گئے۔

تَعَا

وَمِنْهُمْ مَن

الْبَقِيَّةُ

(مِنْهُمْ مَن)

وَلَا تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَبِيعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ
 إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هِيَ الْغَايَةُ وَأَنَّهُ لَفِي سَبِيلٍ مُّبِينٍ
 الَّذِينَ آمَنُوا بِحَبْلِ اللَّهِ وَبَرُوا فَلَمْ يَكُنْ لَهُم مَّا كَانَتْ مِنْ
 قَبْلُ أَجْرٌ يُسَارِعُ فِي الْيَدَيْنِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
 ١٢٠ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا
 أُولَٰئِكَ هُمُ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۚ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكَنَّاتٍ
 يَتَجَرَّعُونَ كَلَامَ اللَّهِ وَلَهُمْ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا
 قَائِمُونَ ۝ ١٢١ ۝ وَلِلَّهِ الْغَنِيُّ ۚ وَلِلَّهِ الْفَقِيرُ ۚ وَلِلَّهِ
 الْغَنِيُّ ۚ وَلِلَّهِ الْفَقِيرُ ۚ وَلِلَّهِ الْغَنِيُّ ۚ وَلِلَّهِ الْفَقِيرُ ۚ
 وَلِلَّهِ الْغَنِيُّ ۚ وَلِلَّهِ الْفَقِيرُ ۚ وَلِلَّهِ الْغَنِيُّ ۚ وَلِلَّهِ الْفَقِيرُ ۚ
 وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيهِمْ حَزِينٌ ۝ ١٢٢ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ انھیں نہ ہوئے آپ سے یہودی اور نصاریٰ میں سے کہ آپ کی
 حق کا اتباع کریں آپ کہہ دیجئے جنت اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور
 آپ نے لوگوں کی خواہشات کا اتباع کیا، بعد اس کے کہ آپ کے پاس حق پہنچا
 ہے۔ انہیں ہر گز آپ کے لیے اللہ کی طرف سے کوئی عیب ہی نہ ہو گا۔ ۱۲۰
 جن کو چاہئے کتاب دی ہے۔ وہ اس کی قوت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی قوت
 کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی اس کے ساتھ کلمہ کہے گا
 میں ہی لوگ نقصان میں نہ ہوں ۱۲۱ ۝ سب سے پہلے انھیں! یہی وہ منتخب
 یا انور جو میں نے تم پر رکھے۔ اور یہ بات کہ رنگ میں نے تم کو جس دلوں پر
 غصہ بخشا ۱۲۲ ۝ اور وہ اس دن سے کہ وہ کام کہے گا کوئی ضرر کسی کی
 طرف سے نہ ہوگی۔ اور نہ قبول کیا جائے گا اسی سے بدلہ۔ اور نہ اس کو سختی و غم
 پہنچے۔ اور نہ اس کی دوا کی جائے گی ۱۲۳ ۝

موجودہ تصدیق کی غرضوں کی کثافت انکار میں بیان ہوئی ہیں۔ اسی سے پیشتر اسی ہمت کا
 ذکر کر کے پہنچتے کہ اہل کتاب پہنچتے ہیں کہ تو لوگ ایسی لاپستک میں رہو جی جیسے وہیں
 یعنی موجودہ ہمت کی غرضت کی طرف ہٹ آئیں۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ ان میں گھبراہٹ ہو جائے۔
 اگرچہ ان پر حق واضح ہو چھبے۔ موجودہ ہمت کی بنا پر بھی ان غرضوں پر بیان کرنے کے لئے تیار
 نہیں ہو سکتے۔ جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنس باقر میں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو شیعہ
 یہ لوگ جیسے ہو کر دیسے آئیں۔ چنانچہ عثمان بیعت انہوں کی وقت ان کے غائب ہونے سے
 شیعہ ہجرت کے بعد ہی سوا حرمہ واداس قبو بیت انہوں کی۔ یہ مگر جبریں ہی معلوم ہو۔ کہ
 مشرک تو ان کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اہل کتاب تہہ ان کی بنا پر چھوڑتے
 ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشرک و فاجر ہو گئے۔ ایسی قبول کرید مگر یہ وہ تصدیق
 باطل پرانے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے۔ ہندو حضرت جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیان کر
 خبر دیا کیا ہے۔ کہ اہل کتاب سے آپ کوئی عیدہ نہیں ہے۔ وہ وہاں حق کی مخالفت کر رہے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ یعنی ہر ایک نے اللہ اور
 آپ پر کفر کیا۔ جی نہیں ہوں گے حَتَّىٰ تَبْلُغُوا مَبْلُغَتَهُمْ جب تک کہ آپ ان کی حالت
 کا اتباع نہ کریں۔ ان کا مذہب اختیار نہ کریں۔ نہ کہ طریقہ نہ اپنائیں غلط کوئی نہ کہیم
 حق کے لیے آج ہے۔ یعنی یہ کہ ان کی انہوں نے اہل کتاب کو حق بات سے کوئی
 سروکار نہیں ہے۔ یہ تو مسلمانوں کو پہنچے دین سے نفرت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خود ہدایت قبول
 نہیں کریں گے۔ اہل کتاب کی جلد غریبوں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آخری ہمت
 کی کہ آپ ان سے کوئی عیدہ نہ لیں نہ کریں کہ شاید یہ دین سے آئیں گے۔ بلکہ ان کی مشکلوں
 کو پہنچے دین پر لانا چاہتے ہیں۔ جو کہ ناممکن ہے۔

مفسرین کے یہ
 اہل کتاب کو تہہ

پہنچتے ہیں
 اہل کتاب سے

فرمایا لوگ جی لیت پر آپ کو لانا چاہتے ہیں۔ وہ ان کی خود ساختہ بات ہے حَتَّىٰ
 آپ ان سے فرما دیجئے إِنْ هَدَىٰ إِلَىٰ الْبِرِّ هُوَ الْبِرُّ اگر اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے
 اگر آپ ہدایت لائی کہ چھوڑ کر ان کی حالت کا اتباع نہ کریں گے تو یہ ہوا کہ ہر وہی ہدایت
 جو کہ ہدایت کی ضد ہے۔ اور اگر حق واضح ہوتے اور علم جانے کے بعد آپ ان کی خواہش

تبرع کرنے لگیں، وَلَکَیْنِ اٰتِیْتُکُمْ اَهُلَکُمْ مَعَهُ فَکَیْفَ الْوَدَّیْ جَدَّکُمْ مِنْ فِیْئِیْهِ
 کہ جس کا نتیجہ ہوا مٹاؤں میں، اُنہوں میں کُلِّیًّا اَوْ نَقْصًا فِیْهِ اَشْکُلُ مَرَدٍّ سے آپ کے کوئی
 معافی ہو گا نہ دود گا۔ یعنی نہ ہی میرے اسلام اور اہل ایمان آپ تمام سے اس اللہ تعالیٰ کی آخری
 کتاب ہدایت آئی ہے۔ اگر اس کو چھڑ کر اہل کتب کی خواہشات کے پیچھے چلتے گئے۔ تو پھر
 اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ سکتے۔ مگر یہ آپ کے قصداً ممکن نہیں کہ حق کو ترک کر دیں یا ہم غفلان
 کے طور پر اللہ تعالیٰ سے یہ بات خارج کر دی۔ کہ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ اسی
 کی پیروی کرنا ہے۔ اگر کسی دوسری چیز کے پیچھے نہیں چلنا۔ یہ قاصدہ سب کے لیے ہے۔ اور اس سے
 کوئی بھی بری اقدام نہیں۔ درحقیقت تمام پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا
 وَلَکَیْنِ اَشْرَکَتْ لَیْقَیْلُکُمْ مَقْعَدُکُمْ وَتَکُونُوْنَ مِنْ الْخٰسِرِیْنَ، مگر آپ سے بھی شرک
 سرزد ہو گیا۔ تو آپ کے بھی مدد سے عمل متابع ہو جائیں گے۔ اور آپ قصداً اٹھانے
 والوں میں ہوں گے۔ یہ اصول صرف حضور علیہ السلام کے لیے ہی نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام
 انبیاء و رسولوں پر ہی وہی عملی کو قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ لہذا آپ حق کی پیروی کر سکتے
 رہی۔ اور اہل کتاب کی خواہشات کی طرف توجہ نہ دیں۔

یہ دو قصداً ہی کا وہی اصل کتاب الہی کے ذریعے ہی انزال ہوا تھا۔ اور وہ حق تھا۔ مگر
 اہل الٰہی کی قلت تحریریت کی وجہ سے ظاہر نہیں تھی۔ لہذا سب دو قابلِ تباحث نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کو
 آخری نبی کا وہی خاص آئے گا وہی قابلِ تباحث ہے۔ درحقیقت تمام پر فرمایا اِنَّکُمْ لَیْکُمْ اَوَّلُ
 رِسُوْلٍ مِّنْ اِنْفُسِیْ وَرِیْئُوْا لِحُکْمِیْ لَیْظَہُکُمْ اَعْمٰلُکُمْ لَکُمْ اِنْفِیْذُ عَمٰلِیْ وَرِیْئُوْا لِحُکْمِیْ وَرِیْئُوْا لِحُکْمِیْ
 جس نے پہلے آخری نبی کو پھیر دینے کو بھیجا ہے۔ تاکہ اس میں کوئی ایمان پر خاص کرے۔ جب
 مقصد رسالت دیگر ایمان پر خاص ضرورت کے نفس ہے۔ کہ ظاہر حق کی آمد کے بعد اہل کتب
 کی غویشات کی پیروی کی جائے۔ جسور یہ سب کام نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی کی جاگرت کے بعد کوئی
 دوسرا کسی پر نہیں ہو گا۔ اور قیصر کی جاگرت کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت

نزل بیچ طرہ معلوم نہ باقی رہے۔ اور ہم ان تمام سے اہستہ و گریبان ہو گئے، کبھی اس کو بعد حاصل ہو گا۔ اور کبھی قلم غالب آئے گا۔ گویا ہر لوگ قریب قیامت تک باطل پر ڈٹے رہیں گے۔ اور اسے قبول حق کی کوئی امید نہیں رکھیں چاہیے۔

ایک کتاب میں
آلہ یابی

اس مقام پر سفر خدائے ایک مومن بات یہی فرماتی ہے کہ جب کسی قوم کو بڑی بیاہ کی جاتی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں رہتا کہ اس قوم کے موصوفہ لوگ بچے ہی ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی اکثریت ان صفات کی حامل ہے۔ جن میں بعض اپنے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہاں پر یہی چیز بتائی جا رہی ہے۔ کہ اگرچہ الی غالب کی اکثریت ایسی ہے۔ جو اپنی بہت دھرمی پر ڈٹتی ہوئی ہے۔ ایہم انہیں سے بعض لوگ بچے بھی ہیں۔ الشیئہم انہم انہم جنہیں ہم نے کتاب خدا کی ہے۔ بیش کوئی حق و نہ کوئی باطل اس کی قیامت کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ قیامت کرنے کا حق ہے۔ انہم انہم انہم یہاں پر لوگ ہیں جو حقیقت میں توحید اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر لوگ مابعد کتب مہدی پر صحیح سہول میں ایمان رکھیں گے۔ وہ نئی آخر میں ان کا انکار کیے کر سکتے ہیں۔ مگر ان کو خدا و انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔ اور حضور طرہ معلوم پر ایمان لائے گا۔ وہ قرآن پر بھی ایمان لائے گا۔ یہ مہدی کی مہدی کتاب میں سفر خدائی کی تہذیب کر دے گی۔ اور اس سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً ان تمام کتب مہدی پر ایمان رکھنے ہیں۔ مگر ان کتب قرآن پاک پر ایمان نہیں لائے۔ یہ وہاں فریاد کر لیں کہ کتاب مہدی کے ساتھ ہے یہاں نہیں ہیں۔ کچھ ایسی ہی سے بھی بچے ہیں جو کتب کو صحیح طور پر پڑھتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ایمان دار ہیں۔

سفر خدائی

قیامت کا حق خدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے احکام پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ جو شخص اپنی قیامت کو کرے۔ اس کے احکام کی پروا نہ کرے۔ اس کے احکام کو توڑ توڑ کر چلے کرے۔ اس کی خطا قبول کرے۔ جیسا کہ الی غالب کر سکتے تھے۔ تو بچے جس نے قیامت کا حق دلائل کی۔ قرآن پاک کی قیامت میں میری رسول کا فرما ہے کہ خدا کے حکم کی مدد میں آیت ہے۔

وَمَا أَفْضَلُ لَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ کہ میں نے تمہیں جہاں دلوں پر فضیلت دی، بنی اسرائیل پر انصاف اور ان کی فضیلت کا تذکرہ ہی دوسری تفصیل: چلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک مرتبہ چھ بار دہائی کر لی، مگر یہی بخیر کرنا، قرابت کرنا کی ایک میں مل کر تہہ نہایت گہرا کر گئی۔

قیامت کا
نقشہ

قرابت سے بنی اسرائیل! تم نہ سمجھو کہ اس خاتمہ پر ان کے اور قرابت ہی کی دیکھ کر جو بیٹھے رہنا ہو جادو کے۔ کہ انھوں نے کہا اَلَا بُشِّرْتُنِي الْفُتُورَ عَنْ فَتْرِ سَكِينَتِ اَسْ دَانِ سے خود میں دن کوئی کسی کے کچھ کہنا آئے گا، اس دن انسان کے بچہ کے ختم ذرائع خواہ وہ قوت کے ذریعے ہوں یا کمزوری کے سب نامہ ہو رہیں گے۔ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَ النَّاسِ اَلَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ اَنَّهُمْ سَوَاءٌ اَلَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ کہ وہ نہیں توہل یہاں ایک ہی خبر کے ہرے کوئی جان چھڑائی جا چکی ہے، مگر قیامت کے دن ہر مہر سے کوئی نہ توہل نہیں کی جائے گی۔ معرفت اس کی اپنی جان ہی قابلِ مروت ہوگی۔ فَرَدَّ اُولَئِكَ مَنَافِعَهُمْ اَلَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ کہ اس کی معرفت میں ہوگی، اس دن کوئی کسی بہشت کی سعادت ہی نہیں کہے گا۔ تبارہ منہ: ہر جہ سے کہ سعادت بنی آدم علیہ السلام قسب و ذرائع میں گرنے سے بچا میں گے۔ سعادت ہی تو ایماندار کی ہر جہ سے ہے اور وہ حق اللہ تعالیٰ کی جاہلست سے جس منہ: حق کے ذہن میں شیعہ بنی اسرائیل: توہل ہوا ہو اس کی خطا کوئی گناہ نہیں، اس سے اب بھی کچھ جا رہا ہے یہاں توہل کر رہا۔

قرابت جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہونے کا تو پھر وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَ النَّاسِ اَلَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ کی جائے گی، استاذ رب العزت کی عدالت میں ٹھیک ٹھیک بیٹھے ہوں گے۔ ان فیصلوں کو دیکھ کر کھڑکیں کی مدد کر رہے والی کئی بہت نہیں ہوگی، اگلی آیت میں قوت دہائی کی کہ جس سے شرف کر کے حضور علیہ السلام کی جنت میں آجائے گا یہاں سے ہے۔

تیسری دستوراً نیک اکثریوں کے جملہ کو دہرہ دہرا گیا۔ اس قدم کو بار بار توجہ دانی تھی۔ کہ وہ بہت دھرمی، خدا پر خدا کو رکھ کر کے حق کو قبول کر لیں۔ مگر لوگ اپنے باطل عقائد پر اٹھتے ہیں۔ صبرِ غیرِ آخر میں علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آخر کتاب قرآن پاک کا حکم کرتے ہوئے۔

قیامت کے متعلق بنی اسرائیل کا نظریہ درست نہیں ہے۔ غناحت کے متعلق نہ تو یہ غلط عقیدے بنا سکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ یہاں سے پہلے آگے دو رکعت صلوٰۃ علیہ السلام کی نوبت۔ آپ کی صداقت اور حقانیت کا ذکر ہے۔ آپ کی معرفت نازل ہونے والی کتاب اللہ کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حقہ حقیقت کے پہلے نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بھی آئے۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کے آخری امام ہیں۔ اور پھر اسی ختم میں کہ نہایت ملاحظہ اس کی باتیں اور اس کی شخصیت کا ذکر ہے۔ یہ مدنی دین کے آخری امام ہیں۔

یہاں سے لے کر کیس الیہ الذی انزلنا و جوہکف و قل العشرۃ فی الغریب تک قیامت پر لایا گیا کا ذکر ہے۔ اس کے بعد یہاں میں خدا علیہ السلام سے مدنی آئیں گے۔ لیکن یہاں طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور نوبت کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت سے کسی بڑا سال پہلے وہاں کی حقہ حقیقت پر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں رسول بھیجے۔ پھر آپ کی نوبت کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں پورے دوسے طرح انبیاء، جہم السلام کا ذکر بھی آئے گا۔

جنتوں کی طرف
و قیامت

جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں ان امتحانات کا بیان ہے۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا جہنم کو آباد کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ رَجُلًا مِّنْ عِظٍ مِّنْ عَصَاكَ اَنۡذَرْتَهُ اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنَ الْمُفۡسِدِۖ فَاَنصَحْتَهُۥ اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنَ الْمُتَّقِیۡنَ اَنۡذَرْتَهُ اَنۡ یَّكُوۡنَ مِنَ الْخٰسِرِیۡنَ اَنۡ یَّكُوۡنَ مِنَ الْمُفۡسِدِۖ فَاَنصَحْتَهُۥ اَنۡ یَّكُوۡنَ مِنَ الْمُتَّقِیۡنَ اَنۡذَرْتَهُ اَنۡ یَّكُوۡنَ مِنَ الْخٰسِرِیۡنَ اَنۡ یَّكُوۡنَ مِنَ الْمُفۡسِدِۖ فَاَنصَحْتَهُۥ اَنۡ یَّكُوۡنَ مِنَ الْمُتَّقِیۡنَ۔ اسی کے مقام پر آئے سَبَّحُوۡا ثَمۡنًا بِمَنۡحَرۡتِہٖۤ اَلۡحٰقۃُ۔ ہم نے چھائی کو بڑائی کے ساتھ لوگوں کا امتحان دیا کہ اسے کھل کر سامنے آجائے۔ حدیث شریف میں حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ ثَمَنًا بِمَنۡحَرۡتِہٖۤ اَلۡحٰقۃُ ہم کو ٹھیکوں کے نیچے آنا دیا گیا تو ہم نے

صبر کیا۔ سو جس وقت میں عرض کے ساتھ آئی گا یہی جو میرا ذکر ہے اگر جیسا کہ میں نے کہا تھا ہے۔
 یہاں پر احتمال پہنچا ہے کہ آئندہ تو وہ ہے۔ چنانچہ کسی کی اہلیت یا کہ ہر کسی کا علم :
 جو بڑا مشفقانہ قسم کر رہا ہے۔ وہ تو حضرت ابو یوسف علیہ السلام کی یہ سنائی سے پہلے ہی جانتا تھا کہ
 آپ کی حیثیت و قدر و منزلت کے ہی ہوں گے۔ اور اب جس قدر ہی آپ میں اوصاف پائے
 جاتے ہیں۔ وہ ائمہ حقانی ہی کے معادلہ ہوتے۔ تو ان بات میں تو حضرت ابو یوسف علیہ السلام
 کی کڑا نفس کا کیا مطلب ! حضرت کریم فرماتے ہیں کہ کہ آئندہ کسی کی خواہش و غایت یہ بھی ہوتی ہے
 کہ کسی کو آئندہ کسی میں ڈالی کر اس کی حیثیت کو دوسروں پر بھیج دیا جائے۔ امتحان پہنچنے والے کو
 تو علم ہو جائے کہ اس کی حیثیت کیسے ہو گا وہ جس قدر کہ اس سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ لہذا
 امتحان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس مقام پر حضرت ابو یوسف علیہ السلام کے امتحان کی یہ غرض
 غایت ہے۔ ائمہ حقانی قسم دینا۔ ان پر یہ حکم کرنا چاہتے تھے کہ جس جہتی کو میں نے اپنا خلیل
 منتخب کیا ہے۔ اس میں یہ کیا فرمایا ہے۔ میں کی بنا پر نہیں۔ مگر وہ معاملہ ہوا ہے۔ ان غرض
 ائمہ حقانی ایک ایک ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا امتحان سے ہے۔ لہذا چاہتے تھے
 ایک نیکو کار کو صاف کر دے۔ ہر حال یہاں پر حضرت ابو یوسف علیہ السلام کی آئندہ انہوں کا ذکر ہے۔
 حضرت ابو یوسف علیہ السلام والی کے ختم ہونے پر میں نے اپنے جہاد سے ساتھ ستر میل
 کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس زمانے میں اہل اخباروں کو کہ عظمت اور بڑا امتیاز ملک تھا۔ یہ خبر
 کلایوں کا پناہ تھی۔ ہرگز نہ اپنے کی دوست پر دے کہ اس کے حضور نہ سنا۔ اور تباہ و برباد ہو گیا
 اب اس کے ختم ہونے سے اس زمانے کی ہمسایہ سال کا حال کر نہیں بھلائی گھوڑوں میں تبدیل
 کر دیا ہے۔ یہ داخل اسی طرح کے کھنڈات ہیں۔ میں طرح چلتے ہائی بنیاد کے کھنڈات ہیں
 اسی طرح کے بعض مقامات سے تھیں پائے جاتے ہیں۔ جہاں کے کھنڈات سے پڑائی تھیں
 کے متعلق معلوم حاصل ہوتی ہیں۔ ہر حال حضرت ابو یوسف علیہ السلام کا اہل دولت اہل حقانیت کے
 اب کھنڈات ہی آتی۔ دیکھتے ہیں۔ جو خلیفہ زمانے میں یہ بہت بڑا خطرہ تھا۔ تنزیہ و تہنیک کو تھا۔

حضرت ابو یوسف علیہ السلام
 ۱۰۰۰ھ میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مختلف آزمائشوں کے سامنے یہاں پر کلیفٹ کا اعلا مسئلہ ہوا ہے
جو کہ صبح کا صید ہے۔ اہم یہ ہے، مفسرین کو ہم بہت سی آیتوں کا ذکر کر سکتے ہیں، آپ
کی آزمائش کا پتلا دروازہ وقت خرچ ہوتا ہے۔ جب آپ نے جوش و خروش سجدہ اور دعا
کے حوالہ دیا تو کیا قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں آپ کے جو دعائیں یہاں ہو سکتی ہیں۔ ان
کے مطابق سب سے پہلے آپ کی بیٹی والہ، قوم اور بادشاہ وقت کے ساتھ کلنگش بیوی عورت
نے آپ کو ان کی عمریں ہی شد بدایت سے نوازا تھا۔ دوسری جگہ آپ ہے۔ **وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ
ثُمَّ دُخَانًا فَهَمَّ بِهَا يَبْرأ إِلَى آلِهِ**۔ چنانچہ آپ نے اپنے حق کو نہ سول کو نہ کیا کہ آپ
فرار ہو کر گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے کفر و شرک کی خدمت سے نکلا خرچ کی، خاندان احمد اور
بادشاہ سب آپ کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تو سہولت تندرہ ہوا ہے تو لوگ جگہ جاتے ہیں جو
آپ کے ہاتھ سے مستحق میں مغرور نہ آئی۔ اور آپ بچاں ساڑ سال تک اپنے سول کے
ساتھ جیتے رہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے جہالت خاندان میں جاکر سول کو نہ دیا۔
آپ کے خلاف ایک عوامی آواز اٹھ اٹھا۔ سول سے کے کراہی تک خلاف تو پہلے ہی تھے
بہت نہیں بھینچ ہو گیا کہ ان کے جن کی قومیں ابراہیم علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔
بادشاہ قوم کے ساتھ تھا۔ **إِذَا فَعَصُوا أَمْرًا فَإِنِّي مُبَوِّدُهَا**۔ انصاف کو اہل حق میں ہا ہے
ممبروں کو انصاف چاہا گیا اس کی خانی صرف اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو آگ میں نذر ہو رہا ہے۔ چنانچہ جبکہ دعائیں یہاں ہو سکتی ہیں اس فصد پر عمل آد کے
پہلے بہت جاتی تھیں۔ یہ من جمیع کیا گیا ہے۔ ایک کھانی میں اچھی طرح جا کر تھننے کے
ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی کا تھننے کی صورت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی کی ہوتی ہے تو
انہوں نے انہوں نے بہت سے آیتوں کی کراہی میں خرچ ہو کر۔ کچھ اشتہار کی خوشی کی غم صفا کرانی
و غمست کہہ کر تھننے کی جگہ نہ تھننے کی ہے انہوں نے اسے ہاتھ کر قبول کرنا۔ حضرت نے فرمایا
أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ تَدْعُونَ إِيَّاهُ۔ وہ ایک داد گھین ہا ہے۔
کسی طرح سمجھتے ہیں کہ سول کو نہ سول میں سے نہیں کر دیا جائے۔ مگر انہوں نے

سے دو بار ہوا چار جب وہاں کے عالم حکم نے آپ کی بڑی حضرت سادہ لڑقبہ میں کرنا چاہا
مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت عدم رکھ۔ اس جابر حکم سے موت وصال۔

تیسرا نکتہ
بڑی چنگے
جوابی

مصر کے حاکم نے حضرت سادہ کو ایک لڑائی دی تھی مگر یہ وہ لڑائی نہیں تھی جس میں
وہ لڑائی کی حیثیت میں تھی۔ حضرت سادہ نے اجماع لڑائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لڑائی میں نہ
اس طرح وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بی بی کنی۔ شام و فلسطین کے قیام کے دوران حضرت
ابراہیم سے پھر یہ لڑائی جس کو انہوں نے امینیل (علیہ السلام) کہا گی۔ حضرت امینیل علیہ السلام جو شریعت
کی طرف سے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کیا۔ کہنے ابراہیم: اس چنگے اور اس کی بی بی کو اچھا کر دو۔ یہ وہی
داری خیر زنی۔ یہ میں نے خود آواز آپ نے علم کی تعمیل میں بڑی مرنے کو بھروسہ کیا۔ اور وہ وہاں حکومت
وہے مقام پر پہنچے۔ جو کہ اس وقت جب آپ اگیہ داری تھے۔ اس قسم قتل کے ساتھ کی کہ وہ
میں نہیں تھا۔ ایک منظر ہے میں خود سادہ کی کہ کہ کہیں یہ تھیں۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود
اور بڑی کے پاس مجھ ذکر کرتے آئے۔ یہ سات دفعت آپ سختے تھے ہیں اس کے بعد
حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہی جاتے اور پختہ بڑی چنگے کی ہر گھڑی کرتے۔ حضرت نے
اس بی بی داری میں دھرم بھی بہترین دانی کا انتظام فرمایا۔ پھر وہاں تو جو ہم قید کے لوگ
آباد ہو گئے۔ اور اس طرح وہ داری اور خیر آباد جگہ بستی میں تبدیل ہو گئی۔

چوتھا نکتہ
بیشہ کی قرآن

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک اور بڑی آزمائش آئی۔ جب حضرت امینیل
بارہ تیرہ سال کے ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ اس چنگے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں
قرآن کر دو۔ اس واقعہ کی تفصیل میں قرآن پاک کے مختلف مقامات پر آتی ہے۔ آپ کو اب وہاں
ایک آخر آپ نے اس کا ذکر چنگے سے کیا۔ بچہ بنا صادر تھا۔ اس نے جب دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ
کے علم کی تعمیل کریں۔ چنانچہ آپ اس کے لیے تیار ہو گئے۔ حق فرماتے کی گردن پر پھر بڑی۔
وہ تو اللہ تعالیٰ کی عمت تھی۔ کہ اس نے قرآنی فی سبیل کر لی اور پھر بھی صحیح سلاست نہ کیا۔
معرض اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جہنم والی اور وہاں پہنچنے سے منع کیا۔ آپ
اس آزمائش میں پہنچے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس ثابت قدمی پر جو انصاف سے کہے۔
ان کا ذکر بھی قرآن پاک میں آتا ہے۔

حکامِ قرآن کے امت سے امت سے درگوں کے گناہ بھی ہیں، جن میں حلال و حرام سے متعلق قرآنی احکام کی تشریح کی گئی ہے۔ سب سے پہلی تفسیر (امام ابو جعفر) نے کی ہے، چوتھی (امام ابن کثیر) نے چوتھی صدی ہجری ہے۔ اس کے بعد دہائیوں میں امام ابو جعفر نے تفسیر کی جو کہ آپ کا تفسیر، چوتھی صدی سے ہے۔ اور آپ کا اصل مکتبہ امام حسنؑ نے آپ علیؑ سے اپنے فرزند کے حضرت امام شافعیؒ کی احکامِ قرآن تفسیر ہے۔ اگرچہ انہوں نے خود یہ کتاب نہیں لکھی۔ مگر امام شافعیؒ نے ان کی کتابوں سے متعلق تفسیری زیادت کو منتخب کر کے علحدہ کتابی صورت میں ہے۔ آپ چوتھی صدی ہجری کے محدث اور امام ہیں۔ کثرتِ مروجہ کے بہت بڑے امام تھے۔ جن میں چوتھی صدی میں جوئے میں، انہوں نے بھی احکامِ قرآن کے نام سے کتاب تفسیر ہے، انہوں نے حلال و حرام کے مسائل کی بجائے قصوف پر زیادہ مسائل جمع کیے ہیں۔ موجودہ دور میں مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کو بھی احکامِ قرآن کی زیادت کا خیال یہ برا۔ آپ نے اپنے بعض شاگردوں اور پیروں کو اس کام کی تحلیلی کی ہے کہ، چنانچہ احکامِ قرآن کا ایک حصہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اور دوسرا مولانا ظفر محمد عثمانیؒ نے زیادت کا سرواں حصہ مولانا گولہ پوریس کاہنویؒ کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ایسی تفسیر ہیں، جن کی تحلیل نہیں ہو سکتی۔

مفتی محمد شفیع صاحب

سورہ میں امام ابو جعفر علیؑ نے اپنی کتاب احکامِ قرآن میں لکھا ہے: کہ سورۃ النجم کی آیت "وَأَنزَلْنَا جِبْرَائِيلَ بِالْقُرْآنِ عَلَى الْكَافِي" کا یہی مطلب ہے، کیا تم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر نہیں پہنچی۔ جنہوں نے پورا پورا ذکر کیا، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی نازل آیا، انہوں نے پورا کیا۔ اور اس طرح ہر کتاب میں پورا پورا ہے۔ آپ نے اپنا سارا مال ممالک میں مقربوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کیلئے کہ انہیں کیا کر سکتے تھے۔ جب تک کوئی مسلمان دنیا میں نہ رہا، آپ نے اپنے آپ کا مال میں نہ لے جانے کے وقت بھی خود میں ہمیشہ دیکھا اپنے قلب کا جیسا تھا، جس کے سامنے تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقت کر دیا، آپ ہر حق میں کلمہ پڑھتے

حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر علیہ السلام وہ سدا کے سنی ہیں کہ جب ان شخصوں میں کسی سب سے بڑا شخص تھا
 نے عرض کیا کہ تمام امت حضرت فرمایا: قَالَ رَفِيعُ بْنُ خَالِدٍ لَمَّا سَمِعَ رِوَايَةَ أَبِي بَكْرٍ فِي هَذِهِ الْأَمْرِ
 ام میں ہی پہنچا اپنے دلائلوں، امام وہ ہوتا ہے جس کی اقوال و افعال میں امت کی ہمت، اس
 کا حصے تمام دنیا و عیسٰی علیہ السلام اپنی اپنی امت کے امام ہوتے ہیں وَجَعَلَتْ مِنْهُمْ أَئِمَّةً
يُتَّبَعُونَ بِأَمْرِهِمْ جو ہمارے علم سے امت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر علیہ السلام ہیں
 کا ذکر فرما رہا ہے۔ وہ تو امت خلیفہ کے ہوتے ہوتے امام ہیں۔ آپ کا لقب ابو ابوبکر ہے۔
 آپ تمام بعد میں گئے دے، دنیا و عیسٰی علیہ السلام کے باپ اور جراحہ ہیں، عرض تمام امت کہ میں
 سے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں آپ کے لئے لوگوں کا امام بنی ہوں۔
 جب حضرت ابو بکر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کا اعلان کیا تو ان
 درخواست پیش کر دی۔ قَالَ كَيْفَ ذَرَيْتُكَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ میرا کیا کرے؟ جس طرح ان کے لئے حسب
 امت سے فرما ہے۔ کیا یہ سلسلہ میری اولاد میں ہی جاری رہے گا۔ کیا میری اولاد میں اس سلسلہ
 پر قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: مَنْ تَصِيبُ مَاتَ مَعَهُ ابلیسیاں کے لئے ہے۔ قَالَ
ذَرَيْتُكَ الْخَلِيفَةَ میری جگہ میرا یہ دوسرا خلیفہ کو نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ تمام اس
 قابل نہیں ہوتا کہ اسے منصب امت عطا کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندوں کے حصے
 میں آتے ہیں۔ اور یہاں پر حضرت ابو بکر علیہ السلام کو جبر عطا ہوا۔ وہ نبوت ہے۔ امت، امت
 حکمیں اور وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اسے چھیننے کے وقت کی سزا بھی کھڑی کر لی ہو تو وہ
 عدہ نبوت کا حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و عیسٰی علیہ السلام کو اس قدر پاک سمجھتا ہے۔
 دنیا و عیسٰی علیہ السلام کے علاوہ خلافت اور خلافت دے جو امام ہیں۔ اس میں سے بھی جو کافی
 غلام ہے۔ اس آیت کی دوسری کلمہ کہنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 امت کے اہل وہی لوگ ہیں جو اصل انصاف کو سر نہ رکھنے والے ہیں۔ کوئی بھی غلام ہونے والا
 کے وفاق نہیں ہے۔

تمام لوگوں پر

داگرست۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے
مخلوق تھی۔ گویا اس سانپ کی نیند تو وہاں سے شروع ہوئی ہے۔ مگر پہلے فیض حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی امت کو پیشوائی کا ذکر فرمایا ہے آپ پر اس نے دلی آزمائش کا ذکر کیا۔
اور پھر ان تمام حکمتوں میں آپ کی کامیابی کا بیان بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت مسلمہ میں
معاذ فرمائی۔ اُن کی خلیفہ بن جائے گا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے
مخلوق بھی دعا کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کسی عقیدہ میں نہیں رہیں گے بلکہ ان کے مشرب
ہونے کا وہ دھنوب امت کے اہل نہیں ہوں گے معلوم ہوا کہ امت میں سے جس کو آپ
کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک اور صالح ہوگا۔ وہ کفر و شرک کا نہ تائب اس
جور سے ٹھہرے گا۔

شیخ الاسلام کا
نقطہ استدلال

شیخ الاسلام نے اس آیت سے بہت خط استدلال کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت عمر فاروق کی خلافت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ صابانی و غزوہ اُش
امت کے اہل نہیں تھے۔ کیونکہ اندک کے پہلے حدود میں وہ کفر و شرک کے مروج ہوئے تھے۔
اور ایمان حدود میں نہ تھے۔ برخلاف اس کے حضرت علی فاروقی عمر سے ہی ایمان تھے۔ لہذا خلافت
کے اہل وہ تھے۔ شیخ حضرت نے یہ خط استدلال کیا ہے یہ درست ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور عمر فاروقی اور دیگر صحابہ کو نہایت اہل ایمان میں شمار کیا تھا۔ اسی طرح خالوین و دیگر صحابہ
یقیناً شیخونہ علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ حضرت عباسؑ حضرت عمرؑ حضرت علیؑ حضرت محمدؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وہابی اور حضرت عیسیٰؑ اور آپ کے دیگر چاروں درجہ کے سب اپنے اپنے نبوت کے نادر میں اسی
سوداگی کا حصہ تھے۔ جو مشرکین کو کہ سوداگی افسی ہوگی جو ان اللہ تعالیٰ ان کو کھڑا کرے گا۔
یہ اصحاب ایمان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور پہلے کفر و شرک پر مبنی بنا ہوا ہے۔
تائب ہو گئے۔ اس ضمن میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ اَلَا تَرٰی مِنْ اَلَدِّ نَیَبٌ لِّغَنٍّ
وَلَا نَیَبٌ لِّمَنَ اَنَّهُ سَے زَبْرَ کَرْنِے وَاَعْلَیٰ سِی طَرَحٌ یُّوْبَہُ تَہْجَہُ گویا کہ اس نے کوئی گناہ

کیا ہی نہیں۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے۔ كَوْنُوا قَوْمًا يَتَّقُونَ اور قَوْمًا يَتَّقُونَ اس کے بعد ان کے ساتھ نام گناہ مت جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے قسم صحیح ہو کر ختم اسلام کی دولت سے اقبال ہو کر سابقہ نام گناہوں سے باز رہنا ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کے بعد جو وہی پاکیزہ شرک کا لازم شکار قبیح حرکت ہے۔ اور مذکورہ آیت کے بعد سے خطائے مال ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریفین کا ذکر کیا ہے۔ فَرَادَ وَكَانَ يَحْفَتُ الْبَيْتَ حَتَّى يَكُونَ قَسْبًا وَامْتًا اس بات کو خیال میں رکھو جو ہم نے بیت اللہ شریفین کو لوگوں کے لیے مثالیہ میں الابناء بیت اللہ سے ملنا خدا کو ہے۔ اور مشاہدہ کے دیکھنے کے ہیں۔ پہلا معنی کوشنے کی جگہ ہے۔ ظاہر ہے کہ لوگوں میں بددلتے ہیں۔ لوگوں کا ذوق و طوق انیس دنیا کے کئے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و محبت کے لیے کھینچ لیج کر دیتا ہے۔ وہاں پر ایک سر تر پہنچ جاتے وہاں پر اب نہیں جاتا۔ جگہ کی فوق و دونوں اور پڑھ جاتا ہے۔ اور اس کی غرضی ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح وہ پھر وہیں پہنچ جائے۔ حَتَّى يَكُونَ كَأَنَّهُ يَخْنِي ہے۔ اور اس ضمن میں تعلیم بھی یہی دی گئی ہے کہ وہی الابناء دار کے وقت یہ دعا مانگے۔ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا آخری جملہ کو کجا کجا پھر بھی موقوفے کریں تیرے گھر کی برکت کروں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریفین کا قَسْبًا وَامْتًا یعنی دنیا بھر کے لیے محبت کا کوئی نیا ہے۔ اور ان کی غرضی میں اس کا ذکر کرتا ہے۔

حَتَّى يَكُونَ كَأَنَّهُ يَخْنِي اور اس کی غرضی ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ ان مقدس مقام پر جس قدر قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسری جگہ پر نہیں ملتا۔ اسی وجہ شریفین کی ہدایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرما ہوتا ہے۔ سَبَّحُوا یعنی تم میں ایک نماز پڑھتے اور اب دوسری جگہ پر ایک دو نماز کے قرب کے برابر ہوتا ہے۔ اور شخص بیت اللہ میں نہ کجا کجا میں ایک نماز لا کر آتا ہے۔ یہاں سے ہر نمازوں کا قرب پاتا ہے۔ ہر حال میں اس پر صحت ہدایت کے دوران میں بھی صحت کرنا ہوتا ہے اور قرب کی جگہ۔

اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے بیعت اللہ شریفیت کو اس دلی جگہ بنایا تھا جس پر وہ شخص اپنی کسی حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ اُسے آخرت کے طالب سے اس کی جانت ہے۔ اور ظہری طور پر بھی جو کوئی اس مقام کی حالت میں وہاں جاتا ہے اس کو پناہ حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ سب کو مستم پر فرمایا: مَنْ دَخَلَكَ كَانَتْ لَيْسًا

جہاں سے دم بہ خطہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محرم حرم میں داخل ہو جائے۔ تو اس کے خلاف تفسیری کا سد انی حرم میں ہی جاتا ہے۔ اُسے حرم سے باہر نکالا جائے گا۔ اور پھر وہ جاری کو دی جائے گی۔ بعض روایت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قافلہ بیابان محرم میں داخل ہو جائے تو اُسے وہاں کچھ دیکھو اس کا دائرہ پانی نہ کر دو۔ جب خبر دہا کر خود ہی حدود حرم سے باہر آئے تو اس پر مد جاری کو دی جائے۔ گویا یہ مقام ظہری طور پر بھی گوارہ دہاں ہے۔

مستحب بریم

بیعت اللہ شریفیت کے ضمن میں مقام بریم کا ذکر فرماتے ہیں فرمایا: وَاسْتَحْبَبْتُ وَأَمِنْتُ قَفْصَ وَرَاضِلَ جَدِّهِ مُحَمَّدٍؐ مَرَّ بِرَبِّهِمْ طَرِيقَ الْمَدِينَةِ كَعَثْرَةِ لَحْنَةٍ كِي جَلَّوْا
 خدا کی جگہ بناؤ۔ مقام بابا بریم سے مراد کوئی گروہ نہیں ہے۔ جہاں آپ خدا کو فریاد کرتے تھے مگر یہ وہ بہتر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابوالبریم علیہ السلام نے بیعت اللہ شریفیت کی تعمیر کی تھی آپ کے ہاں مہاجر کے شافعی اس بہتر ہے اب بھی موجود ہیں۔ یہی وہ بہتر ہے جس پر حضرت ابوالبریم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر حج کا احادیث کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا: وَأَذِّنْ بِرَفْعِ أَمْرِكَ بِالنَّجْدِ۔ اُسے ہر ایمان والوں میں اعلان کر دو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تفسیر ہو چکا ہے۔ اس کا حج کرنے کے لیے آؤ۔ تفسیر مذکور میں آتے ہیں کہ حضرت ابوالبریم علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! میری آواز کو کون سنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اشد کام اعلان کرنا ہے۔ میں اس آواز کو تمام نیکو انسان کی پشتوں پر پہنچاؤں گا۔ میں کی قسمت میں بیعت اللہ کا حج مستحب ہے۔ اہل کتب آپ کی آواز پہنچے گی۔ ہر سال حضور ابوالبریم وہ بہتر ہے جس کے متعلق فرمایا کہ اس کو خدا پڑھنے کی جگہ بناؤ۔

مذہب محمدؐ کی نصیحت کے واجب میں صرف شریعت میں آئے ہیں نہ کہ آپؐ نے ظاہر و باطن
کی ان کو دینیوں پر خاندان پر ملنے کا حکم دیا۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
قرآن مجید تو میں مختلف ہو راہیں رہے مفسرین (۱)۔

تمام اہل ایمان تقریباً چودہ اسی مربع میچ نماں ہوتے ہیں۔ خواہ جنت خلدین کے قریب
ہی تھیں کہ جنت کے وقت سے ہوتے ہیں۔ اور یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی دو چار سال پہلے کی بات
ظہر ہے کہ اس جہنم سے ہجرت کو تسلی نہ کر اس کے اوپر آؤں۔ یہ یہی جہنم اس سے
خود یہ ہے۔ کہ جہنم کے قریب وہاں میں نماز ادا کی جائے۔ چنانچہ ہر عورت کرنے والا عورت کے
جنت پہنچنے کے لئے جہنم کے قریب ہونا واجب ہے۔ اگر اس کے باطن
قریب جہنم دے تو نیچے گھسے ہیں تو جنت واجب الطوائف ادا کرے جاتے ہیں۔

اہل ایمان جو جہنم کے قریب ہوں ان کے لئے جنت واجب ہے۔ یہ کہ وہ اس سے
نہ کہ وہ اس سے جنت کے قریب ہیں۔ یہ حال اس تمام پر خاندان پر ملنے کی بات یہ وہ نصیحت ہے
پہلے یہ ہجرت کر کے جہنم سے پرکھ لو کہ ہوا۔

مگر خود وہ خواہش کے لئے تمام اہل ایمان جہنم سے اس تمام کے چھوڑنے کو چاہتا
ہے۔ اور اس تمام اہل ایمان شیشے کی ایک دیوار بن کر رہا ہے۔ اور اس کے اوپر جہنم کی
خود مصورت جانی لگا دی گئی ہے۔ اور اس طرح ان کی دوزخ حالت کا بندوبست کر دیا گیا ہے
نہ کہ اگر کسی طرح سے ایک خول کا حصہ بن چکے تو کہ وہ دوزخ و جہنم سے خلاص ہو سکے۔ خواہ وہ خود سے کہے
وہاں کے خراج سے خلاص نہ ہو۔ ان تمام کی بات یہ تمام اہل ایمان دوزخ سے تو نظر نہیں آتا۔

مگر وہاں کے قریب کہ جسے ہرگز نہیں تو خلاص نہ ہو سکتے۔ اگر اس پر نصرت
اہل ایمان علیہ السلام ہوں کہ کسی کو ادا دیں یہ ہوا۔ وہاں یہ جب جنت سے جہنم سے خلاص نہ ہو سکتے
ہیں۔ لہذا ہر عام اہل ایمان میں تو مفسرین تمام اہل ایمان اور بیت اللہ خلدین کے درمیان ہی چھٹے ہیں
مگر اہل ایمان میں جہنم جہنم جہنم ہے۔ یہ ہر عورت کرنے والوں کے درمیان میں آتا

پہلے حضرت ابوبکر علیہ السلام نے دھار پکڑا کر چوتھن ہتھ بھی دے دیا ہے۔ اب ہم حضرت علیؓ اور
عمرؓ کو ملنے لڑاؤں گا۔ ابابکرؓ کی پناہ کرو۔ اور چوتھی ہاتھ کرو۔ یہ دو تہنہ داندھنے گئے۔ آپؐ نے
دونوں میزوں کی بہت لڑائی۔ آپؐ نے پامائے کی قرینہ فرمائی ہے۔ مگر یہ حضورؐ میں لڑاؤ
وہم کے ہستے کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں ملتا۔ اب ہم ابابکرؓ کو لڑنے کا ذکر کرتے ہیں۔

ابو ابی حنیبلہؒ کی روایت میں آتا ہے کہ انیسویں گھنٹے ہو کر جب پہلے حضرت ابوبکرؓ اور
نئے ظہور کیا۔ اور دوسری کی روایت میں ہے کہ ممالوں کی خاطر مسیت پہلے آپؐ سے ان کی خبر
تیار کیا۔ یہ کھانا دو دو روایان کے مابین سے تیار کیا جاسکتا ہے۔ پچاسے ان پر سفر میں جیسے بادو کی
اور گھنٹہ دے ڈھٹے شوق سے تیار کرتے ہیں۔ اور ممالوں کی بھٹس کرتے ہیں۔ انہی لڑنے پر چیت
اسی طرح مساتھے کا طریقہ بھی حضرت ابوبکرؓ علیہ السلام سے جاری ہوا۔ جب کوئی شخص بہر سے
آتا آپؐ اس سے مل گئے۔

کہتے ہیں کہ بیت اللہؐ کے قریب حضرت ابوبکرؓ علیہ السلام جہنم کی چر گاؤں کی تلاش
میں کسی بھاڑ کے اندھک پہلے گئے۔ انہوں نے ایک منہم پر نہایت فن کی آواز مانی کہ انہوں نے
خروج و خروج سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اقد آپؐ نے فرمایا کہ ایک ضعیف
عمر شخص پہنے حال میں کہ ہے۔ آپؐ نے اس ہاتھ سے شخص سے دریافت کیا کہ تم کس کو رو کر رہے
ہو۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کو۔ آپؐ نے پوچھا خدا اللہ کس سے۔ اُس نے جواب دیا آسمان
پر ہے۔ فرمایا نہیں پوچھی وہی خدا ہے۔ پھر آپؐ نے پوچھا خدا اللہ کس سے۔ تو اُس نے
بیت اللہ شریفین کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے پوچھا خدا اللہ کس سے۔ اُس نے جواب دیا
خپے اسی خانہ میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ اللہ کا دیکھنے کی خواہش خدا کی تو
لڑے سے لے گا کہ وہاں جانا محال ہے۔ کیونکہ اُس سے میں گھری نہی پڑتی ہے۔ جیسے جو نہیں کیا
جاسکتا۔ حضرت ابوبکرؓ علیہ السلام نے کہا تم کہیں پہنچ جاتے ہو۔ اُس نے جواب دیا فرقہ ہوت

مسیت کا
پس نظر

لے زاد اللہ علیہ

لے زاد اللہ علیہ

لے زاد اللہ علیہ

لے زاد اللہ علیہ

وہ آپ کی چیز ہو ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ بیت اللہ شریف پر چار روز
ایکے میں دشمنیں نازل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ساٹھ طوفان کوٹنے والوں پر، چالیس دیگر عبادت
کرنے والوں پر اور بیس لاکھ لوگوں پر نازل ہوتی ہیں۔ ہم بیت اللہ شریف کی طرف دیکھتے ہیں۔
حضرت علیہ السلام نے فرمایا: اَلْطُّفَرُ اِلٰی مَكِّيَّةٍ جب اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف کی طرف دیکھتا
ہو عبادت ہے۔ ہزار طوفان کے دریا بہہ کر طرف نہیں دیکھتا چاہیے۔ بلکہ طوفان سے فضا ہل کر
نہایت فوقی و ثقی کر جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کی طرف دیکھنا چاہیے۔ صحیح روایت ہے آپؐ
کو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس وقت کے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے۔ یہ ہرگز
سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نوکر بنا دیا ہے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو سورج کی طرف ہر طرف
گردشی کرتا۔

طوفان کا
عبداللہ

فرشتہ آدمی میں آتے۔ بلکہ طوفان کی نیت سے گھر سے چلنے والے شخص ایسا ہے۔ جیسے
کہ وہ دینے رحمت میں چنا شروع کر دیتا ہے۔ جب مصلحت میں پہنچتا ہے۔ تو اگر رحمت کے
دریا میں غلطے نکلتے ہیں۔ اور جب طوفان شروع کرتا ہے۔ تو ہر قدم اٹھانے کے عمل سے
پانچویں کیلیں مل جاتی ہیں۔ اور جب قدم نیچے نکلتا ہے۔ تو ہر قدم کے جسے پانچویں گنا گناٹ جاتے
ہیں۔ اور جب وہ شخص طوفان سے غارت ہو کر ضام ہو جائے گا۔ تب۔ تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے
کہتے ہیں۔ کہ نے نہ ہے۔ باخبر سے سابقہ گناہ تو دخل گئے۔ اب آئندہ زندگی میں محتاط ہو۔ بھلا
ما کو اہم ہونے دو۔ اس سے بڑھ کر اچھی زندگی کا آغاز کرو۔

حرم پاک

حرم پاک کے تعلق حضور علیہ السلام کا رشتہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رحمت والا
خط بنایا ہے۔ کسی کے لیے اس میں لڑائی کرنا حلال نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے
شرابی ہو کسی کے عورت میرے لیے حرم میں لڑائی حلال ہوئی تھی۔ اس سے پہلے اس کے
بعد حرم شریف میں لڑائی قطعاً حرام ہے۔ یہ خطیہ شریف میرے لئے اس والا شرط ہے۔ چنانچہ میں پر

مہار کی اہمیت سے رشتہ شریف کی بنیادیں مضبوط تھے۔ بعض دوسری حدود میں 7۰
تھے کہ بیت اللہ شریف کی۔ ابتدائی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ مدت بعد حضرت
کی دوبارہ بیت میں آئے تھے کہ حضرت عیسیٰ مسیح سے دریافت کیا گیا۔ قرآن نے ارشاد فرمایا کہ تو میں پر
اللہ تعالیٰ کے اولین گھر کی تعمیر کا ذکر آیت ۱۰۷ اور ۱۰۸ میں ہے۔ قرآن نے اللہ تعالیٰ پر کبریا
مستحکم بنا کر رکھا ہے۔ اس بیت میں مناجات استعمال ہو سکتی ہے۔ مگر وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سب سے
پہلے تعمیر ہونے والا گھر بیت اللہ شریف ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور! اس کے بعد کوئی مائیکر تعمیر ہو۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا
بیت اللہ کی۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ اور بیت اللہ کی تعمیرات میں چالیس سال کا
وقت ہے۔ یہاں پر یہ شمالی پیرا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام
کے زمانہ میں اور بیت زید اور فرق ہے۔ یہ دونوں گھروں کی تعمیر میں صرف چالیس سال کے وقفہ
کا کیا مطلب؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس تعمیر سے ملاحضات ابراہیم اور حضرت داؤد علیہ السلام
والی تعمیرات مراد نہیں بلکہ ای دونوں گھروں کی اولین تعمیرات مراد ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے
بہنوں کا گھر چالیس سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا مضاف آیا۔ اس کے علاوہ
عمر بھی ان کی یاد ہے۔ جن میں بیت اللہ شریف کی عمارت ہو گئی۔ اور وہاں پر صرف
ایک میل سا باقی رہ گیا۔ عمارت سندھ ہو گئی۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور آیا۔ تو
اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا۔

قرآن پاک کے حوالہ کتب سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس عمارت کی
اولیں تعمیر نہیں تھی۔ کچھ عمارت اپنی اصل بنیادوں پر دوبارہ اضافی مادیاتی۔ چنانچہ اس وقت
عمارت کے کوئی نشانات باقی نہ تھے۔ صرف ایک ٹیلہ باقی تھا۔ کہ عمارت کی اصل بنیادوں
کی نشاندہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے دلی کا ایک ٹکڑا بھیجا جس نے اس اصل بنیاد پر سایہ کر کے اس
کا قیام کر دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر کے اور بیت مراد بیت کا اصل مقام ہے۔ چنانچہ

دوبارہ شریعت لائے۔ اتفاق سے حضرت امین علیہ السلام کو ہی موجود نہیں تھے، ان کی بڑی
 محبت تھی۔ آپ نے ان سے گھر کے حالات دریافت کئے۔ ان سے کہا کہ حضرت کے فضل،
 کرم سے گھر کے حالات بہت اچھے ہیں۔ میرا خاندان بھی بڑا چھوٹا ہے۔ ایک بہت بڑا بھائی
 تھا۔ اب۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے میں، ذوق بھی دفرمایا ہے حضرت امین علیہ السلام شادی کر سکتے ہیں
 مگر اوقات بھی بڑی بڑی ہیں۔ اس وقت سے حضرت بڑی محبت علیہ السلام سے سوانی سے
 منہ کی درخواست کی، تاکہ آپ کی غلو واضح کر سکے، مگر آپ نے کہا، کہ میں نے غلو نہیں ہے
 ہاں جب تمنا روا نہ آئے، تو اُسے بڑی پیغام دینا کہ تمنا سے بچوں کی پگھلت بہت اچھی ہے
 نے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں، آپ یہ پیغام سے کر چکے تھے۔ جب حضرت امین علیہ السلام
 گھر آپس آئے، تو بڑی غلو بن گیا۔ آپ نے فریاد میرے پاس لے لیا، یہ پیغام لے لے
 ہی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ گھر۔

یہ واقعہ بھی فقیری دور تو ہی موجود ہے، اب حضرت ابو یوسف بن اسمعیل نے قمری مرقہ
 ملاحظہ کرنے کا ارادہ کیا، تو اپنی بڑی حضرت مدنی سے ملے کر دیکھا کہ اس دور میں کچھ حوالہ ہاں
 خدوں گا، چنانچہ یہ ان دیکھ کا کہ ہے، کہ آپ کریت اللہ شریعت کی تحریر کا کچھ ہر دیکھ
 پہلے یہاں پر ہے، کہ غلو دیکھ کی اصل بنیادوں کی نشاندہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہاں کے
 ایک نسخہ کو، مرقہ کا، اس میں، اب بیٹے نے یہ اللہ شریعت کی تحریر کی حضرت
 ابو یوسف بن اسمعیل نے مقدم پر ایچہ پھر لے کر دیا، یہ نہیں ہو حضرت امین علیہ السلام آپ کے
 لیے گا، اور پھر لے لے ہے، اس میں حضرت ابو یوسف بن اسمعیل کی تحریر کے بعد جب یہ حالت لفظی
 لوگ کی قدر ہوگی تو حضرت ابانیم کہ حضرت امین علیہ السلام کے ہاتھوں دوبارہ تحریر ہوئی
 سکتے ہیں کہ یہ حالت، وہی تھا، وہیں شروع ہو کر دہائی لکھی تھی یا ایک دہائی یا تین لکھی تھی،
 یہ اللہ شریعت کی تحریر کو کہے بعد دوبارہ تحریر فقہی بن کر لکھ کے نہ لے لے
 ہوئی جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے چہ لکھ لے، حضرت علیہ السلام کے پہلے تیار کیا

تحریر کے وقت
 ۱۰۰۰

سے بڑی جلی پلے تخت اور پھر میں مسوہ نے آپ کے لیے دعا کی اور دعا کے پتے مجھے
 میں عرض کیا کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** لکھ کے پورہ دعا اور ہم دونوں کو پناہ دے
 دے۔ مگر بعد ازاں ہر حالت میں یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کی جگہ
 یہی دعا میں **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کی حالت میں تھے۔ اور جب وصیت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کو کہیں کر دیتی کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کی حالت میں یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کی حالت میں یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کہ یہ دعا پورہ ہو۔ اور یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کے ذریعے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 میں وہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 دعا کی ۔

حضرت ابو سعید مسوہ نے اپنے اپنے لئے دعا کی اور دعا کی ۔ اور
 چاہی کہ وہ دعا کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 میں سے ایک دعا کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 اور وقت حضرت ابو سعید مسوہ نے دعا کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 اور میں نے دعا کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کہ خدا کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 اہل بیت علیہم السلام کی دعا کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کا دعویٰ ہے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 کا دعویٰ ہے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 یہ دعویٰ ہے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 صحت فرمادے ۔

دعا کے اور دعا کہتے ہیں کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**
 دعا کہتے ہیں کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** اور **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا** کے ساتھ یہی دعا کہتے تھے کہ **اَوْفِیْئَا وَاجْعَلْکَ مُسْلِمًا**

آلِ

البقرة

دری چارہ دیکھ

آیت ۵۹

وَكُنَّا وَابِعَثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ الْمَكْرُومُ
الْحَكِيمُ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: "میں نے ہر گروہ پر دوکار: ان کے اندر سے میں سے ایک رسول بھی
جو ان پر تیری آیتیں قاری کرے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے، اور ان پر پاک

کرتے۔ یہ کتاب از خود دست اور حکمت والا ہے۔ ﴿۵۹﴾

جس وقت حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام فدائے نبی کی دہلیزی میں آئے تھے قرآن
میں وہ بھی لکھ دیے تھے۔ وہاں کے بعض تھے گزشتہ درس میں بیان ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے انھوں
نے عرض کیا کہ تُو نے ابھی بتایا تھا کہ میں نے ہر گروہ پر دوکار: ایک رسول اور ایک
مکرم (مکرم) یعنی ایک شخص جس سے دوسرے کی نیت اور اس کے گروہ کی حالت سے دونوں
بے غش و غبار ہوں۔ ہر گروہ کا ایک مکرم ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس شخص کی نیت اور اس کے گروہ
سے بے غش و غبار ہوں۔

وہاں کے دوسرے تھے کہ میں نے ابھی بتایا تھا کہ میں نے ہر گروہ پر دوکار:
ایک رسول اور ایک مکرم (مکرم) یعنی ایک شخص جس سے دوسرے کی نیت اور اس کے گروہ کی حالت سے دونوں
بے غش و غبار ہوں۔ ہر گروہ کا ایک مکرم ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس شخص کی نیت اور اس کے گروہ
سے بے غش و غبار ہوں۔

گو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ۲۱ سال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں سے امت مسلمہ
 بنائی، اور پھر ان میں سے اللہ تعالیٰ نے جس جگہ شریعت میں نہایت عظمت والا مقام عطا فرمایا۔
 یہ ایک عام سنت اللہ تعالیٰ ہے مگر عربی اپنی قوم میں سے جو سب سے بڑا ہے، قرآن پاک
 میں تمام اہل بیت کو ہم جمیہ اسلام کے مخلوق ایسا ہی مذکور ہے، شیخاؤ، سردار، صاحبِ میدان، سردارِ قوم
 قومِ عرب جمیہ حضرت علی اور عیسیٰ علیہما السلام کی قومیں، انہیں کہ عربی اپنی ہی قوم میں ہوا ہے کہیں
 ابھر سے نہیں آیا، چنانچہ نبی آخر الزمان علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی ہی قوم قریش میں
 سے بعثت فرمایا، ایسا ہی منطقی طور پر ضروری بھی ہے، کیونکہ اپنی ہی قوم میں سے ہونے کی وجہ
 سے نبی کے حقوق و اطوار کو ہر شخص جانتا اور پہچانتا ہے، اور ان کے حقوق کی بنیاد پر
 کی نصیبی کو رکھتا ہے، چنانچہ حضور علیہ السلام کی بعثت کی ساری جہت آپ کی اپنی قوم قریش کی
 جو عربی اپنی ہی قوم میں سے ہوئے۔ اس لیے وہ انہی میں سے چنی انسان بنے۔
 ہے کہ انہوں کی طرف سے بعثت ہونے والا نبی انہی ہی ہوگا، کسی غیر میں سے نہیں ہو سکتا، اگر
 ایسا ہو تو امت کو نبی کے اتباع میں سخت دشواری پیش آ سکتی ہے، یا بعض معاملات میں شکیانہ
 مانگیں بھی ہو سکتی ہیں، شیخاؤ کسی فرشتہ نبی کو انہوں کی طرف سے بعثت کیا جائے، قریش
 ہی مختلف ہوگی، نبی کو امت کے اور عقیدوں میں فرق ہوگا، ان کی حدود و احوال اور عادات و اخلاق
 میں فرق ہوگا، ان کی ضروریات مختلف ہوں گی، امتیازی کا اتباع کیسے ممکن ہوگا، اور پھر یہ بھی ہے
 کہ نبی کا اپنی قوم کی میں سے ہونا کوئی عار کی بات بھی نہیں ہے، جو خداوند تعالیٰ کی فریاد
 یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہوں نے جس قدر اللہ تعالیٰ انہوں کی طرف سے بعثت فرمائی، انہیں اللہ تعالیٰ نے
 وہ امت عطا فرمائی ہے، جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے بعثت فرمائی ہے، انہوں نے انہوں کی طرف سے
 اللہ تعالیٰ اس کام کے لیے جس امت کو منتخب فرماتے ہیں، اس پر وہی نازل فرماتے ہیں، انہوں
 کی امت کو جس قدر فرماتے ہیں، لوگوں نے خواہ کلام و عقل و ادب کیسے ہی کر لی کہ انہوں کے
 سے اس کی ضرورت ہوتی ہے، جاتی ہے، ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ انہوں نے انہوں کی

نبی کریم
 علیہ السلام

کی خلقت پر وہ اس کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو کہنا لایٰ خدائیٰ یٰکَسْرُ وَاَمْنٌ وَطَیْبٌ یٰسَیِّدُ
بطور کا حق سے یہ کہنے والا ہوں۔ اس کی تخلیق کی کوئی بات ہے نہ معلوم لوگوں نے یہ
کچھ بگڑا ہے کوئی کہتا ہے کہ اس سے بنی کہ تو میں برہمہ ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بنی ایک
عام انسان کی طرح نہیں ہوا جس میں ہر ٹیکہ و شامل ہو جائے۔ بگڑی کو تمام امت پر فضیلت
عادل ہوتی ہے۔ اور وہ معلوم ہوتا ہے۔ البتہ جہاں تک انسانیت یا بشریت کا تعلق ہے۔
قرآن پاک نے بار بار اس کی تصریح کی ہے قُلْ اِنَّمَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَاَنۡتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَللّٰہُ عَلٰی
خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ بشریت کو رہا ہے۔ دوسری جگہ آپ ہی کی زبان سے سکھایا
ہوئے کُنْتُ رَاۤہُ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ وَاَسْتَوٰۤی اَیُّہُ فَرَاہُ کَیۡفَہُ کُوۡنَہُ اَسَیۡہُ اَللّٰہُ عَلٰی
ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بول ہوں۔ میں ہم غیب میں نہ تھا کہ کل ہوں۔ نہ میرے قبضے میں
خزائے میں۔ نہ قادی فرشتوں پر ہی کہ میرے میں نہ ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بول اور
انسان ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء اکرام علیہم السلام بھی یہی کہتے تھے ہیں کہ میں بھی
قادی طرح انسان اور بشر ہوں۔ جس طرح تم کسی کی اور میری طرح میرے میں ہیں۔ آپ میں
جس طرح قادی نسل سے قادی وادوسے۔ اسی طرح میری بھی ہے۔ قادی بھی ضرور پست
نہاں ہیں اور میری بھی ہیں۔ باقی انسانوں پر پیشیت سے والی واردت یہاں صحت معجزہ
انبیاء علیہم السلام پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ تمام علمی اور فنی کمالات و حیات میں سب پر حاوی
ہوتی ہے۔ البتہ فرمایا کہ بنی کہ امت پر فضیلت ہے نہ فرقائی نہ جگہ پر ہی انہی ہوتی ہے۔
اور یہ بہت بڑی عزت و اکرام والی چیز ہے۔ جو اسے حاصل ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کام
کے لیے منتخب کرے۔ اس سے زیادہ فضیلت و انوار کوئی چیز نہیں عزیز کہ انبیاء اکرام علیہم السلام
میں انسان ہی ہوتے ہیں۔ مگر انسانیت میں ہی کہ وہ بہت بلند ہے۔ انسان کہنے میں ان کی
تو میں نہیں ہوتی۔ بلکہ انسان تو وہ ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت بخشی۔
اسی لیے تو فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا سُبْحٰۤنَہٗمۡ ہَمۡزَہٗ اَمۡہُہٗمۡ کَیۡفَہُ اَنۡہِیۡ اَنۡہِیۡ کَوۡمَہٗمۡ کَیۡفَہُ

کلی کوئی چیز
جس کی رائی
نہیں

امتی غواہ گت بھی نیک لکھ، صلیغ اور پاکیزہ ہیں، وہ مصوم نہیں ہوتا، چہ جائیکہ عام انسان تو
گنہگار ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف نبی پرستہ مصوم ہوتا ہے۔ اس صفت کے بغیر نبی، نبی
منیں ہو سکتا، اور اگر اس میں مصومیت صفوہ ہو تو اس کا اتباع ممکن نہیں لہذا اگر نبی ہوتی شخص
بھی نبی کی قرین نہیں کر سکتا، وہ اس مصوم ہے، اگر کوئی شخص نبی کے درجہ میں برابر کی کا طرح
کرتے تو وہ موسیٰ نہیں رہتا، بلکہ جیسے ہی مہاریوں نے نبی کو انسانیت کے دائرے سے
خارج کر کے توحید حق قرار دیا، اللہ کا خطاب بنے دیا۔ بھائی یا قریبانوں! وہ حقیدہ ہے
وَجَعَلْنَا الْكَافِرَ مِنْكُمْ جَبْهًا وَّخَبْرًا ۚ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ
اور مشرک ہو گئے، اللہ تعالیٰ تو خالق ہے، ہاں سب مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام
انسانوں کو حیات کے بطن سے یہ کیلپے، یہ اس کی کامل صفت کا مظہر ہے، اس کو خدا
کا جزو بنانا محنت ہے اولیٰ مرگشتی ہے، دنیا، جہنم، مسکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں، اس کو
اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی اضعیت محال ہے۔

خداوند قادر

قرآن پڑھتے ہیں، جب اس مسئلہ میں امتی میں سے ایک سوال بھی پیش کر
یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا جِئُوا فِرَاقَ رَبِّكُمْ فَتَدْرُسُوْا ۚ اِنَّ رَبَّكُمْ لَعَلِيْزٌ
ہے جو نبی پر نازل ہوتا ہے، چنانچہ بزرگمرد مسند نے عرض کیا کہ وہ دکریم امیٰ محمد مصطفیٰ
نبی کی محنت کی دعا کرتے ہیں اس کا پہلا فرض یہ ہو کہ وہ تیری آیتیں اُنی کر پڑھ کر نہ دے
اور منیں تیرے احکامات آگاہ کرے، کیونکہ نبی کیلئے اللہ تعالیٰ کا عام حکم ہے یٰۤاَيُّهَا
رَسُوْلُ اللهِ بَيِّنْ لِّنَّاسِ مَا كُنتَ تَدْعُ ۚ وَنَزَّلْنَا مِنْ قُرْآنِكَ رُحًیٰ ۚ اِنَّ رَبَّكَ لَعَلِيْزٌ
آپ پر نازل ہوا، آپ اسے آگے منت تک پہنچا دیں۔

خداوند کے دو مضمون ہوتے ہیں، اس کا پہلا مقصد احکام کو دوسروں تک پہنچانا
دوسروں کو تعلیم دینا ہوتا ہے، اور اس کا دوسرا مقصد خود اپنی بات کے لیے خداوند ہے
جس طرح ہم قرآن پاک کو حکیم امیٰ جو سننے کی وجہ سے آپ کے لیے پڑھتے ہیں، اور پھر یہ
ہمیں ہے کہ جس قدر بار بار خداوند کرتے کہ، تمہاری کتاب کا اعجاز ہو گا، خود حفظ قرآن کا عہد
یہ ہے کہ وہ کتاب جو بار بار پڑھی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی نیت میں اس کتاب میں آیت ۱۰۰ دہائی کے نزدیک حضور علیہ السلام کی ذات و اصناف پر نازل ہوئی تھیں۔ جب آپؐ اپنی ذات کوئی قرآن مجید سے ہم نظر نہیں کرتے اور کتابانی کسی سے بھی قرآن مجید سے ملنے سے غیب سے علم کرنے کو اس نیت سے کہ کوئی شخص پر خدا اور وہ ٹکڑے تھے۔ بعض اوقات آپؐ یہ مجلسیں بھی فرمایا کرتے اور اعلیٰ فرماتے کہ یہی اسی اللہ تعالیٰ کا یہ فرماں نازل ہوا ہے۔ بعض اوقات یہ بھی آتا کہ جمعہ میں قرآن مجید فرماتے اور آپؐ پر اسی کی کیفیت عطا فرمائی تھیں۔ آپؐ کا چہرہ غیر عادی اور عجیب تھا۔ یہ میرا آپؐ درخشاں فرماتے کہ وہی نازل ہوئی ہے۔ ہر آپؐ حضرت زینہ، حضرت علی، حضرت عثمان یا جو بھی کتاب میں جاتے تھے پھر یہ کہہ دیتے۔

پہلی بات فرمائی کہ وہ غیر انسانی رسول تیری نیت کی عبادت کرے۔ اس میں دوسری نیت یہ تھی کہ وہ یقیناً ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ وہ رسول اللہ کو کتاب کی تعلیم دے گا کسی کتاب کا صرف پڑھ کر سنا دینا اور چیز ہے۔ اس کی تعلیم دینا دوسری بات ہے۔ یہاں پر کتاب کی تعلیم کا ذکر ہے۔ اور علم محنت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ ہم کو اپنی فرمائش میں انشاء فیصلہ بالعلم علم خود کار حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ سیکھنے سے آتا ہے۔ اور جو لوگ خود کار سیکھتے ہیں۔ انہوں کی مدد حاصل نہیں کرتے۔ صرف کتاب میں پڑھ کر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ علم میں کچھ سیکھتے ہیں اور ان میں کچھ فرقہ ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ علم حاصل کرتے ہیں۔ ان میں کچھ حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت و کار ہوتی ہے۔ سب سے صالحین نے صوفی عمر میں جس قدر محنت کی ہے اس کا راجح تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اہم شاعری فرماتے ہیں کہ میں سولہ سال تک اس حالت میں رہا کہ ذات کو پیاس لگتی تھی اور ذات میرا ایک پیاسی لگتی تھی نہیں رہتا۔ اگر کہیں مطالعہ میں غفلت نہ آتا ہے۔ اگر خود کو جاری نہ لگتی تو مطالعہ اور مصروف رہتے کہ چالیس چالیس سال تک لوگوں نے اتنی بڑی بڑی محنت کی ہے۔ تب ہر کار حاصل ہو سکتی ہے۔

بہر حال تعلیم ایک اہم چیز ہے۔ اس کے بغیر انسان میں مکمل پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ

اس قسم کے نجات قبضہ کے ذریعے مل سکتے ہیں۔ کہیں کسی علم کو نہ مل کر ہو اسے کسی کی قربت
 پائی کرنی ہوتی ہے۔ جو کہ اُنار کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی محنت میں یہ بات
 بیان ہوئی ہے کہ بعض چیزیں نجات کے قبضے سے ہوتی ہیں۔ انہیں وہی تو کہے، تو
 آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کو آسانی سے کہنا ممکن نہیں ہوتا۔
 جیسے فرمایا: *لَا يَكُونُ رَسُوْلًا اِلَّا بِرُكْنٍ مِّنْ رُّسُلٍ مَّيْمَنَةٍ* اور *وَمِنْ رُّسُلٍ مَّيْمَنَةٍ*
 جس کے پہلے رسول کو ہدایت اور وہی حق ہے کہ صحیح۔ یہاں پر ہدایت اور وہی حق کو سمجھنے کے
 لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی کئی چیزیں ہیں جو ان کی قوس سے محسوس
 ہو جاتے۔ اس لیے فرماتے ہیں: *مَنْ رَأَى شَيْئًا مِنْ شَيْءٍ* مولیٰ علی جہ انہیں کتاب کی تعلیم ہے۔

علم کی تعلیم

حضرت ابیہم علیہ السلام کی تحریر دعا ہے: *وَلْيُفَضِّلْهُمُ الْكَلِمَاتُ وَالْجَمَلُ*
 ایدہ رسول صحت فرماتا کہ جبکہ علماء انہیں محنت کی تعلیم ملے۔ محنت کی تشریح میں
 مفسرین کرام کے ہست سے اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ محنت سے مراد اور قلوب یا
 باطنی اقوال کا ہوتا ہے۔ بعض دوسرے محنت فرماتے ہیں کہ محنت عقل کی ذیل اور دل کی
 بصیرت کا نام ہے۔ حضرت ام المکث فرماتے ہیں: *مَعْرِفَةُ الْغَيْبِ وَالْجَمَلُ فِيهِ*
فَوْضِيَّةٌ لِّلْهِ یعنی محنت کا نام ہے وہی کی معرفت اس کی کج اور اس کے اعتبار کا نام علم پر علم
 کی تحریر میں علم کی جاتی ہے۔ *مِنْ اَنْفَعِ الْفَيْلَسُفَةِ وَاقْصَدَ سُبْحَانَ* وہ ہے جس نے
 علم اور عقل میں عقلی عمل کو لڑا کر کا سمی ماہر بنی عقل ہے۔ خواہ وہ بنے عمل پر علم اور ہر گاہ جو
 علم اور عمل میں مادی ہو گا۔

بعض فرماتے ہیں کہ شریعت الہیہ میں عقلی صفتیں اور وہی کے جتنے احکام ہیں وہی
 کہ بچانے کا نام محنت ہے۔ حق اور باطل کے درمیان امتیاز کو بھی محنت کہتا ہے۔
 اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محنت کو بھی محنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس نے کئے

۱۰۔ اس کی صفات کو یہاں سے کہہ اور سمجھ جائے گا کہ یہ شخص کچھ ہے، یہ ہم نام فہم صحت میں
 حرکت، لغتوں، کتب کو، چنے کی باتوں کو کہتے ہیں، ایسے باتیں نکال دیتے ہیں، اس کی صفات
 اور ان کے اثر و تاثر پر کہتے ہیں، ان کے خواص پر کہتے ہیں، اس میں منہ کی مثل ہے، اور حضور
 بنی کر واصل ہوا، عیدِ کسم نے یہ تمام باتیں لکھ دی ہیں اس میں فرمایا **وَيُحْيِيَهُمْ لَيْسَ كِتَابٌ
 وَحْيٌ كُتِبَ فِيهِ** اور ہر دوں جو ان کو کتاب اور حرکت کی تعلیم دیتا ہے۔

۱۱۔ ایک اور خاص بات یہ کہ **وَيُحْيِيَهُمْ** اور ان کو پاک کر دے، یہ مفروضہ قدس میں معافی
 کامل ہے، پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ ان سے تمام بد افعال، قدس ہو جائیں، اور تمام فضائل
 ان میں پیدا ہو جائیں، ان کی ہر بات، ہر فعل، ہر لفظ، ہر کلام، ہر عمل، ہر حرکت، ہر چیز پر
 ان کی ہر چیز پر ہر ایک پاکیزگی، طلب و مقصود ہے، ہر ایک ایسی حرکت ہے، ہر ایک ایسا عمل
 جیسا اسلام میں موقع پر بہت کمال اگر کسی قوم میں فرزندِ نفع اور سعادت، تزکیہ کے بغیر
 نہیں آسکتی، انہوں نے مسیح مسیح کے لیے تزکیہ کی دعا کی، اور ہر آپ کی ان کا غرض بھی کچھ
 حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین فیاض کی بہت مثال تھی، ان کی خواہش، بہت
 اور بہت دوسری سب کچھ میں ہے، مگر اس تزکیہ کی بدولت یکے یکے جیل اللہ کو گریہ کرنا
 جنہوں نے جن میں دوسری چیزیں بھی پڑوائی کر دی، ایک دوسٹر مقام پر تزکیہ کو یوں بیان فرمایا
نَحْنُ ذُرِّيَّةُ مَنْ لَا نَمْلِكُ لِنَفْسٍ شَيْئًا ان کے ہاں میں سے نہ کہ ان کا حصول کر میں **فَنُظْهِرُهُمْ
 وَنُزَكِّيَهُمْ** وہ ظہری اور باطنی ہر دو پہلوؤں سے پاک ہو جائیں گے، غرض یہ کہ تزکیہ سے ہر
 ظہری پاکیزگی بھی ہے، اور باطنی پاکیزگی بھی ہے، ایسے فریاد سے **اَشْرَأُ** ان میں یہ
 وصول بھی جو حیرتی ایسا نہ ہو کہ نہ کہ انہیں کتاب و حرکت کی تعلیم سے اور ان کا تزکیہ کر کے

حضرت ہر ایک علیہ السلام کی دعا کا آخری حصہ تزکیہ خصوصی ایسا کہ حال ہے، ایسے
 اس کو دعا کے آخر میں بیان کیا گیا ہے، ہر گاہ وہی کی ہیئت حصول تزکیہ کا ایک ذریعہ ہے
 جو کہ حضرت علیؑ سے چلا آیا ہے، ہر گاہ وہی مرد کو وسیعہ بتاتے ہیں، عبادت و ریاضت کا لہجہ
 لکھتے ہیں، اور غریبی پر ہر گاہ بتاتے ہیں، اگر مرد یا عورتوں سے پاک ہو جائے اور اس میں
 غریبیاں، مگر ہو جائیں، شراعت پر ہر گاہ بتاتے ہیں، اگر مرد یا عورتوں سے پاک ہو جائے اور اس میں

رہی چیری کر رہ گئی ہے۔ خالق خا جو، بے غدار، بڑا اور کھٹے پاسے دے لگی نہیں ہیں۔ اور
 جلا سے بیعت کے لئے ہیں۔ نہ پیر کا حکم الہی کا علم ہے۔ نہ مرد کے پتے کھڑے آتے۔
 میں چند دھوم ادا کر کے چیری مری کے بند میں بند ہو گئے۔ نہ پیر نے قریش کی اصلاح و
 محرم کی تیز لکھائی تو توڑ کر کیسے ہو گا۔ جلا کو اللہ تعالیٰ کے نبی نے ہی لوگوں سے بیعت لی تھی۔
 اُس کا کوئی مستند تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نبی عبدالمصم کو ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں سے
 اس شرط پر بیعت ہیں کہ کفر و شرک کا رعب نہیں کریں گے۔ لگاتار کی باتوں سے ہر پیر کو بچے
 بھڑکی نہیں کریں گے۔ بدکاری نہیں کریں گے۔ کسی پرستان نہیں دے دیں گے وغیرہ وغیرہ۔
 قرآن اگر ان شرط کے مطابق نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے بیعت کریں۔ قرآن کی بیعت میں اللہ جل جلالہ
 کو یاد دلا دیں ان سے بیعت نہ لیں۔ مگر آج حالت یہ ہو چکی ہے کہ بیعت بھی ہو رہی ہے۔ اور
 کفر و شرک و جہالت کی بھی فراوانی ہے۔ کوئی پیر مرہ سے جیس پرینا لگا کر بیٹے ہو۔ قبریں بچی
 ہیں۔ ہی ہیں۔ گنبد تعمیر ہو رہے ہیں۔ ان پر قرآن ہو رہی ہے۔ لگاتار لگاتار جاتے ہیں۔ قبروں پر
 چادریں چڑھتی ہیں۔ کھدے ہوئے ہیں۔ بتائیں اب ترکیہ کا اس سے آگے گا۔ بنگالی و برہمن
 ان باتوں کا علم نہیں و اقلہ انہوں نے تو اپنے لیے جھڑپ بھی پسند کر لیا۔ اس دنیا کی پوری
 زندگی مسافر کی طرح گزار دی۔ مگر آج ان کی قبروں پر عالیشان گنبد بنائے جاتے ہیں۔ دھنوں
 نپٹے خرچ کیے جاتے ہیں۔ جی ہندگوں کی تعلیم و علمی کمزور کے لیے سونا اور بہتر علم ہے۔ ان
 قبروں پر سونے کے دودھ سے اور شمع کی چادریں چڑھائی جا رہی ہیں۔ کیا وہ زندگ ان عزت
 سے بڑھ نہیں ہوئے ہو گئے۔ وہ کوساری عمر ایمان کی دولت شیعہ بنے۔ کفر و شرک سے
 بیزاری کا اعلان کرتے تھے۔ مگر ایمان کے بعد کیا کر رہے ہیں۔ غرضیکہ پیر کا ایک فریضہ
 بھی رہا ہے کہ وہ لوگوں کا ترکیہ کرنا ہے۔

حضرت عبدالمصم کے پاس ایک شخص آیا۔ حضور! میں نے فغان بکھرا، جانور فریاد کرنے
 کی مشق لی ہے۔ کیا کسی پر داکروں۔ آپ نے پوچھا۔ اُس جگہ کبھی کوئی میت تو نہیں تھا۔ یا
 کسی نائے میں دبا کر لی جہنگ تو نہیں بیٹھا تھا۔ لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے پوچھا
 پر جانور فریاد کرنے کی عادت تھی۔ آپ کا منہ نہ تھا۔ کہ یہ نہ ہو کہ نہ عادت

یہ وہاں کرنی تھاں ہوس کی پہا ہوتی ہو۔ کوئی بڑا گے کسی دفعہ کے پہنچے جیڑی۔ اور دوست کی پہا ہوئے ٹی۔ آپ نے اس قدر احتیاط فرمایا۔

انفرد! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انجیل علیہ السلام نے دعا کی کہ اسے خدائے
کی تعریف فرمائی۔ **فَاَنشَأَ الْفَصْفَصَ فَاَتْلُوهُ** کہہ کر یہ قرآنی کمال قدرت کا
دکھ ہے۔ مزاج کا معنی غالب ہے۔ یعنی مزاج پر تیزی غلبہ ہے۔ اور حکم سے مراد کمال ملکوت
کا ایک بھی قرآنی ہے۔ تیرے سب سے ملکوت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔ ہمدانی دعا کو
قبول فرماؤ۔ امت مسلمہ قائم کرو اور پھر ان میں عیادت و مولد بھیج جو تیری رحمت پر ہے۔ انہیں
کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

کتاب و سنت کی تعلیم سے لوہی کا اثر کیا کرے۔

تسویح : اور نہیں اور عزت اور ایم و علیہ السلام کی حالت سے طورہ فخریہ

سے اپنے نفس کی برکات بنادے اور ہر شخص کو جسے یہ چاہو اس پر احسان کر دینا چاہیے۔

۵۔ بیٹے کے لئے قرآن مجید

ہر جہاں تو اس نے کہیں تو فریاد نہ رہا۔ ہر جہاں ہر پتہ پہنچا۔ (۱۰) اور ہر جہاں

روحانی اعجاز نے اپنے مٹوں کو اس وقت بڑا ٹمٹمے کی حیثیت کی جو مغرب و ممالک

نے بھی۔ اور کہتے ہیں: "مگر اللہ تعالیٰ نے قلم سے بے روی کر چڑھ گیا ہے۔"

تہذیب و انکسارت کی قوم فرخندہ بنی کرتے دے: ۵۰ کیونکہ

نئے حب مجھ کو رہا ہے کہ موت آنی قریب نہیں ہے اپنے ہمنوں سے

کا تھا، تم میرے بعد کسی کی عہدت کرو گے، تو انہوں نے کہا کہ ہر عہدت کریگے

تیرے محبوب کی عورت میرے آباؤ اجداد پر بھیجا، تحصیل اور انجی (میں میرے لئے)

سے ایک ایسی روشنی نکلے گی جس سے تمام گہری کھلیات روشن ہو گئے۔ یہ یہاں تک کہ انہوں کی گہری نظر آ رہی ہیں اس حدیث کی ترجمانی صرف اطفال میں حال آئے اپنی طویل نظم مدح و احترام میں خوب کی ہے۔

جوئی پہلوئے آفتاب سے ہوا دعا کے خسیل و فوہ میس

جہاں تک حضرت جی علیہ السلام کی ذات کا تعلق ہے، قرآن پاک نے اس کو بھی واضح کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا، کہ میں تمہاری طرف رسول بھیج رہا ہوں میں اپنے سے پہلے کتاب قرآن کی تصدیق کرنے والا ہوں: "وَمَا يَشْعُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمْ الْبَقْعَةُ الْأَخْضَرَةُ" اور اپنے بعد آئے واسے رسول کی بشارت دینے والا ہوں۔ جن کا نام ہی اور اسم گرامی احمد ہو گا، جو اپنی سرسراہٹ زبان میں صمد کہہ دیتا ہے جس کا معنی دنیا بھر کا تعریف کیا ہوا۔

شاعری میں مولانا اطفال جی علیہ السلام کی اپنی ہی، عادت کے شاعر تھے اور محرم و نجس میں حضرت مولانا شاہ علی صاحب کے شاعر تھے۔ حضرت کی مجلس نادری میں آپ نے یہ نظم تھے جو اس جلسے کی وجہ سے بنی تھی کہ جادو نہ دیکھ سکے، آپ کا شمار قوی شاعروں میں ہوتا ہے۔ آپ نے صمد کے عہدے و ذوال کی دستان نہایت ناز و ناز میں غلو کی صحت میں پیش کی ہے۔ حق کی لوگ پیدا و توانی کرتے ہیں، حضور علیہ صمد کی دعا کے ہم پر کھڑے اور شر کے کلمات کہہ جاتے ہیں۔ ایسی تمام خفوں کے مقابلے میں مولانا جی: "ہاں ایک ہی شعر کافی ہے، ہمیشہ کے شعراء کو ایک شعر میں کامل طرح سے سمجھ کر حضور علیہ صمد کی تعریف کی ہے۔

تفسیر معالم السنن میں شیخ ذوال اس طرے بیان کیا گیا ہے، کہ یہودی علماء میں سے حضرت عبد مشرہ صمد کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی، آپ کے جانی کے لوہے بھی صاحب علم تھے، آپ نے ان سے کہا کہ تم بھی طرے جانتے ہو کہ گزشتہ میں یہ یہاں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں اپنی اسرار علیہ صمد اپنی خفیل میں ایک نئی صحت کو رکھا۔

حضرت ذوال

یہودی اور نصاریٰ دونوں ملعون گرد ہیں۔

برہمنی کی شریعت منقسم ہوتی ہے۔ شریعت میں مسائل کی جزئیات ہوتی ہیں جو مکمل و
 زہد کی مناسبت سے ہوتی رہتی ہیں۔ اسی لیے فرمایا: اِنْكَ جَعَلْتَ اَوْ لَمْ تَجْعَلْ
 ہم نے برہمن کے لیے بنایا یا نہیں بنائی ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد فرمائی ہے عَنْ
عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ اَوْ لَمْ يَخْلُقْ وَ يَخْلُقْ وَاحِدًا ہم انبیاء جیسے انسان کو گروہ دینی جانی
 ہیں مگر جہاں وہی ایک ہی ہے۔ حق تعالیٰ وہ ہوتے ہیں جن کا ہر ایک ہر دور میں مختلف
 ہوں حضور علیہ السلام نے اس مثال سے یہ بات کہانی کہ وہی ایک بنیادی چیز ہے جو کہ غیر تغیر
 پذیر ہے۔ مگر شریعت میں ہر بات مختلف زمانوں میں ہوتی رہتی ہے۔ جیسے عدل و حرام کے مسائل
 ہیں۔ حضرت یسوع علیہ السلام کی شریعت میں دو ٹکے نہیں بلکہ وقت ایک سو کے فرق میں
 آگئی تھیں۔ ہماری شریعت میں یہ تھا کہ ہے۔ ان کی شریعت میں اونٹ کا گوشت کھانا جائز
 نہیں تھا۔ مگر ہماری شریعت میں جائز ہے۔ مقصد یہ کہ شریعت ایک تغیر پذیر چیز ہے۔ وقت
 کے بدلے بدلے اصول مشترک ہوتے ہیں۔ اور وہی بالکل غیر تغیر پذیر ہے۔ ہمیشہ قائم و ثابت
 وقت و جگہ کے تکرار کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان
 پر تعریف بیان فرمائی ہے۔ وَلَقَدْ اِسْتَكْبَحْنَاهُ فِي السَّمَاءِ۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام
 کو دنیا میں عزت و رسالت اور امت و پیشوائی کے لیے منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ
 کو دنیا میں درجہ کامل تک پہنچایا اور آپ کو عزت اور شرف عطا کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ برگزیدہ انسان تھے وَلَقَدْ اَفْلَحْنَا فِي الْاَنْجُسِ وَالْجَنِّ الْعَالِيَةِ۔ اور
 آخرت میں وہ نیکو کاروں میں شمار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت میں درجہ امت
 میں بڑائی عطا فرمائی۔ انسان کے طریقے سے ان کو ان کے لئے داد و محبت کے برابر کیا ہو سکتا ہے۔
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عزت و امت جیسے منصب جلیل و عظیم ہونے کی وجہ سے کہ
وَلَقَدْ اَنزَلْنَاهُ آسِيفًا۔ جب ان کے رب نے ان سے کہہ کر فرمایا کہ یہاں تو آگ آگ

حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کا ترجمہ دینی

حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کی تفسیر دینی

کا ارشاد کرنا ہے۔ عَنْ فَدَّتْ عَلَیْكَ وَفَتْتَ لَكَ فِیْهِ جَمْعُ غُلُظٍ مِّنْ غُلُظٍ پرمٹے گا۔ اگلی پر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ لہذا قدری موت دینی حق پرانی چاہیے۔ تاکہ روزِ محشر یہی دہی سے کر اٹھو۔

یہودیوں کے لڑکے محرم میں اس وصیت کے ضمن میں حضرت علی علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ کہ انہوں نے بھی اپنی اولاد کو ایسی ہی وصیت کی تھی۔ جب ان کا وقت ہوا، پہنچا تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہہ دیں تم کو اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں، جس کی صفات یہ ہیں، جہم، قیوم اور عزت ہے۔ اور جو آسمانی درجوں کے درجوں میں ہر چیز کا خالق ہے۔ تم اگلی خدا کا عزت رکھنا اور کسی کی عبادت کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی وقتِ آخر اپنے بیٹوں کو پاس بلا کر کہا۔ بچے خدا سے کہ تم میں سے کوئی بت پرستی اور شرک کی طرف میلان رکھتا ہے۔ تو بیٹوں نے جواب دیا۔ میں نے اس پر عمل کرنے سے منع کیا ہے۔ ہاں خدا ہی سے جو نسخہ سیکھتا ہے۔ اور میں طرح ایک خدا تعالیٰ پر تیرا ایمان ہے۔ اسی طرح ایک خدا پر ہمارا بھی ایمان ہے۔ ہر حال یہ حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا ذکر تھا۔ جو اس آیت میں بیان ہوا۔

اگلی آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا بطور خاص ذکر فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کو یاد دلائی کرنا تھا۔ یہی ہے کہ تبارِ آدمی باطل ہے کہ تم ابراہیم، اسمعیل، اسحق اور یعقوب علیہم السلام کو اپنے واسطے ہو۔ انہوں نے یہودیت یا نصاریت کی تعلیم نہیں دی تھی۔ ان کی تعلیم تو واضح طور پر گویا یہ تھی۔ فرمایا اس واقعہ کو یاد کرو وَخَرَجْتُ مِّنْ بَيْتِ
إِبْرَہِیْمَ حَتَّىٰ یُفَصِّلَ لَیْلِ
الْعَقَبِ کیا تم اس وقت کو جانتے۔ جب یعقوب علیہ السلام کے پاس موت آئی۔ وَلَقَدْ قَالَ لَبَسَ نِسْیَہِمْ مَّا تَلْبَسُہُ وَلَمَّا تَلَمَّذُوا فَیُفَصِّلُ لَیْلِ الْعَقَبِ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا، تم میرے بعد کسی کی عبادت کرو گے یہودیوں کی عبادت میں یہی ہو جو ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا بچے تم سے کہ تم میں کوئی شرک کی طرف میلان

دیکھتے ہو تو قریش نے ایک نواز جواب دیا فَاَلَا كُنْتُمْ اَنْتُمْ جَاهِلًا ہم تم سے مجبور کی عبادت کریں گے قَالَ اَبَايَاكُمُ اور تمہارے آباؤ اجداد ایسا جسو واسمعیلین ذوالشعر ہریم اسمعیل اور انھن علیہ السلام کے مجبور کی عبادت کریں گے اِنْهَذَا جَدُّا جَعَلَا یہ مجبور ہے ہم صورت نمی کی عبادت کریں گے وَقَدْ خَلَقْنَا فَرَسًا مِّنْ سَمُوتٍ اور ہم صورت نمی کی فراخیزداری کرتے ہیں یہ سب باتیں حضرت عروبہ علیہ السلام کے دم واپسین کے وقت کی ہیں۔ چنانچہ مولود کو دیں آرمینا وقت ہر ایک پر کہ بندہ نبی کی تعین فرما جتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان تمام واقعات کے پیش نظر یہود و نصاریٰ کے بے قوت ہر ایک سے انحراف کی کوئی گمانش نہیں۔ مگر ان میں مذہبی انصاف کا اور مروجہ و مورد تعصب کی چونک اندک کر رکھیں تو انہیں حضور علیہ السلام پر یہاں فنا ہو گا کہ جو عذاب ہی قہر ہر ایک کے پہنچے ہر وہ کارہ پہنچے یا پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے اس دوسے کی تردید فرمائی ہے کہ وہ وقت ہر ایک پر ہیں۔ اُس کے سورۃ آل عمران میں نے کہا کہ نے بنی اسرائیل! اگر تمہارا دھونس یہ ہے کہ تم حضرت ہریم علیہ السلام کے طریقے پر ہر قریشی کو ان میں داخل و علم پر ایمان و نافرمانے گا۔ آپ کے پیغمبر ابراہیم باطل ہیں۔ حضرت ہریم علیہ السلام کی طرف تھکری صحابی نسبت کچھ ضعیف نہ ہوگی۔

اسی سبیل قصہ پیغمبروں حضرت ہریم اسمعیل اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد کی ترقی پر پختگی کے بعد فرمایا وَقَدْ خَلَقْنَا فَرَسًا مِّنْ سَمُوتٍ ہم تم سے مجبور کی عبادت کریں گے۔ مگر وہ دین ترقی پر قائم ہی تھا کہ کتب میں کے بے سے جو کچھ جنوں نے کہا۔ یعنی ان کے عقیدہ اور اعمال و افعال کا جو ان کو ہے گا وَلَا تَخْشَوْا كِتَابَنَا اور تمہارے سے وہ ہر کار جو تم کو اُس کے مگر تم ہی ان کے طریقے پر چلتے ہوئے دین امور اور قہر ہر ایک کا دس قدم لو گے۔ تو وہ لوگوں کو کہے اور اگر ہی خدا اور خدا پر قائم ہے۔ تو قوت ہر ایک سے خالی غری نسبت کچھ کام دے گی اور قہر سے خدا کے مطابق ہی قہر ہر ایک دیا جسے گا اسمعیل ان سے بڑی عمرہ مثال دی ہے کہنے میں کہ اگر یہاں ہو گا یا یہاں ہو گا۔ آپ کھائی سے تو چھٹے کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس کی جھگڑا یہاں سے رفع نہیں ہو گا۔

ہریم علیہ السلام
بے

جب تک وہ خود نہیں کھائے پئے گا۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کے ایذا کا وہی مقام
 پر قائم ہونا انہیں کچھ فائدہ نہیں ملے گا۔ جب تک یہ خود ہٹ و عمری چھوڑ کر قنوتِ ہرابی کی
 نوافل نہیں پڑھتا تو تَشْتَلُونَ حَقًّا کا نوا يُضِلُّوكُمْ تم سے یہ نہیں پرچھا جائے گا
 کہ تمہارے ایذا کا وہی کیا تھا۔ وہ کیا کرتے تھے، بلکہ تمہیں خدا کی جمیع نعمتوں پر ہر روز
 کراہی ہوگی۔ تمہارے اعمال کی باز پرس تمہیں سے ہوگی۔

فرید جہان نالی کہ کہیں پر بھی ایسا ہی ہے وَمَا أَتَيْنَا مَوْسَىٰ وَهَارُونَ جو موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو خطا کی گئیں۔ یعنی قرآن اور انجیل وَمَا أَتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ اور ابراہیم اور اسماعیل کے لئے جو دیگر انبیاء اکرم علیہم السلام کہ ان کے رب کی طرف سے ہی گمنی و غیبی کی ایک قہر و کبریا کی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی انسان پر جس وقت اور جگہ چاہے نہیں کے اس کے مجھاس ہے۔ سب پر ایسا ہی قائم ہے۔

ابن ابی مہکم کی روایت میں آتا ہے۔ کہ حسن بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس تک ایمان لانے کا حقیق ہے۔ تم زہر الزماۃ اور انجیل پر ایمان۔ کہو مَنْ يَرْثُ قَوْلَ سَلَمَةَ الْفَرَقِ عمل کرنے کے لئے تم اسے جیسے قرآن پاک کافی ہے۔ یعنی سابقہ کتب پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتب قرآن پاک نے سابقہ کتب کے احکام کو منسوخ کر دیا ہے۔ سب قابل عمل احکام صرف قرآن کریم کے ہیں۔

ماہ شاہی کا قول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کل ایک سو چار کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ ان میں پھر قرآن عظیم کتابیں ہیں۔ یعنی زہر الزماۃ اور انجیل اور قرآن کریم اور توراہی کتابیں سمیٹے ہیں۔ جو حضرت آدم، شیث، اور میں، فرح، یسوع علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے۔ جیسے ہی صحیفہ کا ذکر حضرت برنہ، حضرت ابراہیم، حضرت یسوع علیہم السلام اور دیگر انبیاء اکرام کے ساتھ بھی آتا ہے۔ جو زہر الزماۃ کے مقابلے میں آتا ہے۔ ۱۱ میں ۱۰ صحائف شامل ہیں۔ ان کتابوں اور صحائف میں اگرچہ بہت کچھ تحریریں آئیں۔ مگر یہ سب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں۔ اور ہمارے سب پر یہاں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بندہ یسوعی انبیاء اکرام پر نازل فرمائے۔

آگے اس بات کا اقرار ہے کہ وَمَا أَتَيْنَا مَوْسَىٰ وَهَارُونَ فرمودہ ان تمام رسولوں پر مکمل ایسا ہی ہے۔ جو یہ کتابیں اور سمیٹے نازل ہوئے۔ بلکہ اس انبیاء اکرام پر بھی ایسا ہی ہے جن پر کوئی بات نہ کہ نازل نہیں ہوئی۔ اور ہم ان کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے۔ جیسے یہ ہے کہ ایسا ہی مکمل شی صورت میں ہوتا ہے۔ جب تمام انبیاء علیہم السلام پر بلا تفریق ایمان ہو

کسی پر ایسی لڑائی کسی پر نہ ہو۔ یہ تو کفر کے عداوت ہے۔ بنی اسرائیل اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ وہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر آزمائش لگائے طرہی آفران، ان نعمت کو محضے اصل کلمہ طبرہ کلمہ کا شکار کر دیا۔ دیکھو! اہل اسلام تمام سابقہ نبیاء کرام پر اپنی حضرت مومن، جن میں علیؑ، امام اور دیگر سب پر ایسا لکھنے کے ساتھ ہی آفران میں علیؑ علیہم السلام پر بھی ایسا لکھ دیا ہے۔ طرہ دور و دور آنحضرتؐ کے متعلق اس کے کافر شعر ہے: وَأَفْضَلُ بَيْنَ أَعْدَاءِ بَنِي إِسْرَءِيلَ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام پر ایسا لکھا ہے۔ ہم کسی میں بھی تفریق نہیں رکھتے۔ جو انبیاء کرام کی قوم کی طرف اور جس زمانے میں بھی مبعوث ہوئے۔ مگر یہ ہم نہیں بانستے ہیں مگر ان کی محبت کے یکساں طور پر متعلق ہیں۔

ایک دوسرے تمام پر اللہ تعالیٰ نے اللہ فرمایا کہ اہل ایمان و امت مسلمہ ہر حق پرست کی تفریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں اور اس کی تمام کتابوں کو برحق مانتے ہو۔ اور اسی میں کوئی تفریق نہ کریں رکھتے۔ وَأَعْلَنَ لَهُمْ كِتَابَهُمْ اور جو انہی اللہ تعالیٰ کی فراموشی کرنے والے ہیں۔ جس نے تمام انبیاء اور کتابیں انہی فراموش کر دیں۔ اور یہی قیامت ہوا یہی کام مل ہے۔

سہ ماہی

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو سید حق قرار دیا۔ اور فرمایا: فَإِنْ أَمْسَوْا فَعِشْبِلْ مَا أَفْشَقُوا یہ اگر یہ کلمہ دشمن اور یہ وہ انسانی میں بھی طرح ایسا ہے آئیں۔ جس طرح تم ایمان لائے ہو فَعِشْبِلْ مَا أَفْشَقُوا تا کہ یہ میں ثابت پابائیں کے گواہ بنوں کہ انہی میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بھی صحابہ کرامؓ قرار دئے۔ حضور میں آئے دلوں کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ بھی انہیں کا طریقہ اختیار کریں۔ وہ بھی اسی سید پر پرکے جائیں گے۔ چنانچہ انہی زمانے کے یہ وہ انسانی صحابہ کے سید پر پرکے آئے۔ وہ اس طرح تمام دنیا کلام اور کلام کتابوں پر ایسا نہ لائے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ لائے۔ انہی زمانہ دور ہوئے۔ آج بھی ہر کوئی صحابہ کرامؓ کے طریقے کے خلاف کرے گا۔ گمراہ ہو گا۔ اسی لیے تو حضور علیہ السلام نے یہی کلمہ کے متعلق فرمایا مَا أَفْشَقُوا تاکہ انہی صحابہ

میں نہایت یافتہ وہی لوگ ہوں جو میرے صدمہ سے شہر کے طریقے پر ہوں گے۔ ان سب
 گمراہ ہوں گے۔ صحابہ میں سے آپ نے غصہ سے اشدین الدین کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔
 کیونکہ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام خطہ زمین پر دین کی اصلاح بکثرت فرمائی تھی۔
 جس کے کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو انکاروں سے ٹکے سکے۔ سب مغلوب ہو چکے تھے۔ ذمہ من
 دلیل سے جگر بیاہی طور پر مسلم غالب ہو چکا تھا۔ یہ تو حضرت علیؓ اور میر سعدؓ کے اہل بیت
 کی وجہ سے طاقت نہ پائی تھی۔ اور نہ آپس میں کمال تک اسلام پہلے سے غالب رہا۔

غرض! یہ وہ دفعہ نہی کو فرمایا کہ خدا را ایمان درست نہیں سے ثابت
 حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی دینی حق پر اسی طعن ایمان لے آؤ۔ جس طرح اہل
 ایمان دلتے ہیں۔ اگر کیا نہیں کرو گے۔ اپنی ضرورت دھری پر ڈالو۔ جو گے تو باقیست نہیں
 پالو گے۔

اہل ایمان
 کی ہدایت

فرمایا اگر یہ مکمل ایمان دلتے کی بھرتے تو ان کو جو اگر یہ ہدایتی کریں گے۔ فَإِنَّكُمْ
كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهُ قرآن مجید اور اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ نہ تو حضرت عزراؑ میں
 ضروری حقیقت کے طور پر ہیں۔ آپ با کام کرتے نہیں۔ ان کی ہدایت کریں۔ فَكَيْفَ تَقُولُ
اللَّهُ مَنَّ عَلَىٰ الْكُفَّارِ ہر شرف کے جب میں اللہ تعالیٰ آپ کی کنایت کرتے گا۔ آپ کو
 ان کی شرافتوں اور میل سازوں سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو لوگ آپ کے شیخ ہیں۔ وہ بھی ان کو
 گے۔ وَأَنَّ شِرْكًا كَثِيرًا مِّنْهُ آپ کے دشمن ہی ذیل فرما رہے ہیں۔ آپ اور آپ کے
 ساتھی۔ تو ان کا یہاں کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ اہل کتاب نے دیکھ لیا کہ حضورؐ سے ہی دوسری
 اسلام ہائے عرب اور یمن آئی دنیا تک پھیل گیا۔ وہی اس کتاب جو آپ کے نبوت لان طعن کی
 سازشیں کرتے تھے۔ انہیں دینے والے اور دیکھنے والے تھے۔

لوگوں کی
 فہم فرمائی

صحابہ کرامؓ نے جو صید کا نام کیا تھا وہ بڑے نوجوان تھے۔ صید کا میدان اور اس پر کاروبار
 دنیا ہی انسان نہیں تھا۔ چنانچہ صید میں آئے وہ لوگ اس صید کو قائم نہ کر سکیے اور بھولنے کی بجائے

فرمایا ہے آپ کو یہ رویت اور نصرت کی طرف دعوت تھی۔ آپ نہیں فراموش کیا کہ جنتِ علیہ السلام ہم نے اور اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کر لیتے۔ تمہاری عقل یہ رویت اور نصرت سے جدا کیا تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے رنگ سے ہم کو کوئی رشتہ نہ تھا۔ ہم نے خود اپنے آپ کو جدا کر لیا اور اللہ تعالیٰ کا رنگ ہے۔ یہ وہ رنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جلالت کرنے سے انسانی کے چہرے پر نمایاں ہوتا ہے۔ یہ رنگ ان کے اعمال و افعال اور اعمال کو ان کی وجہ سے اور چمکتا ہے۔ ہم نے یہ رنگ اختیار کیا ہے۔ یہ یہ رویت اور نصرت اور رنگ نہیں جو کہ کپڑوں پر جوہر پر لگا کر عبادت میں غشی کا اہلہ کرتے ہیں

قرآن: وَمَنْ أَحْسَنُ لِمَنْ أَتَاهُ جَنَّتْ لَهُ اور اللہ کے رنگ سے دنیا کو ہمارا رنگ ہو گا جو کہ توحید، عبادت، باطنیت، روانت اور ایمان کا رنگ ہے۔ یہ وقت ہر بھی کا رنگ ہے جو صوفی اہل ایمان کو حاصل ہے۔ جو اس وقت پہنچ سکتی ہیں کہ یہ ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے نیکو کردہ ہیں۔ میں نے میں اپنے رنگ میں رنگ پاؤں۔ وَتَحْنُ كَذِبٌ وَنَاسٌ يَكْسِبُونَ ہم انہی اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ ہم کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صلی علیہ وسلم تھے۔ اور شرک کرنے والوں پر نہیں تھے۔ اس کے بعد آیت پڑھا
 اور کتب ہذا ہم کا ہم رسول اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری بانی کیا گیت۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان
 سے فرمانبرداری کروا کر ہم امت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی گواہی اور اس کی کتاب کو ماننے
 ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف نازل کی ہے۔ اور ان صحابہ کرام میں سے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ
 نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صلی علیہ وسلم اور ان کی اولاد کی طرف نازل فرما کے ہزار
 اسی شریعت اور دین پر بھی ایمان ہے۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلی علیہ وسلم کو دیا گیا۔ حضور پر
 تمام انبیاء علیہم السلام کو جو چیزیں صلی علیہ وسلم کی گئی۔ ہزار اسی پر ایمان ہے۔ اور ہم قرآن میں اسرار نہیں رکھتے
 کہ کسی کو ان یا کسی کو نہ مانا۔ بلکہ سب کو بھلا کر پر اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم وسلم کرتے ہیں۔ اور تمام
 کتب کا وہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور عمل کے لیے ہر وقت قرآن پاک کو کافی پڑھتے ہیں۔

حضرت علیہ السلام کے صحابہ کرام میں بھی اسی اصول پر عمل درآمد کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ نہ تھے۔ تو بھی اسی طرف ایمان لے آتیں۔ پس اہل حق صلی علیہ وسلم ایمان لے گئے ہیں۔ اور وہ
 بھی حجت پر ایمان لے گئے۔ اگر مخالفت کریں تو یہ ان کی ضرورت ہو گی۔ اور یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
 اہل ایمان کو کئی دلی کو اہل کتب کے شر سے نجات دہریں۔ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے
 کائنات کر کے۔ پھر فرمایا کہ ہر دین یا اللہ تعالیٰ کا ایک ہلکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ایک ہلکا ہے۔
 کہہ۔ اور وہ دین توحید اور حق پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ اور میں اہل ایمان سے کہتا ہوں کہ ہم اسی
 اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یہی امت کا حق کر چکے ہیں۔

اہل کتب کے
 ساتھ توحید

آیت نور دوسری میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتب کے ساتھ معاملہ کی غیور لکھی ہے۔ یہ کہ جو
 ان کے ساتھ صلحت کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ پھر علیہ السلام سے مطالب کیا۔ کہ
 آپ صلی علیہ وسلم اہل کتب سے کہہ دیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو تم اللہ تعالیٰ کے رسول سے ہم
 سے متوجہ کرنا کہ تم یہ کیا بنائے گا۔ صحت اللہ کی دانا صحت اس کا دین یا اس کی عبادت ہے۔ بلکہ
 جھگڑائے کی غیور رہت۔ کہ اہل کتب اس ہم میں جھگڑا تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان پر بڑا مہربان ہے
 اسی کی تمام تر نوازشیں انہیں کے لیے ہیں۔ لہذا آخری نبی بھی جو اس کا حق سے ہی آنا چاہیے۔
 لہذا اس کے خدا تعالیٰ کی برتری قائم ہے۔ اسی لیے وہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت

برسات کو زہیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ حالانکہ کثرتِ آیات میں گنہگار ہے۔ کہ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ
مِنْ خِفَتٍ لَّهِيَ كَأَنَّهُمْ كُنُفٌ كَاثِرَةٌ۔ اپنی برسات کے لیے غامض کر لیا ہے

_____ کسی ایک فرد یا قوم نے ٹھیک نہیں ملے۔ کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں موت
 انہیں کے لیے ہیں۔ اسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہو، کہ يَقْلِبُ اللَّهُ الْقُلُوبَ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہم سے
 جھکوا کرتے ہو۔ وَهُوَ زَكِيٌّ وہ پاک و ہیوار ہے۔ وَهُوَ عَلِيمٌ وہ تعالیٰ ہے۔ وَهُوَ عَلِيمٌ وہ تعالیٰ ہے۔ اس
 میں جھکنا ہے کی کرن ہی بات ہے۔ اگر اس نے ایک نہ ہے کسی ایک نہ ہے کسی ایک نہ ہے کسی ایک نہ ہے
 کی ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 اس کی نظریں سب پر ہیں۔ وہ سب کا مالک ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 چاہیے۔ اور اگر تم نے مزید جھکوا ہی کر اسے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 وہ اسے اعمال ہاتھ سے ہیں اور قلم اعمال ہاتھ سے ہیں۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 ہیں۔ اور تم نے اعمال کے زوردار ہو۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 کی فراہم فرمادی کرنے واسطے ہیں۔

انخاص
 کی العین

اللہ تعالیٰ کی اعانت و فراہم فرمادی ہی قلم ہزاریم علیہم السلام کو یاد دہی اصول ہے۔ تم
 باطن تکرار کے حرمت و حرمت ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 جس میں کثرتِ کثرت کی برکت و کثرت ہے۔ وہ جسے چاہے اپنی برکت سے غیب سے
 کسی کو اعتراف کا کوئی حق نہیں۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔
 ہے۔ اور صحیح سخن میں قلم ہزاریم علیہم السلام کا مسئلہ ہی ہے
تَخْلُصُ فِي وَبَيْتِكَ كَيْفَ تَكُونُ قَلْبُكَ بَيْنَ الْعَمَلِ میں ہے دین میں انخاص پیدا
 کر۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ فِئْتِلْكَافٍ وہ کثرتِ کثرت ہے۔

آگے الی کتاب کی ایک اور تریاوی گویں فرما۔ وَلَمْ يَكُنْ أَكْثَرُ مَعًا فَكَيْفَ شَدَّ رِدَا
يَعْنِي أَنَّهُ مِنَ الْقَوْلِ اس شخص سے دعوہ کی غلام ہو گا۔ جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کوئی مورد ہو۔ اور وہ نے چھپائے۔ یہ گواہی کوئی کی تھی۔ جسے بنی اسرائیل چھپاتے تھے۔
گویا حضور علیہ السلام کی محبت خزانہ پاک کی حمایت اور آخری سمت کے احسان میں تھی۔ آگے
آئے گا کہ بنی اسرائیل میں جان بوجھ کر گریختے تھے: يَصْرِفُونَ نِعْمَتَ يَصْرِفُونَ بِنَاءً فَاسَفَرُ
یہ لوگ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح چھپاتے تھے۔ جس طرح اپنے منوں کو۔
عزیز تسلیم کرنے کے لئے تہذیب نہیں ہوتے تھے۔ آئندہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے سوا
کے متعلق واضح جہتیں گویاں بوجھتیں بلکہ وہ لوگ خداوند مسرت کے نبی کو آخری نبی تسلیم
نہیں کرتے تھے۔ گویا آئندہ نے جو گواہی پیش کی تھی اور خدا ان کے پاس موجود تھی۔ نے
چھپاتے تھے۔ انہیں کے متعلق فرما: کہ اس شخص سے بدو کر غلام کن ہو کتابت۔ جو چھپا پاس
موجود شدادت کو چھپا جائے۔

شاهد کا چھپا اور پہلی گناہ ہے۔ وَمَنْ يَكْتُمُهَا كُفْرًا إِنَّ قَلْبَهُ
شہادت کو چھپانے والے کا دل کھٹکتا ہے۔ بلکہ سچ گواہی دینا تو منہ ہی چھپاتے ہوئے
بزرگ کہ وہ دین کے متعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شہاد ہے: وَكَفُّوا الشَّهَادَةَ بِالْقَوْلِ
اللہ تعالیٰ کے لئے شہادہ کو قلم کر دے اس کو چھپانے کی کوشش نہ کر۔ وہ دہ ظالموں میں
شہاد ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے الی کتاب کی طرف سے کہانی شہادت کو کرمہ احسان میں لے کر بیان
فرمادے تھے وَمَنْ يَكْتُمُهَا كُفْرًا إِنَّ قَلْبَهُ فِي الشُّكِّ وَلَمْ يَكُنْ نَجِيَّةً اس نبی کی
پیش گزریاں مردعال قرآنہ اور انجیل میں ان کے پاس علی ہما موجود ہے۔ مگر حق بات کو
چھپاتے ہیں۔ ختم کیا کہ یہ نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی فیجی حاکمات کامل نہیں بلکہ وہ تو
کہیں کو جانتا ہے۔ وَمَنْ يَكْتُمُهَا كُفْرًا إِنَّ قَلْبَهُ فِي الشُّكِّ وَلَمْ يَكُنْ نَجِيَّةً
تمام کاروائی کو جانتا ہے۔ مرناسب وقت پر تم سے مواخذہ کرے گا

یہ آیت گونہوں سے پرستہ دوسری جی گونہ سے۔ یہاں اس کو روایا بارہا

بَلَقَتْ نَفْسَهُ قَدْ خَلَعَتْ لَهَا مَا كَتَبَتْ وَلَكِنَّهَا كَتَبَتْهُ بِرَبِّهَا تَقِي
 جو گھر چلی اس کے لیے وہی کچھ ہے جس نعمت نے کیا اور تھامے۔ یہ وہ ہے جو قلم نے
 کھرا کر لکھ لکھ کر ختم کیا اور چھوڑ دیا کہ تم اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جاوے گا۔
 کہ کیا کرتے تھے، جو تم نے کرا کے ڈھونڈا۔ وہ اپنے غفل کے ذریعہ میں مطلب رکھنے
 کی کتاب لکھ رہی تھی، اب اس نے اس کی طرف سے ہر کتاب میں سے ایک سے روٹم
 نہیں رکھا۔ لہذا قدری یہ جبراً ہی نسبت پر غور نہ نہیں ہے مگر۔ ان کے عقیدے اور افعال ایک
 دوسرے تھے لیکن وہ تھامے کسی کام نہیں رکھے تھیں اپنے افعال کی خود خواہی کی بنا پر۔
 قرب ہو چکی ایک ہر ترین اصل، لَکَّ لَهَا مَا كَتَبَتْ وَأَوْفَتْ لَهَا مَا كَتَبَتْ
 کسی کا لکھ نہیں دیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں مہلک شمس ہے کہ چھوٹی ٹھیکان
 وَلَا تَجْعَلُوا نَفْسَكُمْ بَابًا لِّمَنْ يَخْلُقُ فَرْدًا كَرَامًا بَابًا كَانَهُ يَجْعَلُ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ
 نہ بیٹے کی زیادتی پر بپ نہ چڑھا ہے کہ ہر کوئی اپنے کام کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے فسرہ پاکر
 اذیہ طرم صدم کی اڑاں صحت نسبت کر لیا کہ نہ وہ نہیں لے گا۔ جب تک ان کی پسندیدہ شے
 نہیں کی جائے گی

حضرت کریم فرماتے ہیں کہ نَفْسٌ تَقْلُبُ مَا كَتَبَتْ لَهَا مَا كَتَبَتْ وَتَقْلُبُ مَا كَتَبَتْ لَهَا مَا كَتَبَتْ
 صرف اہل کتاب کے لیے تو یہ نسبت ایک اور ہی کافی تھی۔ اب جو اور عربی اور اس کا خوراک کی گیت
 قرآن سے نرا اہل اعظم کی تفسیر ہے کہ اہل کتاب کی طرف سے تو یہی غالی نسبت پر تاکید کرنا
 دیکھیں۔ مگر وہ چھوٹے تھامے اور اعمال کو پاک کریں۔ آخر قادیانی جیسے صدم کے اعظم کی پابندی
 میں۔ تو اس کے لیے بھی یہ ناجائز تھامے تھے۔ اپنے اہل کے بغیر کوئی چاہہ کہ نہیں۔ آج کل
 کے چھوٹے امیر نادوں کوئی چیزوں کے لیے بھی لڑتے ہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کا ہر کر رہے۔
 آباد اہل کی غالی نسبت کی کام نہیں آتی۔ اب ایک وسیع تھاموں کا عمل اس کے ساتھ ہے
 بیٹے کہ اپنی خواہش خود کن ہو گی۔ نسبت کو جب عزیز ہو گی تب ہر گز کے خاص صدم مست ہو۔

انہوں کے غرضت کرنا ہی ہی قیل سے ہے۔ یہی حال شیخ طریقت کا ہے۔ ہندو
نہت ہندو خاندانوں کی طرف کہتے ہیں۔ مگر ان کی ایک غریبی نہیں ہوتی جاتی۔ آج مجتہد اور
قادر ہندو کی طرف نہت کہنے والے کئی غرضت میں لوث ہیں۔ کیا شیخ طریقت درجہ چوتھی
کو ہی طریقت تھا۔ اسی کی کہانی موجود ہیں۔ ان کے ملاحظہ اور تحقیقات ہیں۔ ایک ایک حصے سے
ایسا ہی کہ نہت نہت نہت۔ ہی ہے۔ مگر وہ شرک سے جزا دی کا اظہار ہو۔ دے مگر اسی کی طرف نہت
کہنے والے کفر شرک اور بدعت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے غرضت نہتے جہتے ہیں۔ اسی کی
قبروں پر چڑھتے چڑھتے جاتے ہیں۔ رومات باطل کا دور دورہ ہے۔ جو نہت لٹ کی طرف
ہے۔ اسی نہت کیا فائدہ ملے گی۔

جنتی پٹنے آپ کو خواہر میں جنتی تھے غریب کرتے ہیں۔ اس ملک میں خواہر
میں جنتی جنتی۔ خواہر غریب جنتی جنتی۔ خواہر تمام انہیں لولا۔ دیکھتے جنتی کے دیکھتے تمام
کی آبادی ہوئی۔ اسی کے دیکھتے جنتی کے کئے لوگ کر ایساں کی بدعت نصیب ہوئی۔ کئے
لوگ کا حق بدعت قائم ہوا۔ جیسے ہر لوگ کا اس غلام اپنی پاک اسی ہے۔ مگر انہیں کے ہر لوگ
ہندو خاندان کی طرف نہت کہنے والے لوگ۔ ایک اور گائے کہتے ہیں مشنل میں۔ قرانی کا نام
دے کر کئی میں ہرم۔ مگر لوگ اپنا جاہ۔ دے مگر جنتی کر ایساں ہر لوگ۔ یہ غلام نہت کام نہیں کر سکتی
جب تک ہی نہ۔ لوگ کے نقش قدم پر نہ ہیں گئے۔ اسی چیز کو بدعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔
اور اہل ایساں کو گھبرا گیا ہے۔ کہ وہ بھی یہ لوگوں کے راستے پر نہ چل سکیں۔ بلکہ پٹنے اندہ
حقیقت ایساں یہ یاد کریں۔

ہم سے ہاں ہم طریقت کی طرف نہت کہنے والے لوگ کی اکثریت سے
مٹوں میں سے کہتے ہیں۔ جو مجمع مٹوں میں ہم صحت کے طریقے پر ہیں۔ جنتی کئے
سے کہ غلام نہیں ہوگا جب تک آپ کا تہذیب نہ ہوگا۔ اسی طرح ہم شافعی کی طرف نہت کہنے
والے ہیں۔ وہ بھی پٹنے طریقے پر قائم نہیں ہیں۔ دل میں تعصب ہر نہت۔ مگر شافعی کا دوسرا کچھ
فائدہ نہیں۔ اس قسم کی غلامی نہت تو وہی جو لوگوں والی نہت ہے۔

ہرمال اکثر خدای نے اہل ایساں کو غریب کر دیا ہے۔ کہ ایساں لانے کے بعد وہ یہ دیکھتا کرتا

مختیار رکھیں۔ اور صحیح صورت میں قیامت اور آخرت کو ہی پر قائم ہیں۔ خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حاکمان و اہل کام سے لے کر فرشتے تک یہی قائم رکھا ہے جو اس مطلب پر روا ہے۔ اور یہی قیامت کے دن لوگ اہل کے کہائیں۔ اور ہم بعض خدائی تعلق سے مراد داری کے کہانہ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمہیں نہیں کیا کروں گا۔ اور یہی قیامت ہے۔ کہ یہاں کو درست کرو۔ اہل صانع کی دولت حاصل کرو۔ اس طرح تم کو آخرت میں بہت نصیب ہوں گے

فرمایا یہ قیامت ہے جو گذشتہ تھی۔ جو کہ اس صفت نے کہا وہ اس کے لیے ہے اور جو تم نے کہا وہ قیامت کے لیے ہے۔ تم سے ان کے اہل کے تعلق نہیں ہو چکا ہے۔ اگر وہ کب کرتے تھے۔ بلکہ وہی بنا پر اس قیامت اہل کی جو تہہ ہوگی۔ تم سے سوال ہو گا کہ تم کچھ اور تہہ پر کھڑے تھے یا نہیں۔ تم شرک، بدعت اور رسالت باہر سے کچھ دیکھتے تھے۔ تم کو یہودی کی رحمت تھی۔ شرک اہل کی رحمت تھی۔ تم کچھ اختیار کرتے تھے۔ اور ان کی جگہ سے میں میرا تہہ ہے۔ آج اپنا کام کرلو۔ قیامت کے دن قیامت کے اہل کے تعلق تو ہے پر چاہا جائیگا۔

علوہ کرام، طلباء، مقام اور عوام الناس کے لیے مقرر شدہ علمی تحفہ

شمائل ترمذی

میں اردو ترمذی شرح

لکھا ہے

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ

مترتب

الفتح لعل دین ایم اے علوم اسلامیہ

مقدمہ، اضافہ، حاشیہ

مولانا عاتقی محمد فیاض خان سواتی

یہ کتاب حضور مجید کے شمائل و خصائص کے شعبہ میں امام ترمذیؒ کی مشہور کتاب تصنیف ہے جو کہ مدارس میں درس لکھائی کے نصاب میں بھی داخل ہے اس کتاب کے کل مچھین ابواب ہیں جن میں سے ابتدائی مچھینیں ابواب کی شرح، فضیلت، فضائل اور اہمیت کے انداز میں منظر عام پر آچکی ہے۔ کتاب کی ابتدا میں ہے ابواب "سلیس اردو ترمذی" عمدہ تشریح اور حواشی میں روایت کے ساتھ دکنی "القطب" میں موالید و روایات کے علاوہ بہت سے علمی، تحقیقی مواد، مشکلات و محنتی ہے۔ عمدہ تنقید، "نکس طباعت اور میباری جلد بندی کے ساتھ ۸۸۸ صفحات پر مشتمل جلد اول کی قیمت صرف ۳۰ روپے ہے باقی ابواب کی شرح لکھا ہے

بعض جلد دوم میں شائع ہوگی۔

ناشر: مکتبہ دروس القرآن، قادری ٹیج کوثر، نواز پاکستان

معالم العرفان فی تفسیر القرآن

تعارف

مفت محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

معارف

بازار احمدی کی صاحب

معارف

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

معارف

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

معارف

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

معارف

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

معارف

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

معارف

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

الحق محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی